لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ

قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات

عبرتوں اور نصیحتوں کے ساتھ (سوم)

افادات

حضرت مولانا مفتی محمود بن مولانا سلیمان حافظ جی بارڈولی حفظہ اللہ تعالیٰ

خادمِ تفسیر وحدیث: جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

وخادمِ حدیث شریف: جامعہ دارالاحسان بارڈولی، گجرات

ناشر

نورانی مکاتب

www.nooranimakatib.com

تفصیلات

نام کتاب	: قرآن میں آئے ہوئے خواتین کے واقعات (جلد سوم)
مرتب	: مفتی محمود صاحب بارڈولی دامت برکاتہم
ناشر	: نورانی مکاتب
صفحات	: ۳۸۴
طبعِ اول	: ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ م جنوری ۲۰۱۹ء
تصحیح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن	: شوال ۱۴۴۴ھ مطابق مئی ۲۰۲۳ء

ملنے کے پتے

نورانی مکاتب 8140902756

مدرسہ گلشنِ خدیجۃ الکبریٰ، اون، سورت 9898371086 9714814566

دارالمکاتب کاپودرا 9824289750 9712005458

مولانا صدیق احمد ابن مفتی محمود صاحب حافظ جی، مدرسہ فاطمۃ الزہراء، دیسائی نگر، مریم مسجد، بارڈولی، سورت، گجرات۔ 9157174772

مولانا بلال صاحب گودھرا 9726293096

ادارۃ الصدیق ڈابھیل، گجرات 9913319190

اجمالی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	ابولہب اور اُس کی بیوی امِ جمیل کا واقعہ	۳۳
۲	مکۂ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ	۶۱
۳	مکۂ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ	۸۱
۴	ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۹۷
۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط اول)	۱۲۹
۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط دوم)	۱۷۱
۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط سوم)	۲۰۷
۸	حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا پاکیزہ واقعہ	۲۳۵
۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ: حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ	۲۸۹
۱۰	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ظِہار کا واقعہ (حصہ:۱)	۳۱۳
۱۱	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ظِہار کا واقعہ (حصہ:۲)	۳۳۹
۱۲	عورتوں کے بناؤ سنگار کے مسائل	۳۵۷

بسم الله الرحمن الرحيم

تفصیلی فہرست

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
	ابولہب اور اُس کی بیوی ام ِجمیل کا واقعہ	
۱	بُرا جوڑا	۳۵
۲	چچا، چچی خود خطرناک دشمن	۳۶
۳	ابولہب کا معنیٰ اور اِس نام سے مشہور ہونے کی وجہ	۳۶
۴	ابولہب بڑا خوش نصیب تھا	۳۷
۵	ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ	۳۷
۶	آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی خوش نصیب عورتیں	۳۸
۷	آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی کو آزاد کر دیا	۳۸
۸	آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی آزاد کرنے کا انعام	۳۸
۹	دین کی خاطر آپ ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق	۳۹
۱۰	حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ	۴۰
۱۱	علی الاعلان دعوتِ اسلام کا حکم	۴۱
۱۲	پہاڑی پر وعظ	۴۲
۱۳	آپ ﷺ کا سب سے پہلا دشمن	۴۲
۱۴	ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا	۴۳
۱۵	ابولہب کی اسلام دشمنی	۴۳

١٦	دینی دعوت کے لیے کھانے کا انتظام	۴۴
١٧	مولانا اسماعیل صاحب کاندھلویؒ کا ایک عجیب معمول	۴۴
١٨	گھر میں کام کرنے والوں کے دین کی فکر کرنی چاہیے	۴۵
١٩	ایک آدمی جتنا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا	۴٦
٢٠	ابولہب کی شرارت	۴٦
٢١	دوسرے دن کھانے کی دعوت اور اسلام کی دعوت	۴۷
٢٢	اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کروگے؟	۴۷
٢٣	ابولہب کی بربادی	۴۸
٢۴	ابولہب کی عبرت ناک موت	۴۹
٢۵	بیماری کسی کو لگتی نہیں ہے	۴۹
٢٦	جہاں طاعون کی بیماری ہو اس علاقے کے متعلق مسئلہ	۵٠
٢٧	لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے	۵٠
٢٨	طاعون والے علاقے سے نکلنے کی تین صورتیں	۵١
٢٩	بری موت سے بچنے کی دعا	۵٢
٣٠	تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا	۵٣
٣١	ابولہب کی بیوی ام جمیل	۵۴
٣٢	”حمالة الحطب“ کا پہلا مطلب	۵۴
٣٣	”حمالة الحطب“ کا دوسرا مطلب	۵۵
٣۴	اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی حفاظت	۵٦

۳۵	چغل خور جنت میں نہیں جائے گا	۵۷
۳۶	"حمالۃ الحطب" کا تیسرا مطلب	۵۷
۳۷	"حمالۃ الحطب" کا چوتھا مطلب	۵۸
۳۸	ایک پیاری دعا	۵۹
۳۹	دوسری دعا	۶۰
	مکۂ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ	
۴۰	صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت	۶۴
۴۱	انسان کی زندگی میں وقت بہت قیمتی چیز ہے	۶۵
۴۲	دو نعمتیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے	۶۵
۴۳	دماغ کی بعض حالتیں	۶۶
۴۴	بے وقوف عورت	۶۶
۴۵	اس عورت کا نام اور تعارف	۶۷
۴۶	عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہییے	۶۷
۴۷	قدیم زمانے میں کپڑے بننے کا طریقہ	۶۸
۴۸	صبح سے شام تک محنت کرکے اس کو ضائع کردیتی تھی	۶۹
۴۹	عورتوں کو کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے	۶۹
۵۰	وعدہ کرکے توڑنا نہیں چاہیے	۷۰
۵۱	خلافِ شرع وعدہ پورا کرنا جائز نہیں ہے	۷۱
۵۲	منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے	۷۱

۵۳	فائدے والی چیز ضائع نہیں کرنی چاہیے	۷۱
۵۴	پرانا سامان ضرورت مندوں کو دے دینا چاہیے	۷۱
۵۵	حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا حال	۷۲
۵۶	ایک دوست کی طرف سے بھیجے ہوئے پرانے کپڑے	۷۳
۵۷	اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں	۷۴
۵۸	عبرت انگیز واقعے میں کسی کا نام نہ لیویں	۷۵
۵۹	جو کام کرو اچھا اور مضبوط کرو	۷۵
۶۰	ایک بہت ہی قیمتی مشورہ	۷۷
۶۱	فیشن والی چیزوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی	۷۸
۶۲	اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام	۷۸
	مکہ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ	
۶۳	ہجرت کا حکم	۸۶
۶۴	بعض مجبور عورتیں اور مرد جو ہجرت نہ کرسکے	۸۶
۶۵	کمزور لوگ کتنے تھے؟	۸۷
۶۶	دوسرے نمبر پر ایمان لانے والی عورت اور سب سے اخیر میں ہجرت کرنے والے صحابی	۸۸
۶۷	بغیر مجبوری کے ہجرت نہ کرنے والوں پر جہنم کی وعید	۸۹
۶۸	کمزور اور بے بس لوگ معذور ہیں	۹۰
۶۹	کمزوروں پر مشرکینِ مکہ کا ظلم وستم	۹۰

۷۰	مظلوموں کی دعا	۹۱
۷۱	دین داروالی اللہ کی نعمت	۹۲
۷۲	مظلوموں کی دونوں دعائیں قبول ہوئیں	۹۲
۷۳	حضرت نبی کریم ﷺ بھی ان مظلومین کے لیے دعا فرماتے تھے	۹۳
۷۴	اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں	۹۴
	ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا واقعہ	
۷۵	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ	۱۰۰
۷۶	جاہلیت کے زمانے کی ایک غلط رسم	۱۰۰
۷۷	لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہے	۱۰۱
۷۸	حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک انفرادی خصوصیت	۱۰۳
۷۹	دوسرے کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں ہے	۱۰۳
۸۰	آپ ﷺ نے غلاموں کو حقوق عطا فرمائے	۱۰۴
۸۱	دنیا کی تاریخ میں ایک عجیب کام: غلام کا نکاح اپنی ایک آزاد معزز رشتے دار عورت کے ساتھ	۱۰۴
۸۲	عرب کا سب سے معزز خاندان	۱۰۵
۸۳	ایک آسان مثال	۱۰۵
۸۴	نبی کا حکم ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے؛ چاہے سمجھ میں نہ آئے	۱۰۶
۸۵	باندیاں تک فیضِ نبوی سے مثالی ذہین بن گئیں	۱۰۶
۸۶	نبی کے حکم کے آگے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے مثال قربانی	۱۰۸

۸۷	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مہر	۱۰۹
۸۸	ایک غلط سوچ کی اصلاح	۱۰۹
۸۹	دونوں کے درمیان نا اتفاقی	۱۱۰
۹۰	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا طلاق کا ارادہ اور حضور ﷺ کا منع کرنا	۱۱۰
۹۱	میاں بیوی کو ایک دوسرے سے درگذر کرنا چاہیے	۱۱۱
۹۲	اللہ نے حضور ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زینب سے تمھارا نکاح ہوگا	۱۱۲
۹۳	شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہو تو کسی بات کا چھپانا جائز ہے	۱۱۳
۹۴	ایک خاص مسئلے کی وضاحت	۱۱۳
۹۵	عملی طور پر غلط رسم کا ازالہ	۱۱۴
۹۶	حضور ﷺ کا پیغامِ نکاح خود زید رضی اللہ عنہ لے کر گئے	۱۱۴
۹۷	حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کمالِ تقویٰ	۱۱۵
۹۸	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جواب: میں استخارہ کروں گی	۱۱۵
۹۹	ہر کام میں پہلے استخارہ کر لینا چاہیے	۱۱۶
۱۰۰	استخارہ کرنے کا انعام: خود اللہ نے آسمانوں پر نکاح کروایا	۱۱۶
۱۰۱	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سجدۂ شکر	۱۱۷
۱۰۲	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام بدلنا	۱۱۸
۱۰۳	دو زینب	۱۱۸
۱۰۴	نام کو بدلنا اور نیا لقب دینا	۱۱۸
۱۰۵	حضرت نبیِ کریم ﷺ کا سب سے بڑا ولیمہ	۱۱۹

۱۰۶	حضرت نبی کریم ﷺ کا ایک اور ولیمہ	۱۱۹
۱۰۷	دوسرے بعض نبوی ولیمے	۱۲۰
۱۰۸	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تین باتوں پر فخر	۱۲۰
۱۰۹	سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی	۱۲۱
۱۱۰	آج ہمارا حال	۱۲۲
۱۱۱	میں نے عائشہ میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا	۱۲۲
۱۱۲	تقویٰ کی برکت سے فتنے سے حفاظت	۱۲۳
۱۱۳	اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والی	۱۲۳
۱۱۴	حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی	۱۲۴
۱۱۵	سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا	۱۲۴
۱۱۶	لمبے ہاتھ والی	۱۲۴
۱۱۷	اپنا کفن خود تیار کرایا	۱۲۵
۱۱۸	ایک عجیب نکتہ	۱۲۵
۱۱۹	وفات کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس	۱۲۶
۱۲۰	روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ	۱۲۶
۱۲۱	سیدہ زینب والی خوبیاں اپناؤ	۱۲۷
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط اول)		
۱۲۲	ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا	۱۳۱
۱۲۳	آپ ﷺ کا ستایا جانا	۱۳۲

۱۲۴	آپ ﷺ کی مدنی زندگی	۱۳۲
۱۲۵	منافق کا مطلب	۱۳۲
۱۲۶	دو قسم کا نفاق	۱۳۳
۱۲۷	منافقوں کا آپ ﷺ کو ستانا	۱۳۴
۱۲۸	پکے منافق کا بیٹا: پکا مومن	۱۳۴
۱۲۹	غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے	۱۳۴
۱۳۰	باپ اور بیٹے کا نام ایک جیسا ہو گیا	۱۳۵
۱۳۱	کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا	۱۳۵
۱۳۲	اِس دور میں ایک غلط فہمی	۱۳۶
۱۳۳	منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہا	۱۳۶
۱۳۴	حضور ﷺ کو آخری درجے کی روحانی تکلیف	۱۳۷
۱۳۵	غلط نسبت	۱۳۷
۱۳۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں	۱۳۸
۱۳۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی خوبی	۱۳۸
۱۳۸	شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے	۱۳۹
۱۳۹	دیکھنے میں ایک بے احتیاطی	۱۴۰
۱۴۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی	۱۴۱
۱۴۱	بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری شادی کر لینی چاہیے	۱۴۱
۱۴۲	بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں؛ بلکہ اچھی بات ہے	۱۴۲

۱۴۳	بے نکاح مرد وعورت کے لیے وعید	۱۴۳
۱۴۴	دار العلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ	۱۴۳
۱۴۵	اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضل	۱۴۵
۱۴۶	صبر کرنے والی عورت کی فضیلت	۱۴۶
۱۴۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوبی	۱۴۷
۱۴۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوبی	۱۴۷
۱۴۹	مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے	۱۴۸
۱۵۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی	۱۴۸
۱۵۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی	۱۴۹
۱۵۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی	۱۴۹
۱۵۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھویں خوبی	۱۴۹
۱۵۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بڑی برکت: امت کو تیمم کی نعمت نصیب ہوئی	۱۵۱
۱۵۵	تیمم کا مطلب اور طریقہ	۱۵۳
۱۵۶	واقعۂ اِفک کی تفصیل	۱۵۳
۱۵۷	حضور ﷺ کا مثالی انصاف	۱۵۴
۱۵۸	اپنی بہن سے زیور عاریت کے طور پر لینا	۱۵۴
۱۵۹	اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ	۱۵۷
۱۶۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی اور حیرانی	۱۵۸

۱۶۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمت اور عقل مندی	۱۵۸
۱۶۲	قافلے کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک	۱۵۸
۱۶۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے ایک سبق	۱۵۹
۱۶۴	حضرت عائشہؓ قافلے سے مل گئیں	۱۶۰
۱۶۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ ابن اُبی کا تہمت لگانا	۱۶۰
۱۶۶	دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے	۱۶۱
۱۶۷	واقعہ سے عبرت: ایک نصیحت	۱۶۲
۱۶۸	تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا	۱۶۲
۱۶۹	سوال کا غلط استعمال	۱۶۳
۱۷۰	منافقین کا اصل نشانہ	۱۶۴
۱۷۱	عورت کی پسندیدہ صفت	۱۶۴
۱۷۲	آپ ﷺ کے غم کی وجہ سے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیمار ہونا	۱۶۵
۱۷۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت والے واقعہ کا علم کس طرح ہوا؟	۱۶۵
۱۷۴	حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا انوکھے انداز سے خبر دینا	۱۶۶
۱۷۵	گھروں میں بیت الخلا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے	۱۶۸
۱۷۶	صحابیاتؓ کی بے مثال حیا و شرم	۱۶۹
۱۷۷	شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ	۱۶۹
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط دوم)	
۱۷۸	اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ ہے	۱۷۳

۱۷۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر جا کر خوب رونا	۱۷۴
۱۸۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تسلی دینا	۱۷۴
۱۸۱	امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۱۷۵
۱۸۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عجیب حالت	۱۷۵
۱۸۳	اِس سنگین موقع پر حضور ﷺ کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت	۱۷۶
۱۸۴	حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جواب	۱۷۶
۱۸۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عجیب حکمت بھرا جواب	۱۷۶
۱۸۶	گھر میں خدمت کرنے آنے والوں اور والیوں کا حال	۱۷۸
۱۸۷	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال	۱۷۸
۱۸۸	حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب	۱۷۸
۱۸۹	جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو	۱۷۹
۱۹۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت	۱۷۹
۱۹۱	حضرت نبیِ کریم ﷺ کا منبر پر کھڑے ہو کر خطاب	۱۸۰
۱۹۲	آپ ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ	۱۸۰
۱۹۳	حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت	۱۸۰
۱۹۴	خطبۂ مبارکہ کا باقی مضمون	۱۸۱
۱۹۵	حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال	۱۸۱
۱۹۶	تسلّی دینے کا ایک اور طریقہ	۱۸۱
۱۹۷	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثالی خوش قسمتی	۱۸۲
۱۹۸	خوخة أبي بكر رضی اللہ عنہ	۱۸۲

۱۹۹	آپ ﷺ کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا	۱۸۳
۲۰۰	حضرت نبی کریم ﷺ کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص انداز سے بات چیت	۱۸۳
۲۰۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابا جان سے درخواست	۱۸۴
۲۰۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امی جان سے درخواست	۱۸۴
۲۰۳	والدین نے جواب کیوں نہیں دیا؟	۱۸۵
۲۰۴	ایک خاص نصیحت	۱۸۵
۲۰۵	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غم کے وقت حکمت بھری بات	۱۸۶
۲۰۶	صبرِ جمیل کا مطلب	۱۸۸
۲۰۷	اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر	۱۸۸
۲۰۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بذریعۂ وحی	۱۸۸
۲۰۹	نورانی چہرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت	۱۹۰
۲۱۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی سعادت	۱۹۱
۲۱۱	پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے	۱۹۱
۲۱۲	تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا	۱۹۱
۲۱۳	چند اہم ہدایات	۱۹۲
۲۱۴	کُل چار طرح کے لوگ تھے	۱۹۳
۲۱۴	ایک خاص نصیحت	۱۹۴
۲۱۵	دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے	۱۹۴
۲۱۶	بہت ضروری بات	۱۹۵

۲۱۷	چار گواہ کی حکمت	۱۹۵
۲۱۸	تہمت لگانے والے تین صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل	۱۹۵
۲۱۹	اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں	۱۹۶
۲۲۰	جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہو اس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے	۱۹۷
۲۲۱	حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی	۱۹۸
۲۲۲	غلط باتوں کے چرچے کی وجہ سے دردناک عذاب	۱۹۹
۲۲۳	بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے	۲۰۰
۲۲۴	گندی خبروں کے لیے احتیاط	۲۰۰
۲۲۵	بدگمانی شیطانی چکّر ہے	۲۰۱
۲۲۶	پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں	۲۰۱
۲۲۷	ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی	۲۰۲
۲۲۸	لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو	۲۰۲
۲۲۹	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سوال کرنا	۲۰۳
۲۳۰	بڑی نصیحت کی بات	۲۰۳
۲۳۱	دو خاص باتیں	۲۰۳
۲۳۲	دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کریں	۲۰۴
۲۳۳	حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حسنِ خاتمہ	۲۰۵
	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام (قسط سوم)	
۲۳۴	مزاج اور طبیعت	۲۰۹

۲۳۵	ایک عجیب فطری قانون	۲۱۱
۲۳۶	جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے	۲۱۲
۲۳۷	جو شوہر خدا اور رسول کا غدار ہو وہ بیوی کا وفادار نہیں ہو سکتا	۲۱۲
۲۳۸	شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ	۲۱۳
۲۳۹	ناجائز تعلقات (Love) پر ایک نکتہ	۲۱۴
۲۴۰	پسند، دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے	۲۱۴
۲۴۱	ناجائز تعلق گناہ ہے	۲۱۴
۲۴۲	اجنبی عورتوں کے ساتھ تعلقات کی مختلف حرام صورتیں	۲۱۵
۲۴۳	ایک اور غلط طریقہ	۲۱۵
۲۴۴	اللہ کو ناراض کر کے سکون نہیں مل سکتا	۲۱۶
۲۴۵	قرآنِ کریم کی ایک عجیب بات	۲۱۶
۲۴۶	شادی کے بعد عورت کا سب سے پہلا کام	۲۱۶
۲۴۷	نبی کی بیوی کافرہ ہو سکتی ہے، زناکار نہیں ہو سکتی	۲۱۷
۲۴۸	پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے	۲۱۷
۲۴۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ	۲۱۸
۲۵۰	سسرالی ماؤں کو ایک نصیحت	۲۱۹
۲۵۱	بہو کو ایک نصیحت	۲۱۹
۲۵۲	شادی کے بعد فوراً الگ ہونے کا مزاج	۲۱۹
۲۵۳	بیرون ملک کا المیہ	۲۲۰

۲۵۴	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رنج	۲۲۰
۲۵۵	رشتے دار یا بچھو	۲۲۱
۲۵۶	غریب رشتے داروں کی فکر کرو	۲۲۱
۲۵۷	رشتے داروں کو دینے کا ڈبل ثواب	۲۲۲
۲۵۸	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے خرچے کو بند کرنا	۲۲۲
۲۵۹	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی عمل	۲۲۲
۲۶۰	سزا اور سفارش	۲۲۳
۲۶۱	بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے	۲۲۳
۲۶۲	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآن میں	۲۲۴
۲۶۳	اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے	۲۲۴
۲۶۴	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ دی	۲۲۵
۲۶۵	دو بڑی باتیں	۲۲۵
۲۶۶	عورتوں کے نام ایک خاص بات	۲۲۶
۲۶۷	قطع رحمی کی وعید	۲۲۶
۲۶۸	ایک درد بھری درخواست	۲۲۷
۲۶۹	تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے	۲۲۷
۲۷۰	حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے	۲۲۸
۲۷۱	اللہ تعالیٰ ہمارا دل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا بنا دے	۲۲۸
۲۷۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاقِ عالیہ	۲۲۹

۲۷۳	رشتے داروں سے صلہ رحمی	۲۲۹
۲۷۴	قطع رحمی کی وعید	۲۳۰
۲۷۵	عورت کیسی ہو؟	۲۳۱
۲۷۶	عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے	۲۳۲
۲۷۷	عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے	۲۳۲
۲۷۸	شیعہ کا عقیدہ	۲۳۳
۲۷۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعوں کی بدتمیزیاں	۲۳۳
	حضرت نبیِ کریم ﷺ کی ازواجِ مطہراتؓ کا پاکیزہ واقعہ	
۲۸۰	پانچ طرح کے بڑے نقصانات	۲۳۸
۲۸۱	ام المؤمنین؛ یعنی امت کی مائیں	۲۳۹
۲۸۲	قصے میں بڑی حکمت ہے	۲۴۰
۲۸۳	آپ ﷺ کے گھر میں فقر وفاقہ	۲۴۰
۲۸۴	آپ ﷺ کا فقر اختیاری تھا	۲۴۱
۲۸۵	حضور ﷺ نے کبھی دو وقت پیٹ بھر کر نہیں کھایا	۲۴۱
۲۸۶	تندوری روٹی	۲۴۲
۲۸۷	چھلنی میں آٹا	۲۴۲
۲۸۸	گھریلو حالات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا	۲۴۳
۲۸۹	ادھار غلے سے گزران	۲۴۳
۲۹۰	اب تو قرض کے مقاصد ہی بدل گئے	۲۴۴

۲۹۱	مکان	۲۴۴
۲۹۲	غربت کا حال	۲۴۵
۲۹۳	حضور ﷺ کے زمانے کی عورتیں کمزور تھیں	۲۴۵
۲۹۴	غربت کی عجیب حالت	۲۴۶
۲۹۵	امہات المؤمنین کی ایک درخواست کا ارادہ	۲۴۷
۲۹۶	امہات المؤمنین آپ ﷺ کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں	۲۴۷
۲۹۷	ازواجِ مطہرات کے کمرے	۲۴۸
۲۹۸	قیصر وکسریٰ کی بیویوں کا حال اور امہات کی درخواست	۲۴۸
۲۹۹	مطالبے کا خلاصہ	۲۴۹
۳۰۰	مطالبے پر آپ ﷺ کو تکلیف	۲۴۹
۳۰۱	حضور ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم مقصد	۲۴۹
۳۰۲	آپ ﷺ کا بیویوں سے الگ ہونے کی قسم کھانا	۲۵۰
۳۰۳	حضور ﷺ کی قسم کی وجہ	۲۵۰
۳۰۴	تربیت سے چمک	۲۵۱
۳۰۵	طلاق دینے کی غلط افواہ	۲۵۱
۳۰۶	لڑکی کے ماں، باپ کو اس سے عبرت لینا چاہیے	۲۵۲
۳۰۷	ضروری دنیوی تقاضے کے وقت دین سیکھنے کا آسان طریقہ	۲۵۲
۳۰۸	حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا طرز	۲۵۳
۳۰۹	میاں بیوی میں نفرت کا پیدا ہونا	۲۵۳

۳۱۰	کیا غسّانی آ گئے؟	۲۵۴
۳۱۱	جنگ اور حملے سے بھی بڑی بھاری چیز طلاق ہے	۲۵۵
۳۱۲	رات کے وقت شدید ضرورت کے بغیر کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے	۲۵۵
۳۱۳	حضور ﷺ کا طرزِ عمل	۲۵۶
۳۱۴	بے وقت فتویٰ پوچھنے کے متعلق ایک عجیب واقعہ	۲۵۷
۳۱۵	پیرس میں بندے کا ایک ذاتی واقعہ	۲۵۸
۳۱۶	ملاقات کے لیے اوقات کی رعایت	۲۵۸
۳۱۷	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رونا	۲۶۰
۳۱۸	حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا رونا	۲۶۰
۳۱۹	ہر خبر کی پہلے تحقیق کرنی چاہیے	۲۶۱
۳۲۰	کوئی جواب نہیں ملا	۲۶۱
۳۲۱	اجازت طلبی کرنے کے آداب	۲۶۲
۳۲۲	اجازت مل گئی	۲۶۲
۳۲۳	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر آپ ﷺ کا ہنسنا	۲۶۳
۳۲۴	حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے کھڑا ہونا	۲۶۳
۳۲۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو عجیب بات فرمائی	۲۶۴
۳۲۶	مدینے کا عجیب ماحول	۲۶۴
۳۲۷	آپ ﷺ کی کمر پر چٹائی کے نشان	۲۶۴
۳۲۸	اچھی اور سچی بات لوگوں کو بتانا چاہیے	۲۶۵

۳۲۹	کوئی بھی بات ہو پہلے اپنے بڑوں کے سامنے رکھنی چاہیے	۲۶۶
۳۳۰	کسی کی بات معلوم ہو تو کیا کریں؟	۲۶۷
۳۳۱	حضور ﷺ کے کمرے کا آنکھوں دیکھا منظر	۲۶۷
۳۳۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دنیا کے لیے عجیب سوال	۲۶۸
۳۳۳	دنیا کے متعلق حضور ﷺ کا جواب	۲۶۸
۳۳۴	حضور ﷺ نے کبھی دنیا کی فراوانی کی دعا نہیں مانگی	۲۶۹
۳۳۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور جنتی دستر خوان	۲۷۰
۳۳۶	فضول دنیا کا خیال آنا بھی بُری بات ہے	۲۷۰
۳۳۷	اللہ تعالیٰ ہماری سوچ کو حضور ﷺ جیسی بنا دے	۲۷۱
۳۳۸	ایک بزرگ کی عجیب بات	۲۷۲
۳۳۹	ایک پیاری دعا	۲۷۲
۳۴۰	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غم	۲۷۳
۳۴۱	اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا	۲۷۳
۳۴۲	ساس، خسر کو ہدایت	۲۷۴
۳۴۳	بہو کو ہدایت	۲۷۵
۳۴۴	آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں کا اختیار دیا	۲۷۵
۳۴۵	ماں باپ توجہ دیں	۲۷۶
۳۴۶	ازواجِ مطہرات کو ہدایت	۲۷۶
۳۴۷	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیارا جواب	۲۷۷

۳۴۸	شادیاں ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں	۲۷۸
۳۴۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست	۲۷۸
۳۵۰	اچھی بات چھپانی نہیں چاہیے	۲۷۹
۳۵۱	تمام بیویوں کا ایک ہی جواب	۲۷۹
۳۵۲	اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہات المؤمنین کو انعام	۲۸۰
۳۵۳	ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی معلمہ ہیں	۲۸۱
۳۵۴	دوسروں کو دین سکھانا ضروری ہے	۲۸۲
۳۵۵	ازواجِ مطہرات کی ایک اور فضیلت	۲۸۲
۳۵۶	ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک امتیازی مقام	۲۸۳
۳۵۷	ایک خاص نصیحت	۲۸۳
۳۵۸	دوسری نصیحت	۲۸۴
۳۵۹	تیسری نصیحت	۲۸۵
۳۶۰	شادیاں سنت کے مطابق ہوں	۲۸۵
۳۶۱	اِس واقعے کے وقت کی ازواجِ مطہرات کے مبارک نام	۲۸۶

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ:
حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ

۳۶۲	سورۂ تحریم	۲۹۲
۳۶۳	کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا ہمارے اختیار میں نہیں	۲۹۳

۳۶۴	کسی ضرورت کی وجہ سے حلال کو حرام سمجھنا؟	۲۹۳
۳۶۵	ثواب کی نیت سے حلال چیز کو عملاً چھوڑ دینا؟	۲۹۴
۳۶۶	بیماری کی وجہ سے کوئی حلال چیز چھوڑ دینا؟	۲۹۴
۳۶۷	واقعہ کی ابتدا	۲۹۴
۳۶۸	خاندان کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی	۲۹۴
۳۶۹	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش	۲۹۵
۳۷۰	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح	۲۹۵
۳۷۱	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے دوسرے نکاح کا فکر	۲۹۶
۳۷۲	حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش	۲۹۶
۳۷۳	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش	۲۹۶
۳۷۴	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص سے	۲۹۷
۳۷۵	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مہر اور وفات	۲۹۸
۳۷۶	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ	۲۹۸
۳۷۷	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوش نصیبی	۲۹۹
۳۷۸	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی	۲۹۹
۳۷۹	اصل واقعہ	۳۰۰
۳۸۰	ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا بہت بڑا امتحان	۳۰۰
۳۸۱	عصر کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول	۳۰۰

۳۸۲	ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد کا شربت	۳۰۱
۳۸۳	سوکنوں کا آپس میں مشورہ	۳۰۱
۳۸۴	آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدبو سے نفرت فرماتے تھے	۳۰۲
۳۸۵	بدبو ختم کر کے استعمال کرنا چاہیے	۳۰۲
۳۸۶	آپ کے منہ سے ''مَغافِر'' کی بو آرہی ہے	۳۰۳
۳۸۷	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا	۳۰۳
۳۸۸	بات صاف صاف کرنی چاہیے	۳۰۴
۳۸۹	اپنی بیوی کا دل خوش کرنا	۳۰۴
۳۹۰	واقعہ کے سلسلے میں دوسری روایت	۳۰۴
۳۹۱	داڑھی کی تشکیل	۳۰۶
۳۹۲	انسان اپنے فائدے کی چیز زیادہ دیر تک چھپاتا نہیں ہے	۳۰۷
۳۹۳	بڑی بے شرمی کی بات	۳۰۷
۳۹۴	اللہ سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے	۳۰۷
۳۹۵	دوسروں کی غلطی کو چھپانا چاہیے	۳۰۸
۳۹۶	ایسے موقع پر انسان کا دماغ کہاں جاتا ہے؟	۳۰۸
۳۹۷	نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز ظاہر کرنے پر گرفت	۳۰۸
۳۹۸	توبہ کرلو	۳۰۹
۳۹۹	واقعے کو نقل کرنے کی ایک توجیہ	۳۱۰
۴۰۰	حسنِ اخلاق کا بہترین درس	۳۱۰

۴۰۱	کسی سے غلطی ہو جائے تو اس کو بدنام نہیں کرنا چاہیے	۳۱۱
۴۰۲	ایک چنگاری پورے آشیانے کو ویران کرسکتی ہے	۳۱۱
۴۰۳	بڑے گھرانے کی عورتوں کو نصیحت	۳۱۱
۴۰۴	ایک اہم بات	۳۱۲
	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ظِہار کا واقعہ (حصہ:۱)	
۴۰۵	سورۂ مُجادلہ کی وجہِ تسمیہ اور ایک خوبی	۳۱۵
۴۰۶	زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر مظالم	۳۱۶
۴۰۷	ظِہار کا مطلب	۳۱۷
۴۰۸	زمانۂ جاہلیت میں ظِہار کی حیثیت	۳۱۷
۴۰۹	’’ظِہار‘‘ زبانی ظلم ہے	۳۱۸
۴۱۰	آپ ﷺ کی پیاری تعلیمات میں ہر مصیبت کا علاج ہے	۳۱۸
۴۱۱	بیوی سے اظہارِ محبت میں بھی حدودِ شریعت ضروری ہے	۳۱۹
۴۱۲	ہر ایک سے محبت کا طریقہ الگ ہوتا ہے	۳۱۹
۴۱۳	نبیوں کی زبان پر بیوی کے لیے ادب بھرے الفاظ	۳۲۰
۴۱۴	شوہر کے لیے اہم نصیحت	۳۲۰
۴۱۵	نکاح کے خطبے میں پڑھی جانے والی آیتوں میں تقوے کی تاکید	۳۲۱
۴۱۶	طلاق کوئی گالی نہیں ہے	۳۲۱
۴۱۷	صاحبِ واقعہ کا نام اور تعارف	۳۲۲
۴۱۸	خوب صورتی اور مال داری اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں	۳۲۳

۴۱۹	واقعہ کیا ہوا تھا	۳۲۳
۴۲۰	ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے؛ ورنہ بعد میں افسوس ہوتا ہے	۳۲۴
۴۲۱	میاں بیوی کا آپس میں مباحثہ اور معاملہ آپ ﷺ کی خدمت میں	۳۲۴
۴۲۲	شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو	۳۲۴
۴۲۳	اِس لائن کے چند ضروری مسائل	۳۲۵
۴۲۴	اللہ کی ناراضگی اور پوری رات فرشتوں کی لعنت	۳۲۶
۴۲۵	بیوی کے انکار کے سخت نقصانات	۳۲۷
۴۲۶	صرف روٹی ہی جلے گی، ہماری زندگی نہیں جلے گی	۳۲۸
۴۲۷	وہ اعذار جن کی وجہ سے عورت انکار کرسکتی ہے	۳۲۸
۴۲۸	سفر سے واپسی پر پہلے سے گھر والوں کو اطلاع کی حکمت	۳۲۹
۴۲۹	''ظہار'' کی وجہ سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام سمجھی جاتی تھی	۳۳۰
۴۳۰	شوہر کا سر دھونا خدمت بھی اور محبت بھی	۳۳۰
۴۳۱	آپ ﷺ کے سامنے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا دُکھڑا	۳۳۱
۴۳۲	شادی کے بعد اپنے خاندان والوں سے تعلّق باقی رکھنا چاہیے	۳۳۱
۴۳۳	آپ ﷺ کا جواب اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حالت	۳۳۱
۴۳۴	ایک عجیب حکمت کی بات	۳۳۲
۴۳۵	شوہر کی شکایت؛ لیکن آہستہ آواز سے	۳۳۳
۴۳۶	عورتوں کے لیے اہم سبق اور نصیحت	۳۳۳
۴۳۷	اللہ تعالیٰ کی قدرت	۳۳۴

۴۳۸	دعا کی قبولیت اور قیامت تک کے لیے آسانی	۳۳۴
۴۳۹	نزولِ وحی اور اس کی کیفیت	۳۳۵
۴۴۰	صرف منہ سے بولنے کی وجہ سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی	۳۳۵
۴۴۱	ظہار کے مختلف کفارے	۳۳۶
	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ظہار کا واقعہ (حصہ:۲)	
۴۴۲	گذشتہ سے پیوستہ	۳۴۲
۴۴۳	آپ ﷺ کی عجیب رحمت	۳۴۳
۴۴۴	پریشان حال شوہر پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے	۳۴۴
۴۴۵	شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید	۳۴۴
۴۴۶	جب نااتفاقی ہوجائے تو ایک دوسرے سے معافی مانگ لیوے	۳۴۵
۴۴۷	ندامت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے	۳۴۵
۴۴۸	ایک علمی نکتہ	۳۴۶
۴۴۹	اپنے حق کے لیے بحث ومباحثہ کرنا جائز ہے	۳۴۷
۴۵۰	میاں بیوی کے درمیان نااتفاقی کا قرآنی حل	۳۴۷
۴۵۱	میاں بیوی کے درمیان حَکَم مقرر کرو	۳۴۸
۴۵۲	حَکَم کے اوصاف	۳۴۹
۴۵۳	ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے	۳۵۰
۴۵۴	مجبوری کی وجہ سے غیر محرم سے ضروری بات کرسکتی ہے	۳۵۰
۴۵۵	مصیبت کے موقع پر اللہ ہی سے فریاد کرنی چاہیے	۳۵۲

۴۵۶	مسئلے کا حل جاننے والوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے	۳۵۳
۴۵۷	گناہ یا دنیوی مفاد کے لیے شوہر پر دباؤ ڈالنا مناسب نہیں	۳۵۳
۴۵۸	شریعت کی جامعیت؛ سزا میں بھی غریبوں کا فائدہ	۳۵۴
۴۵۹	روزے والے کفارے میں نفس کی اصلاح	۳۵۴
۞	شہرِ طیبہ (از مرتب)	۳۵۶
	عورتوں کے بناؤ سنگار کے مسائل	
۴۶۰	زلزلہ آنے کی ایک بڑی وجہ	۳۵۹
۴۶۱	آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب	۳۶۰
۴۶۲	جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے	۳۶۱
۴۶۳	خودکشی حرام ہے	۳۶۱
۴۶۴	عورت شریعت کی حد میں رہ کر زینت اختیار کرے	۳۶۱
۴۶۵	بیوٹی پارلر میں جانے کا حکم	۳۶۲
۴۶۶	میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات	۳۶۳
۴۶۷	بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات	۳۶۴
۴۶۸	زینت میں اسراف کے نقصانات	۳۶۴
۴۶۹	ایک مسئلہ	۳۶۴
۴۷۰	بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں	۳۶۵
۴۷۱	بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے	۳۶۶

۴۷۲	ایک خاص نصیحت	۳۶۶
۴۷۳	قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے	۳۶۶
۴۷۴	مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں	۳۶۷
۴۷۵	حسن کے لیے دانتوں کے درمیان جگہ کروانا اور وِگ (Wig) پہننا	۳۶۸
۴۷۶	آئی برو (eyebro) کروانا جائز نہیں ہے	۳۶۸
۴۷۷	عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے	۳۶۹
۴۷۸	بے پردہ باہر نکلنا	۳۶۹
۴۷۹	مردوں جیسے کپڑے	۳۷۰
۴۸۰	ایک واقعہ	۳۷۰
۴۸۱	ایک نصیحت بھرا لطیفہ	۳۷۱
۴۸۲	میک اپ (Make up) کی جائز مقدار	۳۷۱
۴۸۳	لپسٹک (Lipstick) لگانا کیسا ہے؟	۳۷۲
۴۸۴	ناخن پر لال رنگ (Nail polish)	۳۷۲
۴۸۵	چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں	۳۷۲
۴۸۶	مہندی استعمال کرنا جائز ہے	۳۷۳
۴۸۷	زیورات کس حد تک جائز ہیں؟	۳۷۳
۴۸۸	کونسا زیور پہننا جائز ہے؟	۳۷۴
۴۸۹	گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے	۳۷۴
۴۹۰	سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات	۳۷۵

۴۹۱	عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے	۳۷۶
۴۹۲	ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟	۳۷۷
۴۹۳	حروفِ مقطعات والی انگوٹھی	۳۷۷
۴۹۴	عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے	۳۷۸
۴۹۵	کونسا پرفیوم استعمال کرسکتے ہیں؟	۳۷۹
۴۹۶	بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے	۳۷۹
۴۹۷	عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں	۳۷۹
۴۹۸	خلاصۂ کلام	۳۸۰
۴۹۹	جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال	۳۸۰
۵۰۰	سورۂ کہف کی فضیلت	۳۸۰
۵۰۱	درود شریف کی فضیلت	۳۸۱
۵۰۲	جمعہ کی ایک مقبول گھڑی	۳۸۱
۵۰۳	جمعہ کی سنتیں	۳۸۲
۞	قرآنی خواتین ایک نظر میں	۳۸۳

ابولہب اور اُس کی بیوی اُمِ جمیل کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: اروٰی تھا۔

کنیت: امِ جمیل تھی۔

لقب: ''العوراء'' تھا۔

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ترین مخالف تھی۔

اس کی ایک خاص عادت مشرکین کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چغلی کرنا تھی۔

دوسری بری عادت یہ تھی کہ: وہ لوگوں کے درمیان دشمنی کرواتی تھی۔

کانٹے ڈھونڈ ڈھونڈ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر ڈال دیتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فقیر اور نادار ہونے کی عار دلاتی تھی۔

مال دار ہونے کے باوجود بخل کا حال یہ تھا کہ: گھر چلانے کے لیے جنگل سے لکڑیاں اٹھا کر لاتی تھی؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو عار اور شرم دلانے کے لیے ''حمّالۃ الحطب'' یعنی لکڑیاں اٹھانے والی سے تعبیر فرمایا۔ (روح المعانی ۱۵/۴۹۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے ﴿۱﴾ اس کا مال اور اس کی کمائی اس کے کچھ کام نہیں آئی ﴿۲﴾ وہ عنقریب (مرتے ہی) ایک بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا ﴿۳﴾ اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کرلاتی ہے ﴿۴﴾ اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی (چبھنے والی) رسی ہوگی۔ ﴿۵﴾

یعنی آخرت میں جہنم کے طوق وسلاسل اس کی گردن میں پڑے ہوں گے اور دنیا میں بھی اسی طرح ایک رسی گلے میں پھنس گئی جو موت کا سبب بنی۔ ''گردن'' عورت کے لیے حسن کی جگہ ہے، جہاں عورت خوب صورت ہار پہن کر زینت کی نمائش کرتی ہے، اس عورت امِ جمیل کے لیے وہ زینت کی جگہ کے بجائے عذاب کی جگہ بن گئی۔

بُرا جوڑا

آج کی اِس مجلس میں قرآن میں مذکور ایک ایسے جوڑے کا قصہ آپ کو سناتا ہوں جو جوڑا یعنی میاں بیوی دونوں حضرت نبیِ کریم ﷺ کے بڑے کٹّر دشمن تھے، اور بڑی خطرناک انھوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دشمنی کی؛ یعنی ابولہب اور اس کی بیوی کا قصہ۔

چچا، چچی خود خطرناک دشمن

یہ ابولہب حضرت نبیِ کریم ﷺ کا چچا ہوتا تھا اور اس کی بیوی یعنی امِ جمیل حضرت نبیِ کریم ﷺ کی چچی ہوتی تھی، یہ دونوں میاں بیوی حضرت نبیِ کریم ﷺ کے بڑے خطرناک اور پکّے دشمن تھے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی محبت میں اور حضور ﷺ کو سچا ماننے میں سب سے پہلے نمبر پر تھے، اسی طرح یہ ابولہب اور اس کی بیوی حضرت نبیِ کریم ﷺ کو جھٹلانے میں، حضور ﷺ کی مذاق اڑانے میں اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے میں سب سے پہلے نمبر پر تھے۔

ابولہب کا معنیٰ اور اِس نام سے مشہور ہونے کی وجہ

ابولہب کا اصل نام تو عبد العزیٰ تھا، مگر وہ اپنی کنیت ''ابولہب'' ہی سے مشہور ہوا، دراصل دنیوی اعتبار سے ابولہب بڑا خوش نصیب تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت خوب صورت بنایا تھا، اتنا خوب صورت تھا کہ کوئی جب زیادہ سفید (Extra White) ہوتا ہے تو اس میں لال رنگ آجاتا ہے۔ اِس آدمی کا چہرہ بھی لال رنگ کا تھا اور لال رنگ کی بھڑکتی آگ کو عربی میں ''لہب'' (شعلہ) کہتے ہیں، اس پر سے اس کا یہ نام ''ابولہب'' یعنی: آگ کا باپ (Father of the fire) مشہور ہوا۔

(روح المعانی ۱۵/ ۴۹۷)

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ: اس کے پاس سونا بہت تھا، پورا کمرہ بھر کے اُس کے پاس سونا تھا، اور جس کمرہ میں سونا ہوتا ہے وہ پیلا پیلا دکھتا ہے، اور پیلا رنگ آگ کا

بھی ہوتا ہے، اس پر سے اس کا نام ابولہب مشہور ہو گیا تھا؛ یعنی آگ کے رنگ جیسا گولڈ، پیلا سونا اس کے پاس بہت زیادہ تھا۔

(روح المعانی ۱۰/ ۴۹۷۔موسوعۃ التفسیر الماثور ۲۳/ ۶۶۳-۶۶۴)

ابولہب بڑا خوش نصیب تھا

اس آدمی کی خوش نصیبی دیکھو کہ پورے عرب کے سب سے اچھے خاندان: قریش -جن کے نام پر قرآن میں سورت ہے: لایلف قریش -کا یہ ممبر تھا۔

دوسری خوش نصیبی یہ کہ نبی کریم ﷺ کے دادا عبد المطلب کا خاندان قریش میں بھی سب سے زیادہ عزت والا تھا، ابولہب اسی عبد المطلب کا بیٹا تھا۔

تیسری خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت خوب صورت بنایا تھا۔

چوتھی خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت مال دار بنایا تھا۔

پانچویں خوش نصیبی یہ کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا چچا ہوتا تھا۔

چھٹی خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد نصیب فرمائی تھی۔

ساتویں خوش نصیبی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عہدہ وسرداری بھی عنایت فرمائی تھی۔

اتنی ساری خوش نصیبی اس میں جمع تھیں۔

ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ

ابولہب کے بارے میں ایک عجیب قصہ بھی آپ کو سناؤں:

آپ جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ابا کا پہلے انتقال ہو گیا تھا، ابولہب کی ایک

باندی تھی جس کا نام "ثوَیبہ" تھا، اس نے خود نبیِ کریم ﷺ کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔

آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی خوش نصیب عورتیں

مختلف سیرت کی کتابوں کا خلاصہ یہ ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا: ① آپ کی والدہ آمنہ ② ثویبہ ③ خولہ بنتِ منذر ④ سعدیہ (یہ حلیمہ کے علاوہ دوسری کوئی عورت تھی) ⑤ ⑥ ⑦ تینوں کا نام عاتکہ لکھا ہے ⑧ حلیمہ سعدیہ

(سیرت احمد مجتبیٰ ۱/ ۶۳)

پہلے سات دن حضور ﷺ کو آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے دودھ پلایا، اور پھر ثویبہ نے نبی کریم ﷺ کو آٹھ دن دودھ پلایا، اور قدرتی بات دیکھو! نبیِ کریم ﷺ کے دوسرے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، تو حضور ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ چچا بھتیجے بھی ہوتے ہیں اور آپس میں دودھ شریک بھائی بھی ہوتے ہیں۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی کو آزاد کر دیا

سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: جب نبیِ کریم ﷺ پیدا ہوئے تو اسی ثویبہ باندی نے ابولہب کو جا کر خوش خبری دی کہ تمھارے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا، اس پر ابولہب بہت خوش ہوا، اتنا خوش ہوا کہ یہ باندی جو خوش خبری سنانے گئی تھی اس کو اس نے اشارہ کر کے کہا کہ: جا! تجھے میں نے آزاد کر دیا۔

آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں باندی آزاد کرنے کا انعام

جب ابولہب مر گیا تو ایک سال بعد اس کے بھائی یعنی نبیِ کریم ﷺ کے چچا

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کو ایک دن خواب میں دیکھا کہ ابولہب بہت تکلیف میں ہے، بہت پریشان ہے، کہنے لگا کہ: تمھارے بعد یعنی مرنے کے بعد میں نے کوئی راحت نہیں دیکھی، بس! اتنا ہے کہ پیر کے دن عذاب تھوڑا ہلکا ہوجاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر کے دن نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے اور ابولہب نے اس خوشی میں اپنی باندی کو آزاد کیا تھا؛ اس لیے پیر کے دن عذاب تھوڑا ہلکا ہوجاتا ہے۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ابولہب نے کہا کہ: انگلی کے اوپر جتنا پانی آسکتا ہے اتنا تھوڑا سا پانی مجھے ہر پیر کے دن پلایا جاتا ہے۔

(بخاری، کتاب النکاح، ح:۵۱۰۱۔ فتح الباری ۹/ ۱۸۰)

باقی جہنم میں کسی کو پانی نہیں ملتا ہے؛ لیکن اس ابولہب کو جہنم کے عذاب میں بھی ہر پیر کو تھوڑا سا پانی دیا جاتا ہے، جس انگلی سے اشارہ کرکے اس نے ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس انگلی پر جتنا پانی آوے اتنا پانی اس کو ملتا ہے۔ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر باندی کو آزاد کرنے کا یہ فائدہ اس کافر کو آخرت میں بھی ملتا ہے۔

دین کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کو طلاق

اس ابولہب کے دو بیٹے تھے، ایک بیٹے کا نام عتبہ اور دوسرے کا نام عُتَیبہ تھا، ان دونوں لڑکوں کے ساتھ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیاں: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی تھی اور ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا اعلان کیا، دین کی دعوت دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ چچا، سمدھی؛ دشمن بن گیا اور اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے دونوں بیٹوں سے کہا کہ: تم اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دے دو؛

چناں چہ اس نے حضور ﷺ کی دشمنی میں، ایمان کی دشمنی میں اپنے دونوں بیٹوں کے پاس حضور ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوادی۔ (روح المعانی ۱۵/ ۴۹۹)

حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ

یہ طلاق دینا ان کے لیے رحمت ہوگیا، کہ طلاق کے بعد ان دونوں کی شادی ایک کے بعد ایک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوئی، پہلے ایک بیٹی سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا، جب اس بیٹی کا انتقال ہوگیا تو دوسری بیٹی کے ساتھ نبیِ کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی کروادی، جب دوسری بیٹی کا انتقال ہوگیا تو نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اگر میری چالیس لڑکیاں ہوتیں تو میں ان سب کی شادی عثمان کے ساتھ کرواتا۔

یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں، سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ: تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں میں اور نبی پر ایمان لانے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اکیلے ایسے خوش نصیب آدمی ہیں کہ نبی کی ایک کے بعد ایک دو بیٹیاں ان کے نکاح میں آئیں، یہ فضیلت کسی نبی کے کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی؛ اسی لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب "ذی النورین" یعنی "دونور والے" ہے، کہ حضور ﷺ کی دونورِ نظر: حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا۔

غرض! ابولہب کو حضور ﷺ اور اسلام کے ساتھ ایسی دشمنی تھی کہ اس نے اپنے دونوں لڑکوں کے پاس حضور ﷺ کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دلوادی، اندازہ لگاؤ! حضور ﷺ کو کتنا رنج ہوا ہوگا؟ کتنا صدمہ ہوا ہوگا؟ ایک ساتھ دو دو بیٹی کو طلاق ہو جاوے، مگر دین کے خاطر حضور ﷺ نے اس صدمے کو بھی برداشت کرلیا۔

علی الاعلان دعوتِ اسلام کا حکم

حدیث میں ایک اَور واقعہ بھی آیا ہے کہ: نبیِ کریم ﷺ کو جب اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا تو تین سال تک حضور ﷺ چپکے چپکے لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے رہے، جب تین سال گذر گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ﴿۲۱۴﴾ (الشعراء)

(اے نبی!) تم اپنے قریبی رشتے داروں کو (نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) ڈراؤ۔

جب یہ آیت نازل ہوئی- جس میں حضور ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ اب چپکے چپکے نہیں؛ بلکہ اب لوگوں کو کھلم کھلا ایمان کی دعوت دو اور سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دو- تو حدیث میں آتا ہے کہ: نبیِ کریم ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے (یہ صفا مروہ کا جو علاقہ ہے اس کے پیچھے کی طرف قریش کا خاندان رہتا تھا؛ اسی لیے حضور ﷺ صفا پہاڑ پر چڑھے) اور اپنے خاندان بنی عبدالمطلب کے لوگوں کو جمع کیا، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو نبیِ کریم ﷺ نے ان کو پوچھا کہ: بتاؤ! اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے کی طرف سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟

چوں کہ حضور ﷺ پہاڑ کے اوپر تھے اور لوگ نیچے تھے، کہ آپ ﷺ پیچھے دیکھتے تھے اور لوگوں کی نظر پیچھے نہیں جاتی تھی۔

تمام قریشی لوگ کہنے لگے: اے محمد! آپ ہمیشہ سچ ہی بولے ہیں:

مَا جَرَّبْنَاكَ كَذِباً قَطُّ

کبھی ہم نے آپ کو جھوٹ بات بولتے نہیں دیکھا۔

اللہ ہمیں بھی ہر بات اور کام میں سچا بنا دیں، آمین۔

پہاڑی پر وعظ

اس کے بعد حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

اے میرے قریش خاندان کے لوگو! اے عبد المطلب کے لوگو!

سنو! میں تمھیں شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں، اپنی جانوں کو بچاؤ، اللہ نے مجھے اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو ایمان کی دعوت اور قریبی رشتے داروں کو جہنّم سے ڈرانے کا حکم دیا، تم قریش کے لوگ میرے رشتے دار ہو، میں تم کو اللہ سے کچھ دلوانے اور آخرت میں تمھیں کسی حصے سے مالا مال کرنے کا اختیار نہیں رکھتا: اِلا یہ کہ تم ''لا الہ الا اللہ'' کے قائل ہو جاؤ، تب میں تمھارے رب کے یہاں اس کی گواہی دوں گا، اس کلمے کی برکت سے عرب تمھارے تابع اور عجم تمھارا مطیع ہو جائے گا۔ (سیرت احمد مجتبیٰ ۱/۱۸۶) (بخاری شریف، کتاب التفسیر، باب قولہ وانذر عشیرتک الاقربین، ح: ۴۷۷۰)

آپ ﷺ کا سب سے پہلا دشمن

کہتے ہیں کہ: اس وقت سب سے پہلے حضور ﷺ کو جھٹلانے کے لیے یہی ابولہب کھڑا ہوا، ہاتھ میں ایک پتھر اٹھایا اور پتھر اٹھا کر نبیِ کریم ﷺ کی طرف مارا، ساتھ ہی اس نے عربی میں گالی دی:

تبّاً لك یا محمد! اَلِھٰذا جمَعْتَنا؟

اے محمد! تو برباد ہو، کیا اسی لیے تو نے ہم کو جمع کیا تھا؟۔ (روح المعانی ۱۵/ ۴۹۷)

چوں کہ اس نے حضور ﷺ کو یہ گالی دی؛ چناں چہ جن برے الفاظ سے اس نے حضور ﷺ کو بد دعا دی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے لیے اسی طرح کے الفاظ استعمال کیے، جن کو لوگ قیامت تک پڑھتے رہیں گے۔

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے۔

ابولہب کا نام عبد العزیٰ تھا

اس کا نام تو عبد العزیٰ تھا، عُزّیٰ ایک بت کا نام ہے، عبد العزیٰ کا مطلب: عزیٰ بت کا بندہ، اس کا نام مشرکانہ طرز کا تھا؛ اسی لیے قرآن میں اس کا نام نہیں آیا؛ بلکہ اس کی کنیت ''ابولہب'' آئی ہے۔ (طبری ۱۲/ ۷۳۴۔ روح المعانی ۱۵/ ۴۹۶)

ابولہب کی اسلام دشمنی

بہر حال! سب سے پہلے حضور ﷺ کے خلاف دشمنی کے لیے کھڑا ہونے والا یہی ''ابولہب'' تھا، حضور ﷺ جہاں بھی لوگوں کو ایمان کی دعوت دیتے تو یہ لوگوں کے پاس جا کر حضور ﷺ کو جھوٹا بتلاتا تھا، کہتا کہ: اس کی بات مت سنو، نعوذ باللہ! یہ جھوٹا ہے اور حضور ﷺ کو تکلیف دیتا تھا۔

کیسا چچا ہوگا کہ اپنے بھتیجے کو ستا رہا ہے؛ حالاں کہ عرب میں اس زمانے میں رشتے داریوں کا بڑا لحاظ رکھتے تھے؛ لیکن محض ایمان کی وجہ سے یہ حضور ﷺ کا دشمن بنا ہوا تھا۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے رشتے داروں اور خاندان والوں کو ایمان کی دعوت دو، تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: علی! ایک دعوت کی تیاری کرو۔ (طبری ۹/ ۴۸۳-۴۸۴)

دینی دعوت کے لیے کھانے کا انتظام

چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک بکری کا آگے والا پیر اور دودھ کا ایک بھرا ہوا پیالا لائے، اور ایک صاع یعنی تقریباً ساڑھے تین کلو اناج لائے، اس زمانے کے اعتبار سے اتنا کھانا ایک یا دو آدمی کے لیے چل سکتا ہوگا، اور اتنا کھانا تیار کرنے کے بعد نبیِ کریم ﷺ نے اپنے پورے خاندان بنو عبد المطلب کے لوگوں کو جمع کیا۔

دیکھو! حضور ﷺ نے لوگوں کو دین اور ایمان سکھانے کے لیے کھانے کی بھی دعوت کی، یہ بھی ایک ترتیب ہے۔

مولانا اسماعیل صاحب کاندھلویؒ کا ایک عجیب معمول

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے والد حضرت مولانا اسماعیل صاحبؒ کے حالات میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے لکھا ہے کہ: میوات کے علاقے سے جو مزدور لوگ کام کرنے آتے تھے، ان مزدوروں کو مسجد میں لاتے، پورا دن کلمہ، نماز، وضو، غسل سکھاتے، اور شام ہوتی تو ان مزدوروں کو مزدوری کے پیسے دے کر گھر روانہ کرتے تھے۔ اِس طرح دعوت کا یہ مبارک کام شروع ہوا، اور اس ترتیب سے نظام الدین پر ''مدرسہ کاشف العلوم'' شروع ہوا۔

گھر میں کام کرنے والوں کے دین کی فکر کرنی چاہیے

میری دینی بہنو! آپ یہ بھی نیت کرلو! اپنے گھروں میں جو کام کرنے والے، خدمت کرنے والے ہوتے ہیں ان کے کام کاج کے ساتھ ساتھ ان کی دین داری کی بھی فکر کریں گے، ان کو کلمہ سکھائیں گے، نماز سکھائیں گے، قرآن سکھائیں گے، وضو، غسل سکھائیں گے، آپ کو دعوت وتبلیغ کا ثواب بھی ملے گا، اور یہ دین دار بنیں گے تو وفادار بنیں گے، بے دین ہوں گے تو بے وفائی کریں گے۔ آپ کے پاس بہت اچھا موقع ہے، اور یہ حضور ﷺ کی سنت سے ہمیں سیکھنے کو ملتا ہے۔ اور ایسا کام تو ہم بھی کر سکتے ہیں کہ کسی غریب کو اپنے یہاں بلوا کر دو وقت کا کھانا کھلایا، اب ان کو نماز سکھاؤ، کلمہ سکھاؤ، وضو سکھاؤ، قرآن کی سورتیں یاد کراؤ، یہ ترتیب بھی ہم کر سکتے ہیں، کتنی اچھی ترتیب ہے جو نبیِ کریم ﷺ نے ہمیں سکھائی؟

لوکیشن یعنی اطراف کے گاؤں میں چلے گئے، ایک دن، دو دن، تین دن جماعت کی نیت سے اور وہاں جا کر کھانے کی دعوت کی، سب کو جمع کیا اور ساتھ میں اللہ کا دین بھی سکھا دیا، یہ ترتیب بھی ہم اپنا سکتے ہیں۔

ہمارے بعض دوست چالو تنخواہ پر ملازموں کو سال میں ایک مرتبہ چالیس (۴۰) دن اور مہینے میں تین دن جماعت میں جانے کی اجازت دیتے ہیں، اور بہت سی جگہ پر یہ نظم ہے کہ ملازموں کے لیے کام کے ساتھ مکتب کی تعلیم اور نماز، مسائل وغیرہ سیکھنے کے لیے کچھ وقت فارغ دیا جاتا ہے، یعنی ملازمت (نوکری) کے اوقات ہی میں سے اس کی گنجائش نکالی جاتی ہے، یہ بھی بڑا دینی کام ہے، ہم امت کے ابتدائی دور کو دیکھتے ہیں

تو غلام اور باندیاں تک محدث اور بڑے بڑے عالم ہوتے تھے۔

بہر حال! گھر میں کام کے لیے آنے والوں پر بھی تھوڑی محنت کرو، ان شاء اللہ اس کا آپ کو بہت ثواب ملے گا۔

ایک آدمی جتنا کھانا چالیس آدمیوں نے کھایا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک آگے والا پیر، ایک دودھ کا پیالا اور ساڑھے تین کلو اناج جمع کیا، بنو عبدالمطلب خاندان کے چالیس آدمی جمع ہو گئے، اس بکری کی ٹانگ کو اٹھایا اور دانت سے اس کو چیرا اور چیر کر پیالے میں رکھ دیا، (کس نے اٹھایا؟) اور سب لوگو سے کہا: اللہ کا نام لو اور کھانا شروع کرو، یہ کھانا اس زمانے کے لحاظ سے ایک آدمی کا ہو سکتا تھا؛ لیکن جب اللہ کا نام لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کھلایا تو ایسی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے پیٹ بھر کر کے کھانا کھایا اور کھانا بچ بھی گیا۔ پھر حضور ﷺ نے کہا: دودھ پلاؤ، سب نے دودھ پی لیا۔ (طبری ۹/ ۴۸۴)

ابولہب کی شرارت

جب کھانا اور دودھ ہو گیا تو نبیِ کریم ﷺ کھڑے ہو کر ان کو ایمان کی دعوت دینا چاہتے تھے، دین کی بات سنانا چاہتے تھے؛ مگر یہی ابولہب کھڑے ہو کر سب لوگوں کو کہنے لگا: چلو! یہاں سے اٹھو! محمد نے تمھارے کھانے پر جادو کر دیا ہے، ایسا جادو ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔

بس! یہ بات اس نے کہی اور سب لوگ نکل کر چلے گئے؛ گویا اس نے حضور ﷺ کو

بات بھی نہیں کرنے دی۔ (طبری ۹/ ۴۸۴)

دوسرے دن کھانے کی دعوت اور اسلام کی دعوت

دوسرے دن پھر نبیِ کریم ﷺ نے دوبارہ اسی طریقے سے کھانا تیار کروایا اور آپ ﷺ نے کچھ دین کی باتیں ان کو سنائیں، فرمایا:

اے بنی عبد المطلب! مجھے کسی ایسے جوان کا علم نہیں جو اپنی قوم کے لیے میری لائی ہوئی دعوت سے زندگی گزارنے کا طریقہ لایا ہو، میں تمھارے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی چاہتا ہوں۔

اے عبد المطلب کی اولاد! اے عباس! اے میری پھوپھی صفیہ! اے میری بیٹی فاطمہ! تم لوگ اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ؛ کیوں کہ میں اللہ کی پکڑ سے تم کو بچانے کا اختیار نہیں رکھتا؛ البتہ میرے مال میں سے جو چاہو مانگ سکتے ہو، یقین جانو! یہ دینِ حق کی دعوت ہے، تم میں سے کون ہے جو میرا ساتھ دے سکتا ہے، اور کون ہے جو میرا بھائی ثابت ہو؟

اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کروگے؟

اہلِ مجلس پر سناٹا چھا گیا تھا، ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ: یہ میرا بھائی اور مددگار رہے گا۔

لوگو! تم اسی کی سن لو، اسی کی بات مان لو۔

ابولہب نے ابوطالب کو مخاطب کر کے کہا: سنو! اب تم اپنے بیٹے کی فرماں برداری کرو گے؟ یہ کہتے ہوئے قہقہہ لگا کر (زور سے) ہنسنے لگا اور مجلس درہم برہم ہوگئی۔

(سیرت احمد مجتبی: ۱/۱۸۶۔طبری ۹/ ۴۸۴)

میں آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ: یہ ابولہب حضرت نبیِ کریم ﷺ کا بڑا خطرناک دشمن تھا، حضور ﷺ کو جھٹلایا کرتا تھا اور اس کی بیوی بھی نبیِ کریم ﷺ کو پریشان کیا کرتی تھی۔

ابولہب کی بربادی

ایک دن ابولہب لوگوں سے کہنے لگا کہ: یہ محمد لوگوں کو ایسا کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ایسا ہوگا، ویسا ہوگا اور وہ اپنا ہاتھ لوگوں کو دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ: میرے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں آیا اور پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کہنے لگا کہ: تم برباد ہو جاؤ، میں تمھارے اندر ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں دیکھتا ہوں جن کے ہونے کی خبر محمد دیتا ہے، اس نے یہی جملہ کہا تھا: تبا لکما ما أریٰ فیکما شیئا مما قال محمد.

محمد جو بات کہتا ہے ان میں سے کوئی بات تمھارے اندر نہیں ہے۔

بس یہی بات قرآن میں بھی پلٹ کر آئی: ﴿تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ﴾

ترجمہ: ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو چکا ہے۔

اس نے اور اس کی بیوی دونوں نے پوری زندگی آپ ﷺ کی دشمنی میں گذاری۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ﴾

ابولہب کو اس کا مال بھی کام نہیں آیا، اس کی کمائی بھی اس کو کام نہیں آئی، کوئی چیز کام نہیں آئی، اصل مال اور اس کے اوپر کا نفع دونوں چیزیں اس کو کام نہیں آئیں، کوئی

چیز اس کو اللہ کے عذاب سے بچا نہیں سکی۔

اللہ آگے فرماتے ہیں: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ﴾

جیسی اس کی کنیت تھی ایسی آگ کی اللہ نے بات فرمائی کہ: عنقریب دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں وہ داخل کیا جائے گا، اللہ اس کو جہنم کی آگ میں داخل کریں گے۔

قرآن میں جو بددعا آئی اس کا اثر کیسے ظاہر ہوا؟

ابولہب کی عبرت ناک موت

نبی کریم ﷺ ہجرت کر کے مدینۂ پاک چلے گئے، اور اس کے دوسرے سال بدر کی لڑائی ہوئی، بدر کی لڑائی میں یہ ابولہب گیا نہیں تھا، اس لڑائی میں مکہ کے بڑے بڑے کافر مارے گئے؛ لیکن بدر کی لڑائی کے سات دن بعد ابولہب کے بغل کے اندر پلیگ کی پھونسی، چھوٹی سی گلٹی نکلی، عربی میں اس کو "عبسہ" کہا جاتا ہے۔ یہ بیماری ایسی خطرناک ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے اندر سے بدبو وغیرہ بھی نکلتی ہے، اور سب لوگ ڈرتے ہیں کہ جو بھی ایسے مریض کے پاس جائے گا اس کو یہ بیماری لگ جائے گی۔ چناں چہ اس کے سب گھر والوں نے اس کو الگ کر دیا، کوئی اس کے پاس نہیں جاتا تھا۔

(روح المعانی ۱۵/ ۴۹۹)

دیکھو! اللہ نے دنیا میں نقد سزا دے دی کہ گھر والے نفرت کر رہے ہیں۔

بیماری کسی کو لگتی نہیں ہے

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اس طرح سوچنا اور عقیدہ رکھنا درست نہیں

ہے کہ: یہ بیماری چھپی (یعنی متعدی) ہے، یہ چھپی روگ ہے، یہ بیماری ہم کو بھی لگ جائے گی، مقدر میں جو بیماری ہوتی ہے وہ لگتی ہے، اور مقدر میں نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔

جہاں طاعون کی بیماری ہو اس علاقے کے متعلق مسئلہ

حدیث میں آتا ہے:

عن أسامة بن زيد عن النبي قال: إِذَا سَمِعْتُمُ الطَّاعُوْنَ بِأَرْضٍ فَلَاتَدْخُلُوْهَا وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيْهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا.

(بخاری، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون، ح:۵۷۲۸)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون (پلیگ) پھیل چکا ہے تو وہاں مت جاؤ، اور جب کسی جگہ طاعون پھیل جائے اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو تو وہاں سے مت نکلو۔

طاعون والی جگہ سے نکلنے کی ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اگر سبھی بھاگ جائیں گے تو جو لوگ اس بیماری کے شکار ہو چکے ہیں ان کی خیر خبر کون لے گا؟ اور جن لوگوں کی موت واقع ہو جائے گی ان کے کفن دفن کی فکر کون کرے گا؟۔

(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۴)

لوگوں کا عقیدہ خراب نہ ہو جائے

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں لوگوں کا عقیدہ خراب ہوتا ہے، کسی شہر میں اگر طاعون کی بیماری ہے اور تم اس شہر میں چلے گئے اور تقدیر میں تھا؛ اس لیے بیماری ہوگئی،

توتم کیا عقیدہ قائم کروگے؟ کہ میں اس شہر میں گیا اور بیماری ہوگئی؛ حالاں کہ شہر میں جانے سے بیماری نہیں ہوتی، اللہ کے یہاں جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے؛ اس لیے ایک مؤمن مرد اور مؤمن عورت کو یہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ: جو چیز تقدیر میں ہوگی وہ ہوگی۔ نیز گھر میں کوئی فرد بیمار ہو تو اس سے نفرت نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اس کے پاس جاکر اس کی خدمت کرنا چاہیے، اس کا بہت ثواب ہے۔

طاعون والے علاقے سے نکلنے کی تین صورتیں

حدیث میں یہ ارشاد فرمایا ہے:"فلا تخرجوا فِرارا منه" بھاگ کر نہ نکلو، تو نکلنے کی تین شکلیں ہیں:

① پہلی شکل تو یہ ہے کہ آدمی وہاں سے یہ سمجھتے ہوئے بھاگ کر نکلے کہ میں بچ جاؤں، یہ تو حرام ہے۔

② دوسری شکل یہ ہے کہ پہلے سے اس کا پروگرام طے ہو، جیسے آج کل ایک دو مہینے پہلے سے ٹکٹ بک کروا کر رکھا جاتا ہے، اور جس وقت پروگرام طے کیا اس وقت کوئی بیماری بھی نہیں تھی، اتفاق کی بات کہ آپ کا سفر ہونے والا تھا اس کے دس پندرہ دن پہلے بیماری پھیل گئی اور خوب چل رہی ہے، اور آپ کے وہاں جانے کی تاریخ آگئی، تو اب ایسا نہیں ہے کہ آپ اس بیماری کی وجہ سے جا رہے ہیں؛ بلکہ آپ کا پروگرام تو پہلے ہی سے طے تھا، اِس لیے جا رہے ہیں، تو اس میں کوئی اشکال نہیں، آپ بے تکلف نکل کر جاسکتے ہیں۔

③ تیسری شکل یہ ہے کہ آپ کا پہلے سے کوئی پروگرام طے نہیں تھا، بیماری آئی اور

آپ کا بھی کوئی کام نکل آیا، اس لیے آپ وہاں سے جانا چاہتے ہیں، اب اس صورت میں جائیں یا نہ جائیں؟ تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ: نہ نکلیں۔ اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس کام کی وجہ سے جانا چاہتا ہے تو جا سکتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہونا چاہیے کہ میں یہاں سے جاؤں گا تو بچ جاؤں گا۔

الحمدللہ! ہمارے یہاں سورت میں جب طاعون (پلیگ) پھیلا تھا تو کمزور ایمان والے بھی مضبوطی سے جمے رہے، اور اللہ تعالیٰ نے سب کو ایمان کی وہ طاقت عطا فرمائی کہ ہر ایک کہتا تھا کہ یہاں سے کوئی جانا نہیں ہے، اگر موت آنی مقدر ہے تو یہاں بھی آئے گی، اور جہاں جائیں گے وہاں بھی آئے گی۔ (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۹/۴۴۹، ۱۴)

بہر حال! ابولہب اسی بیماری میں مر گیا، جب مر گیا تو اس کی لاش میں سے ایسی بدبو نکل رہی تھی کہ کوئی اس کے پاس جانے کے لیے بھی تیار نہیں تھا۔

بری موت سے بچنے کی دعا

کیسی عبرتناک موت! اللہ ایسی بیماری اور ایسی موت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اللہ سے ایک دعا کیا کرو:

اَللّٰھُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ، وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ، وَ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلٰی أَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَ أَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ.

اے اللہ! بخیلی سے میری حفاظت فرمایئے، اے اللہ! بزدلی سے میری حفاظت فرمایئے، اے اللہ! ایسی حالت سے حفاظت فرمایئے کہ نکمی عمر تک ہم پہنچ جاویں، اے اللہ! دنیا کے فتنوں اور قبر کے عذاب سے بھی حفاظت فرما۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایسے بیمار، ایسے کمزور ہو جاویں، ایسے بستر پر پڑ جاویں کہ کھانے پینے میں محتاج، استنجے میں محتاج، کپڑے میں محتاج؛ ہر چیز میں دوسروں کے محتاج ہو جاویں، اللہ ایسی بیماری سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

یہ بہت پیاری اور جامع دعا ہے، یہ دعا مانگا کرو، خود کے لیے بھی اور گھر والوں کے لیے بھی؛ اس لیے کہ بہت سی مرتبہ ایسی بیماری کی وجہ سے گھر والے نفرت کرتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ کب یہ جاوے۔

تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا

بہر حال! تین دن تک کوئی اس کی لاش کے پاس نہیں گیا، پھر جب لاش سڑنے لگی تو اس کے گھر والوں نے مزدوروں کو بلوایا، مزدوروں نے پہلے دور جنگل میں گڑھا کھودا اور گڑھا کھود کر لمبی لکڑی لائے، اور لمبی لکڑی لا کر دور سے اس کی لاش کو دھکے مارتے مارتے گڑھے میں لے گئے، اور اس میں ڈال دیا اور اوپر سے پتھر ڈال کر اس کی لاش کو دبا دیا۔ (روح المعانی ۱۵/۴۹۹)

یہ ہے نبی کی دشمنی کا انجام، کیسی بری موت آئی کہ مزدور لوگ بھی اس کی لاش کو ہاتھ لگانے کے لیے تیار نہیں!!!

اللہ وقت پر عافیت والی موت عطا فرماوے، موت کے بعد بھی اللہ عافیت عطا فرماوے، بری موت، اور بری حالت سے ہم سب کی ہمیشہ حفاظت فرماوے، آمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کو ایسی بری موت کے ساتھ دنیا سے روانہ کیا، جب کہ آخرت میں اس کے ساتھ کیا ہوگا اس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ﴿سَيَصْلٰى نَارًا

ذَاتَ لَهَبٍ﴾

آخرت میں اللہ اس کو بھڑکتی ہوئی گرم گرم آگ میں داخل فرمائیں گے۔

اور جب اللہ کا عذاب آیا، بری موت آئی تو اس کی اولاد بھی کام نہیں آئی اور اس کا مال بھی کام نہیں آیا، سب چیزیں بے کار ہو کر رہ گئیں۔

ابولہب کی بیوی ام جمیل

آگے اللہ اس کی بیوی کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَّامۡرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الۡحَطَبِ ۚ﴿۴﴾

ترجمہ: اور اس کی بیوی بھی جو سر پر جلانے کی لکڑی اٹھا کر لاتی ہے۔

اس کی بیوی نبیِ کریم ﷺ کی چچی اور ابوسفیان کی بہن تھی اور اس نے اپنا لقب ''امِ جمیل'' رکھا تھا یعنی خوبصورتی کی ماں، اتنی خوب صورت کہ اپنے آپ کو وہ ''ام جمیل'' کہتی تھی، اس کا اصل نام ''اروی'' یا ''حمنہ بنتِ حرب'' تھا، یہ بھی حضور ﷺ کی بڑی دشمن تھی۔ (روح المعانی ۱۵/۴۹۹)

''حمالۃ الحطب'' کا پہلا مطلب

''حمالۃ الحطب'' یعنی لکڑیاں اٹھا کر لانے والی۔ کیا مطلب؟

یہ عورت مال دار کی بیوی تو تھی؛ لیکن ساتھ میں بخیل بہت تھی، ایسی بخیل تھی کہ وہ لکڑیاں کاٹنے کے واسطے جنگل میں جاتی تھی، بخیلوں کا ایسا ہی حال ہوتا ہے، اللہ نے مال دیا ہے، دولت دی ہے تو خیریت سے استعمال کرنا چاہیے، اتنے مال دار کی بیوی؛

لیکن جنگل میں جاتی، گھر میں جلانے کے واسطے لکڑیاں کاٹ کر لاتی، اور ظاہر ہے لکڑیاں لاوے تو اس کو رسی سے باندھنا پڑے گا، تو وہ بہت ساری لکڑیاں کاٹتی، رسیوں سے باندھتی، سر پر اٹھاتی اور اٹھا کر لاتی۔

کہتے ہیں کہ: یہی چیز اس کے لیے موت کا ذریعہ بن گئی، ایک دن یہ بخیل عورت امِ جمیل جنگل میں گئی ہوئی تھی، لکڑیاں اٹھا کر آ رہی تھی، لمبی رسی لکڑیوں کے ساتھ تھی، راستے میں تھک گئی تو ایک جگہ بیٹھ گئی اور وہ رسی اس کے گلے میں تھی، لکڑیاں پیچھے ایک گڑھے میں گر گئی، تو اس کی وجہ سے اس رسی کا پھندا بن گیا، اور جنگل میں ہی تڑپ تڑپ کے مر گئی۔ (روح المعانی ۱۵/ ۵۰۰)

شوہر کی موت بھی بڑی خطرناک آئی اور بیوی کی موت بھی بڑی خطرناک آئی، دونوں اللہ کے نبی کے دشمن، چچا چچی ہو کر بھی حضور ﷺ کے دشمن بنے تو ان کا ایسا برا انجام ہوا۔

”حمالة الحطب“ کا دوسرا مطلب

بعض حضرات نے ”حمالة الحطب“ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ: وہ بڑی چغل خور تھی، چغلی کرنے کی اس کی عادت تھی۔ (روح المعانی ۱۵/ ۵۰۰۔ طبری ۱۲/ ۷۳۶)

چوں کہ جس طرح لکڑی سے آگ لگتی ہے اسی طرح چغل خوری سے بھی انسانوں میں آگ لگتی ہے، جب کوئی آدمی چغل خوری کرتا ہے تو دو خاندان میں، دو آدمیوں میں، دو عورتوں میں لڑائی کی آگ لگ جاتی ہے۔

چغل خوری کا مطلب یہ ہے کہ: یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں

کر کے لڑانا۔ یہ عورت حضرت نبیِ کریم ﷺ کی چغل خوری بھی کرتی تھی۔

اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کی حفاظت

جب یہ آیت ﴿تَبَّتۡ یَدَآ﴾ اتری تو وہ ہاتھ میں ایک پتھر لے کر حضور ﷺ کو تلاش کرنے نکلی، نبیِ کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ آرہی تھی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبیِ کریم ﷺ کو کہا کہ: حضور! وہ آرہی ہے، وہ بدزبان ہے، آپ ادھر کہیں (کسی غار میں) تشریف لے جائیے، کسی مقام پر چھپ جائیے۔ حضور ﷺ نے کہا کہ: نہیں! کوئی بات نہیں، اس کو آنے دو۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے سامنے فرشتوں کو کر دیا، اور وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکی، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ: تمھارے دوست کہاں ہے؟ میں نے سنا ہے کہ اس نے میری برائی کی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: اس گھر کے رب کی قسم! انھوں نے تیری کوئی برائی نہیں کی ہے۔ غصے میں اس نے کہا کہ: ہم ''مذمم'' کے منکر ہیں، اس کے دین کے دشمن ہیں۔

نفرت میں اس نے حضور ﷺ کو ''محمد'' کے بجائے ''مُذَمَّم'' کہا، محمد کا مطلب ہوتا ہے جس کی خوب تعریف کی جائے، اور مذمم یعنی جس کی برائی کی جائے۔ غرض یہ کہ وہ وہاں کھڑے کھڑے مذمم نام لے کر بہت کچھ بکتی رہی، بالآخر تھک ہار کر چلی گئی۔

اس کے جانے کے بعد حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: کس طرح اس کی برائی کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پھیر دیا، وہ مذمم کو برا کہتی ہے اور میں تو محمد ہوں؛ گویا اس کی بدزبانی حضور ﷺ کو لگنے والی نہیں تھی۔ (روح المعانی ۱۵/۵۰۱)

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا

میری دینی بہنو! کبھی چغل خوری نہ کرو، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ. (بخاری، کتاب الأدب، باب ما یکرہ من النمیمۃ، ح:۶۰۵۶)

چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

دیکھو! چغل خوری کا گناہ حضور ﷺ نے قتل کے درجے میں رکھا ہے، اور کوئی آدمی دوسرے آدمی کو ناحق (بلا وجہِ شرعی) قتل کردے تو قرآنِ پاک نے اس کی سزا ہمیشہ ہمیشہ کی جہنّم ذکر فرمائی ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ چغل خوری اس درجے کا خطرناک گناہ ہے!

میری دینی بہنو! ہم دوسرے کو قتل کرنا تو بہت بڑا گناہ سمجھتے ہیں، سود، لون لینے کو بڑا گناہ سمجھتے ہیں؛ لیکن چغل خوری کو ہم گناہ نہیں سمجھتے ہیں، رات دن چغل خوری ہوتی رہتی ہے، توبہ کرو کہ کبھی کسی کی چغل خوری نہیں کرنا، اس سے دو مسلمان بھائی، بہنوں میں لڑائی کی آگ لگتی ہے۔ اللہ ہم سب کو اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

”حمالۃ الحطب“ کا تیسرا مطلب

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ ”حمالۃ الحطب“ اس لیے کہا گیا کہ یہ عورت جہنم میں بھی اپنے شوہر کے ساتھ ہوگی، شوہر ابولہب بھی جہنمی، بیوی بھی جہنمی۔

(مظہری ۱۰/ ۳۵۴)

جہنم میں ایک درخت ہے جس کا نام ”زقوم“ ہے، کانٹے والا، بدبو والا، کڑوا، جس کو جہنمی لوگ کھائیں گے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿۴۶﴾ (الدخان)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ زقوم کا درخت (بڑے) گنہگار (کافر) کا کھانا ہوگا (وہ زقوم) سیاہ تل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، وہ لوگوں کے پیٹوں میں کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش مارے گا۔

تو یہ عورت جہنم میں زقوم کے درختوں کے لکڑیاں کاٹ کر لائے گی اور اپنے شوہر پر ڈالے گی اور اپنے شوہر پر آگ کو بھڑکائے گی، دنیا میں اپنے شوہر کے ساتھ مل کر دونوں ظلم کرتے تھے، کفر کرتے تھے تو اس کی سزا یہ ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ایسے حالات سے ہم سب کی اور پوری امت کی پوری حفاظت فرمائے۔ آمین

"حمالۃ الحطب" کا چوتھا مطلب

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اِمِ جمیل جنگل میں جا کر کانٹے لاتی تھی اور حضور ﷺ کے راستے میں بچھاتی تھی۔ (طبری ۱۲/ ۷۳۷)

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

ترجمہ: اس کی گردن میں خوب مضبوط بٹی ہوئی (چبھنے والی) رسی ہوگی۔

چناں چہ عورت کے گلے میں وہ جگہ جہاں ہار اچھا لگتا ہے؛ لیکن یہاں اللہ نے اسی زینت کی جگہ کو عذاب کی جگہ بناتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی۔

بعض تفسیروں میں یہ لکھا ہے کہ جہنم میں لوہے کے تار کی بنی ہوئی ایک رسی ہوگی جو جہنم میں اس کے گلے میں ڈالی جائے گی۔ (روح المعانی ۱۵ / ۵۰۱)

میری دینی بہنو! یہ دونوں میاں بیوی نبی کے چچا، چچی، مال دار اور خوب صورت، دونوں مکہ کے بڑے عزت والے تھے؛ لیکن نبی کی دشمنی کی اور ایمان نہیں لائے تو کتنی خطرناک اور بری موت آئی؟ اللہ ایسی بری موت سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، نبیِ کریم ﷺ کی سچی پکی کامل محبت ہم سب کو نصیب فرماوے۔ آمین

ایک پیاری دعا

ایک پیاری دعا اللہ سے مانگا کرو: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا قَبْلَ الْمَوْتِ.

اے اللہ! موت کے آنے سے پہلے ہماری مغفرت کردیجیے۔

بلکہ ابھی تو یہ دعا کرو کہ: اے اللہ! اس رمضان کی برکت سے عید کا چاند نکلنے سے پہلے ہماری مغفرت کردیجیے، اور ہماری موت اس حالت میں آوے کہ ہم گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو۔ چناں چہ ایک بزرگ شیخ فریدالدین عطارؒ کا شعر ہے:

چشم دارم از گناہ پاکم کنی	پیش ازایں کاندر لحد خاکم کنی

اے اللہ! قبر میں دفن ہونے سے پہلے ہم کو گناہوں سے پاک کردیجیے، اللہ زندگی ہی میں ہماری مغفرت کے فیصلے فرمادیجیے، رمضان اور اپنی رحمت کی برکت سے اللہ ہم سب کی مغفرت فرمادیجیے۔

وَارْحَمْنَا عِنْدَ الْمَوْتِ. وَلَا تُعَذِّبْنَا بَعْدَ الْمَوْتِ. وَلَا تُحَاسِبْنَا یَوْمَ الْقِیَامَة.

اور اے اللہ! موت کے وقت ہم پر رحم فرمادیجیے، بری موت سے ہم سب کو

حفاظت میں رکھیے۔اے اللہ! موت کے بعد ہم کو عذاب سے بچا لیجیے۔قیامت کے دن حساب سے حفاظت فرمائیے۔

إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

دوسری دعا

میری دینی بہنو! یہ دعا بھی پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِيْ فِي الْمَوْتِ، وَفِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ.(الحزب الأعظم،منزل:٥)

ترجمہ:اے اللہ! میرے لیے موت میں بھی اور موت کے بعد والی زندگی میں بھی برکتیں مقدر فرمائیے۔

روزانہ پچیس مرتبہ یہ دعا پڑھو،حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے،شہادت کی موت نصیب ہوگی چاہے گھر میں بستر پر موت آئے۔ (مجمع الزوائد ۵ / ۳۰۴)

اللہ تعالیٰ بری موت سے حفاظت فرمائے،قبر کے عذاب سے حفاظت کرے، بری بیماری سے حفاظت کرے،آمین۔

کیسا برا یہ میاں بیوی کا جوڑا تھا کہ اللہ نے ان کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے قرآن میں پوری ایک سورت نازل فرمائی، نبی کو برا کہنے گئے، نبی کو گالی دینے گئے، قیامت تک اللہ تعالیٰ نے ان کی بری حقیقت قرآن میں بیان فرمادی۔

ایسا برا جوڑا اور برا خاندان بننے سے اللہ ہماری اور ہماری نسلوں کی پوری حفاظت فرمائے،آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

مکۂ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: ''رائطہ'' تھا۔

بعض کے نزدیک: ''ریطہ بنتِ سعد القرشیہ'' تھا۔

لقب: ''جعواء'' تھا۔

امام سدیؒ کے قول کے مطابق اس عورت کو ''خرقاء'' کہا جاتا تھا، جس کا معنیٰ ہے ''بے وقوف''؛ اس لیے کہ وہ اپنا کپڑا ہاتھ سے بنتی تھی، جب پورا بُن لیتی تو اسے توڑ دیتی۔ (حاشیۃ الجمل علی الجلالین ۲/ ۵۹۵)

''فتح الباری'' میں اس عورت کا نام اِس طرح آیا ہے: ''ریطہ بنتِ عمرو بن کعب بن سعد بن زید مناۃ بن تمیم''۔ (فتح الباری ۸/ ۴۹۳)

امام بلاذریؒ کہتے ہیں کہ: یہ اسد بن عبد العزیٰ بن قصی کی والدہ تھی۔

ابو بکر بن ابو حفصؒ کے قول کے مطابق یہ ''سعیدہ الاسدیہ'' تھی۔

ابو نعیم نے ''معرفۃ الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ عورت ''سعیدہ الاسدیہ'' تھی۔

مقاتل بن سلیمان کے قول کے مطابق اس عورت کا لقب ''جِعرانہ'' تھا۔

(روح المعانی ۷/ ۴۵۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَا هَادِيَ لَه وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۲

ترجمہ: اور (قسم توڑنے میں) تم اس عورت جیسے مت بن جانا جو اپنے سوت کو (محنت کرکے) مضبوط کرنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی کہ تم اپنی قسموں کو (توڑ کر) آپس میں فساد ڈالنے کا بہانہ (ذریعہ) بنانے لگو، اس لیے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے لگے، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمھارا امتحان لے رہے ہیں اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمھارے سامنے اس کی پوری حقیقت کھول دیں گے۔

وقال رسولُ اللّٰهِ ﷺ: نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيْهِمَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ: اَلصِّحَّةُ وَ

الْفَرَاغُ.(بخاری شریف، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لاعیش الاعیش الاخرۃ، ح:۶۴۱۲)

ترجمہ: اللہ کے رسول نے فرمایا کہ: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں: ایک تندرستی اور دوسری فراغت۔

دس مرتبہ درود شریف پڑھ لو:

صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ علٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

صبح وشام دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت

حدیثِ پاک میں آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ: جو مرد یا عورت صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ درود شریف پڑھنے کی عادت بنالیوے تو قیامت کے دن اس کو حضرت نبیِ کریم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ (مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۲۳۔ جامع صغیر، ح: ۸۷۹۲) اور جس کو بھی حضور ﷺ کی شفاعت ملے گی اس کا کام بن جائے گا، اس کے لیے جنت کا داخلہ آسان ہو جائے گا؛ اس لیے بہتر یہ ہے کہ صبح شام کی درود کی تسبیح کے علاوہ روزانہ صبح میں دس مرتبہ اور شام کو دس مرتبہ اِس حدیث پر عمل کی نیت سے درودِ پاک کی عادت بنالو، اللہ تعالیٰ آپ کو مجھے اور پوری امت کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی برکت سے قیامت کے دن حضرت نبیِ کریم ﷺ کی شفاعت کی دولت سے ہمیں مالا مال

فرما دیوے، آمین۔

یہ جو آیت میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی یہ سورۂ نحل کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کا قصہ بیان فرمایا ہے۔

انسان کی زندگی میں وقت بہت قیمتی چیز ہے

اصل واقعہ شروع کرنے سے پہلے ایک اہم بات سن لو! انسان کی زندگی میں وقت اور ٹائم بہت ہی قیمتی نعمت ہے، آپ دیکھو! ہم کب سے کہہ رہے تھے: رمضان رمضان، آج اس کے چھ روزے الحمد للہ! مکمل ہو چکے، وقت بہت تیزی سے گذرتا ہے؛ لہٰذا کوشش یہ کرنی چاہیے کہ اِس وقت کے ذریعے سے کچھ ایسا کام کر لیویں جس سے دنیا میں بھی فائدہ ہو، قبر میں بھی فائدہ ہو اور قیامت کے دن بھی فائدہ ہو، اس وقت کو کھیل تماشوں میں نہیں لگانا چاہیے، بے کار کاموں میں برباد نہیں کرنا چاہیے، جس کام میں ہمارے دین کا کوئی فائدہ نہیں، ہماری دنیا کا کوئی فائدہ نہیں؛ ایسے لغو کاموں میں اپنا وقت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

دو نعمتیں جن کی لوگ قدر نہیں کرتے

بخاری شریف کی ایک حدیث میں نے آپ کو سنائی، حضرت نبیِ کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں؛ یعنی اس کی قدر نہیں کرتے: ایک نعمت ’’تندرستی‘‘ اور دوسری ’’فراغت‘‘ یعنی ٹائم ہے، اس کی لوگ صحیح قدر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہمیں تندرستی اور

وقت دونوں سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لاعیش الاعیش الاخرۃ، ح:۶۴۱۲)

دماغ کی بعض حالتیں

دینی بہنو! حضرت نبیِ کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں مکۂ مکرمہ میں ایک عورت تھی، یہ عورت کچھ بے وقوف جیسی تھی؛ یعنی ایک تو پوری پاگل ہوتی ہے، اور ایک پوری پاگل تو نہیں؛ لیکن پاگل سے کچھ کم جو بے وقوفوں جیسا کام کرے؛ یعنی تھوڑا سا اس کا دماغ خراب ہو اور ایسے کام کرتی ہو جو نہیں کرنے چاہئیں۔ بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ وہ ایک بات پر جمتے نہیں ہیں، تھوڑی تھوڑی دیر میں ان کی بات بدلتی رہتی ہے، یہ بھی دماغ کی کمزوری کی ایک نشانی ہے، پھر ایک اکھڑ دماغ ہوتا ہے؛ یعنی اس دماغ والوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ لڑنا جھگڑنا، کسی کے ساتھ بنتی نہیں، ہر ایک کے ساتھ غلط طریقے سے بات کرنا، بداخلاقی سے پیش آنا اور ایک ایسا ہوتا ہے جو پاگلوں جیسے کام کرے، نہ کرنے کے کام کرے وہ بے وقوف کہلاتا ہے۔

بے وقوف عورت

یہ جس عورت کا قصہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا ہے یہ ایک بے وقوف جیسی عورت تھی اور اس عورت کی حالت یہ تھی کہ اپنے کام کو اپنے ہاتھ سے برباد کر دیتی تھی، خود کام کرے، خود محنت کرے اور پھر اس محنت سے کیا ہوا کام خود برباد کر ڈالے، کیسی نادان اور کیسی بے وقوف عورت ہو گی!!

مثال کے طور پر ایک عورت بہت محنت کر کے کوئی چیز تیار کرے، پھر اس چیز کو اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالے، اس کی بہت ساری وجوہات ہوتی ہیں، بعض مرتبہ پاگل پنے کی وجہ سے ایسا کرتی ہے کہ کام کر کے توڑ ڈالا، بعض مرتبہ ایسا سوچتی ہے کہ جیسا کرنا چاہیے ایسا نہیں ہوا؛ اس لیے توڑ ڈالا، یہ سب غلط عادت ہے۔

یہ عورت بھی کچھ ایسی ہی تھی، محنت کر کے ایک کام کرتی تھی، خود بھی محنت کرتی اور دوسرے لوگوں کے پاس بھی محنت کرواتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس محنت کرواتی، اپنے گھر میں کام کرنے والی باندیوں کے پاس بھی محنت کرواتی تھی، اور محنت کر کے جب کوئی چیز تیار ہو جاتی تو اپنے ہاتھ سے توڑ پھوڑ کر ختم کر دیتی تھی۔

اس عورت کا نام اور تعارف

اس عورت کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن دوسری روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اِس عورت کا نام ''ریطہ بنتِ عمرو بن کعب'' تھا۔ کہتے ہیں کہ: مکہ میں ایک آدمی ''اسد ابنِ عبدالعزّٰی ابنِ قُصی'' تھا، یہ اس کی اماں تھی۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ: اس عورت کا نام ''سعیدہ'' تھا، چوں کہ قبیلۂ بنواسد سے تعلق رکھتی تھی؛ اسی لیے اس کو ''سعیدہ الاسدیہ'' کہا جاتا تھا۔ یہ مکہ کی رہنے والی عورت تھی اور ہنر اور دست کاری (hand work) اچھے طریقے سے جانتی تھی۔ (روح المعانی ۷/ ۴۵۷)

عورتوں کو ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہیے

دیکھو! قرآن کی اس آیت سے ہمیں ایک بہت اہم سبق سیکھنے کو ملتا ہے کہ عورتوں کو

ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھنے چاہئیں اور موقع ملنے پر کرنے بھی چاہئیں، مثلاً سلائی کام ہے، اسی طرح بُننے کا کام جس کو گجراتی میں ''بھرت'' کام کہتے ہیں، اسی طرح بُنائی کے کام جس کو ''گوٹھن'' کہتے ہیں، ایسے کام عورتوں کو سیکھنے چاہئیں اور ضرورت کے موقع پر کرنے چاہئیں، اس سے گھر کی ضرورت بھی پوری ہوگی اور ضرورت کے موقع پر یہ حلال روزی روٹی کا ذریعہ بھی بن جائیں گے۔

قدیم زمانے میں کپڑے بننے کا طریقہ

پرانے زمانے میں آج کل کی طرح مشینیں نہیں تھیں تو اس زمانے میں ہاتھ سے کپڑے تیار کرتے تھے، اس کے لیے ایک ہاتھ سے چلنے والی مشین ہوتی ہے جس کو ریٹیا (રેંટીયા) کہتے ہیں، اس کے اندر گول گول چلنے والا پنکھے جیسا ایک آلہ ہوتا ہے اور انگلی کی طرح ایک تکلہ ہوتا ہے، اور ایک ڈمکڑا ہوتا ہے، روئی (cotton) جو کھیت میں سے نکلتی ہے اس کو اس پر لگا کر پہلے اس میں سے دھاگے تیار کرتے ہیں، پھر ان دھاگوں کو آپس میں ملا کر کپڑے بناتے ہیں۔

اسی طرح اونٹ پر جو بال ہوتے ہیں، بکریوں اور دُنبوں پر جو بال ہوتے ہیں ان کو کات کر اس میں سے بھی کپڑے تیار کرتے ہیں۔

اسی طرح کھجور کی چھال سے بھی دھاگے بنا کر کپڑے تیار کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں شاید آپ کو جلدی سمجھ میں نہ آئے؛ اس لیے کہ اب زمانہ تیار (READYMADE) کپڑوں کا آ گیا ہے، مشینوں کے اندر کپڑے تیار ہوتے ہیں؛ لیکن ابھی بھی دنیا میں یہ چیز ہے، اور اس طرح جو کپڑے بنتے ہیں آج کے زمانے

میں بھی بہت مہنگے ہوا کرتے ہیں۔

صبح سے شام تک محنت کر کے اس کو ضائع کر دیتی تھی

یہ عورت بھی اسی طرح اون اور کھجور کی چھال کے ریشے اور دھاگے جمع کرتی تھی اور اس میں سے رسّی بناتی تھی، اس کے پاس رسّی بنانے کے لیے جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ نہیں تھی، اور اس کو ہاتھ کے کام بھی اچھی طرح نہیں آتے تھے۔

اس کا یہ روزانہ کا معمول تھا کہ صبح صبح یہ کام شروع کر دیتی اور دوپہر تک برابر کام کرتی رہتی تھی، خود بھی کرتی تھی، اپنی سہیلیوں کے پاس بھی کرواتی تھی اور اپنی کام والی باندیوں کے پاس بھی کرواتی تھی۔ ظاہر ہے کہ دوپہر تک یہ کام کرے گی تو کتنا سارا کام ہو جاتا ہوگا! لیکن یہ عورت پاگل جیسی تھی، اور بڑی بات یہ تھی کہ اس کو دل میں وسوسے آتے رہتے تھے۔ وہ ایسی بے وقوف عورت تھی کہ جب دوپہر ہو جاتی تو جتنا کام محنت کر کے تیار کیا ہوتا وہ تمام کام اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی۔ (روح المعانی ۷/ ۴۵۸)

عورتوں کو کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے

یہاں کی حالت تو مجھے نہیں معلوم، اپنے یہاں انڈیا میں ابھی بھی یہ سلسلہ ہے کہ محلوں میں عورتیں بعض کام آپس میں مل کر کرتی ہیں؛ جیسے کہ پاپڑ، پاپڑی وغیرہ بنانی ہو تو آپس میں مل کر بناتے ہیں، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا یہ سلسلہ چلتا ہے، اِس سے آپس میں محبت بھی بڑھتی ہے، ایک دوسرے کے کام میں مدد ہو جاتی ہے اور خدمت بھی ہو جاتی ہے، پڑوسی کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا قصہ قرآن میں ذکر فرما کر اس میں ہم لوگوں کے لیے بڑی بڑی نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن میں آئے ہوئے اِس واقعے سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

وعدہ کر کے توڑنا نہیں چاہیے

اس واقعے اور آیت سے ایک اہم بات یہ سیکھنے کو ملی کہ آپس میں جو وعدے اور معاہدے ہوتے ہیں ان وعدوں اور معاہدوں کو توڑنا نہیں چاہیے، خاص طور پر جو وعدہ کسی کے ساتھ کیا اور وہ شریعت میں جائز ہے، ناجائز نہیں ہے، حرام نہیں ہے، اسی طرح وہ وعدہ جو دو آدمیوں کے بیچ میں، دو پارٹیوں کے بیچ میں، دو کمپنیوں کے بیچ میں، دو جماعتوں کے بیچ میں، دو خاندانوں کے بیچ میں، دو ملکوں کے بیچ میں ہو اس وعدے کو پورا کرنا چاہیے، توڑنا نہیں چاہیے؛ وعدہ توڑنے کا بڑا بھاری گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ کریمہ کے ذریعے ہم کو یہ نصیحت کی کہ جس طرح وہ مکہ کی پاگل عورت بہت محنت کر کے دھاگے تیار کر کے پھر اپنے ہاتھ سے توڑ ڈالتی تھی تم ایسے بے وقوف، پاگل جیسے مت بنو کہ پہلے تو تم کوئی وعدہ کرو، کوئی معاہدہ کرو پھر بلا وجہ اس کو توڑ ڈالو، ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

وعدہ خلافی کرنے والوں کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے، چناں چہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آية المنافقِ ثلاث، اذا حدث كذب، واذا وعد أخلف، واذا اؤتمن خان. (بخاری شریف، کتاب الایمان، باب علامات المنافق)

ترجمہ: منافق ہونے کی تین علامتیں ہیں، جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، اور جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے، تو اس میں خیانت کرتا ہے۔

خلافِ شرع وعدہ پورا کرنا جائز نہیں ہے

ہاں! جس وعدے میں کوئی بات شریعت کے خلاف ہو، حرام چیز کا وعدہ ہو ایسا وعدہ کرنا بھی گناہ ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی گناہ ہے؛ لہٰذا ایسا وعدہ، ایسا عہد جو شریعت کے خلاف ہو اس کو پورا نہیں کرنا چاہیے۔

منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے

ہماری شریعت میں منگنی بھی ایک وعدہ ہی ہے، دو خاندان والوں نے آپس میں وعدہ کر لیا کہ اِدھر کی لڑکی اور اُدھر کا لڑکا آپس میں شادی کریں گے، تو اس وعدے کو بلا وجہ نہیں توڑنا چاہیے؛ بلکہ اس کو پورا کرنا اور نبھانا چاہیے۔

فائدے والی چیز ضائع نہیں کرنی چاہیے

دوسری ایک اہم بات ہمیں یہ سیکھنے کو ملی کہ کوئی چیز فائدے والی ہو تو اس کو اپنے ہاتھ سے خراب نہیں کرنا چاہیے، دیکھو! اس عورت نے محنت کر کے رسی بنائی جو فائدے کی چیز ہے اور اس کو ختم کر دیا۔

پرانا سامان ضرورت مندوں کو دے دینا چاہیے

اِس میں یہ بات بھی یاد رکھو کہ کوئی چیز ایسی ہے جو عام طور ہمارے کام نہیں آتی؛

لیکن دوسرے کے کام آسکتی ہے تو ایسی چیز بھی خراب نہیں کرنی چاہیے، بلکہ دوسروں کو دے دینی چاہیے، ہمارے گھر میں چادر پرانی ہوگئی، اب-ماشاءاللہ-ہمارے گھر کا معیار ایسا ہوتا ہے کہ پرانی چادر ہم نہیں بچھاتے تو کوئی بات نہیں؛ لیکن پرانی چادر کو جلا مت ڈالو، کچرے کے ڈبے (DUSTBIN) میں بھی مت ڈال دو؛ بلکہ وہ چادر کسی غریب کو صدقہ کردو، وہ اس کو کام آجائے گی۔

اسی طرح گھر میں بہت سارے برتن پرانے ہوجاتے ہیں، اب ہمارے کام نہیں آئیں گے، آپ کے کام نہ آویں تو اس کو کباڑی میں بیچ کر دو پیسے حاصل کر سکتے ہو؛ لیکن اس سے اچھا یہ ہے کہ کسی غریب کو برتن صدقہ کردو، جس کے یہاں برتن نہ ہو اس کو دے دو، اس کو کام آئیں گے۔

جوتے، چپّل، استعمال کی چیزیں، فرنیچر وغیرہ بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں جن میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اگر وہ ہمارے کام کی نہ ہو تو اس کو برباد نہیں کرنا چاہیے، کسی اَور کو دے دینا چاہیے، ان شاءاللہ! وہ فائدہ اٹھائے گا تو اس کا ثواب بھی آپ کو ملے گا۔

حضرت قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا حال

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندویؒ بہت بڑے اللہ کے ولی اور بزرگ تھے، ان کے انتقال کے بعد ہمارے یہاں لڑکا پیدا ہوا تو ہمارے حضرتؒ نے مجھے فرمایا: بیٹے کا نام بھی حضرتؒ کے نام سے ''صدیق احمد'' رکھ دے۔

وہ اللہ کے نیک بندے تھے، زندگی میں ایک ہی سفر انگلینڈ کا کیا۔

دیکھو! اللہ والوں کے یہاں چیزوں کی قدر کیسی ہوتی ہے؟

جب انگلینڈ تشریف لے گئے تو یہ کوک (COKE) کی جو کھالی بوتلیں ہوتی ہیں جس کو لوگ پی کر پھینک دیتے ہیں، حضرت کہنے لگے کہ: یہ بوتل پھینکو مت، میرے سامان میں رکھ دینا، میں انڈیا لے جاؤں گا، وہ ہم کو کام آئے گی، سوچو! اللہ والوں کا حال کیا ہوتا ہے!!!

ایک دوست کی طرف سے بھیجے ہوئے پرانے کپڑے

اِس سال انگلینڈ سے ہمارے ایک دوست نے پرانے کپڑوں کے پارسل میرے پاس بھیجے کہ یہ عورتوں کے کپڑے ہیں، آپ جہاں چاہیں ان کو تقسیم کر دینا، میں نے وہ کپڑوں کے پارسل کھولے تو اس میں اتنے اچھے اچھے کپڑے نکلے کہ تقریباً میری یاد کے مطابق ہمارے چار غریب حافظ، عالم کی شادی ان میں ہوئی، تین چار شادیوں میں دلہنوں کو دینے کے بعد دوسرے بہت سارے کپڑے بچے تو میں نے ہمارے اچھے اچھے علما کو بلایا کہ: اپنی بیوی کو لے کر آؤ اور یہ کپڑے رکھے ہوئے ہیں پسند کر کے جو چاہو لے جاؤ، بہت خوشی خوشی وہ کپڑے لے گئے، سب کپڑے الحمد للہ! اچھے کہلانے والے لوگ لے گئے۔

میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں بہت ساری چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہم اس کو خود کے گھڑے ہوئے اونچے معیار کے خلاف سمجھتے ہیں، اور ہم اپنے گھر میں ایسی چادر، ایسی چارپائی، ایسا فرنیچر، ایسا برتن، ایسے کپڑے استعمال نہیں کرتے، ہم کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے؛ اس لیے ہم نئی چیز لے آتے ہیں، ٹھیک ہے:

مگر وہ پرانی چیز کسی نہ کسی غریب کو صدقہ کر دو، اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دے دو، وہ اس کو استعمال کریں گے اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ ہم کو عطا فرمائیں گے۔

اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں

ایک اَور چیز بھی معلوم ہوئی کہ ہم جو محنت کریں تو اپنے ہاتھ سے اپنی محنت کو برباد نہ کریں، بہت سی مرتبہ ہم محنت کر کے کوئی چیز تیار کرتے ہیں، پھر اپنے ہاتھ سے اس کو برباد کر دیتے ہیں، مثال کے طور پر کھانا بہت محنت و مشقت کر کے آپ نے تیار کیا، کھانے کے بعد جو بچ گیا تو لالچ میں ''کل کھائیں گے، پرسوں کھائیں گے'' پڑا رہنے دیتے ہیں، پھر وہ سڑ جاتا ہے، بگڑ جاتا ہے اور آخر کار اس کو پھینک دیا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت ساری چیزیں گھروں میں ڈبوں میں بھری ہوئی رہتی ہیں کہ کبھی کام آئیں گی، اور بعد میں وہ چیزیں پرانی ہو کر استعمال کے لائق نہیں رہتیں، جب اس کو پکانے کے لیے نکالتے ہیں تو کہتے ہیں کہ: یہ تو بہت پرانا ہو گیا، اندر کیڑے پڑ گئے، پرانا ہونے کی وجہ سے مزا باقی نہیں رہا، اس کو پھینک دو، نیا خرید کر لاؤ۔

اس طرح کی کھانے پینے کی تیار چیزیں، کچی چیزیں بہت ساری ایسی ہوا کرتی ہیں کہ ہم ان کو اپنے ہاتھ سے برباد کرتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، آپ نے اتنی محنت کر کے کھانا پکایا، محنت کر کے کوئی چیز خرید کر لائے تو خود استعمال کر سکتے ہو تو استعمال کرو، ورنہ صدقہ کر دو؛ تاکہ وہ چیز برباد اور خراب نہ ہو جائے، اور اللہ کے یہاں آپ کو اجر اور ثواب ملتا رہے۔

عبرت انگیز واقعے میں کسی کا نام نہ لیویں

یہ عورت پاگلوں جیسا کام کرتی تھی، اللہ تعالیٰ چاہتے تو اس کا نام بھی قرآن میں ذکر فرما دیتے؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآن میں بیان نہیں فرمایا، صرف اس کی مثال بیان کی۔ اِس سے ہم کو ایک بہت اہم بات سمجھ میں آتی ہے کہ کسی عورت کی کوئی بات، کسی مرد کی کوئی بات عبرت یا نصیحت کے طور پر کسی کو بتلانا ہو تو وہاں اس کا نام نہیں لینا چاہیے، نام چھپانا چاہیے؛ تاکہ اس عورت کی بے عزتی اور رسوائی نہ ہو۔

کبھی کسی عورت یا کسی مرد کا کوئی قصہ ایسا ہو گیا جو دوسروں کو بتلانا ضروری ہو؛ تاکہ ویسی حالت سے ہم اور دوسرے لوگ بچ سکیں تو ایسے موقع پر ان کا نام نہیں لینا چاہیے؛ بلکہ یوں کہنا چاہیے: دیکھو! ایک عورت نے ایسا کیا تھا تو یوں نقصان ہوا؛ اس لیے ہمیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیے، نام لیے بغیر گول مول بتلانا چاہیے؛ تاکہ کام بھی ہو جائے اور اس بے چاری کی رسوائی بھی نہ ہو۔

جو کام کرو اچھا اور مضبوط کرو

اللہ تعالیٰ نے اِس آیت میں یہ لفظ "مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ" استعمال فرمایا، اس سے یہ بات بھی سیکھنے کو ملی کہ جو کام بھی کرو مضبوط اور اچھے طریقے سے کرو، حدیث میں حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن عائشة رضی الله عنها أن رسولَ الله ﷺ قال: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُّتْقِنَهُ. (شعب الایمان للبیھقی ۴/۱۸۶۴)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ تم میں سے جب کوئی آدمی کوئی کام کرے تو اس کو بہت مضبوط کرے۔

یہ حدیث حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی کہ: کوئی بھی کام کرو تو اس کو مضبوط کرو، پکا کرو، یہ چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو بڑی پسند ہے۔

ایک اَور چیز حدیث میں ارشاد فرمائی:

إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الإِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ. (مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب الامر باحسان الذبح، ح:۱۹۵۵)

اللہ نے ہر چیز میں احسان یعنی اس کو اچھے طریقے سے کرنا ضروری قرار دیا۔

آج کل کمزور کام کرنے کی ایک عادت بن گئی ہے، تعمیرات کمزور، استعمال کی چیزیں کمزور؛ یعنی اس کو جیسا پختہ اور مضبوط بنانا چاہیے ویسا نہیں بناتے، پھر تھوڑے دنوں کے بعد اس کو ٹھیک کروانا پڑتا ہے اور اسی میں لوگ لگے رہتے ہیں، آج کل یہ بہت افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ ہم اپنا مکان، مسجد، مدرسہ کوئی بھی چیز مضبوط نہیں بناتے، چالیس، پچاس سال میں اس کو پھر بنانا پڑتا ہے، یہ اچھی بات نہیں ہے۔

آپ انڈیا آکر دیکھو! دہلی میں ''جامع مسجد'' ہے، آگرہ میں مسجدیں ہیں، اتنی مضبوط مسجدیں بنی ہیں کہ پانچ سو، چھ سو سال ہوگئے؛ لیکن ابھی تک وہ مسجدیں جیسی کی ویسی کھڑی ہیں، بنانے والوں کو کتنا زیادہ ثواب ملتا ہوگا؟

اِسی طرح گھر بھی مضبوط بناؤ، مضبوط گھر بنائیں گے تو پوتے، نواسے استعمال کریں گے اور دعا دیں گے کہ ہمارے دادا، دادی، نانا، نانی نے یہ مکان بنایا تھا، ہم بھی

استعمال کر رہے ہیں۔

بہت سے لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ جیسا ویسا کام کر ڈالتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے ہمیں ہر چیز اچھی طرح بنانے کی تعلیم دی ہے، جو کام تم کرو اچھے طریقے سے کرو، نماز اچھی، وضو اچھا، روزہ اچھا، گھر کا کام کاج بھی اچھا۔

اسی طرح اتنی محنت کر کے آپ روٹی بناؤ، سالن بناؤ تو ذرا اس کو اچھے ڈھنگ سے بناؤ، اس کو بگاڑو مت، یہ بگاڑ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

ایک بہت ہی قیمتی مشورہ

میں اس کی مثال آج کل لوگوں کو یوں دیا کرتا ہوں کہ ایک بھائی ہمارے حضرت سے مسئلہ پوچھنے آئے کہ: یہ بناوٹی تانبے، پیتل، کانچ کی چوڑیاں وغیرہ پہننا، پہنانا جائز ہے کہ نہیں؟ ان کو ہمارے حضرت نے بہت اچھا جواب دیا کہ: ان بناوٹی چیزوں کے پیچھے پیسے خرچ کرنے کے بجائے دس پندرہ مرتبہ بناوٹی چیزیں خریدنے کے پیسے جمع کر کے چاندی اور سونے کے زیور خرید کر گھر کی عورتوں پہنا دو تمھارا کام ہو جائے گا۔

آج کل کے اِس فیشن کے زمانے میں بہت ساری چیزیں جو صرف دکھاوے (SHOW) کی ہوتی ہے، جس کو لوگ خریدتے ہیں اور اس پر پیسے خرچ کرتے ہیں، تھوڑے دن میں وہ خراب ہو جاتی ہیں، یا اس کی عمدگی اور چمک کم ہو جاتی ہے، یا فیشن بدل جاتی ہے، پھر اس کو پھینک دیتے ہیں۔ اس کے بجائے پیسے جمع کر کے سونا، چاندی خرید لو، اپنے استعمال کے لیے چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بجائے اچھی اور مضبوط چیز خرید لو ان شاء اللہ! دیر تک اس کا فائدہ ہوگا اور دیر تک اس کو استعمال کرنا نصیب ہوگا۔

فیشن والی چیزوں کی کوئی گارنٹی نہیں ہوتی

ایک جگہ فیشن کی ایک تھیلی تھی، اس پر ایک بات لکھی ہوئی تھی کہ:

''فیشن کے زمانے میں گارنٹی کی امید نہیں رکھنی چاہیے''۔

یعنی فیشن والی (FASHIONABLE) چیزیں ایسی کمزور بنتی ہیں کہ گارنٹی کی امید نہیں رکھنی چاہیے، صبح سے شام تک بھی چل جائے تو تمھارے پیسے وصول؛ لیکن ہمارا دین ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ اس طرح اپنے پیسوں کو فضول برباد نہیں کرنا چاہیے۔

اِس واقعہ کا ایک اہم پیغام

جس طرح کام کر کے برباد کر دینے والی یہ عورت ہمیشہ کے لیے بے وقوف کہلائی ایسے ہی ہم نیکیاں کر کے اس کو گناہوں سے برباد کر دیتے ہیں تو ہم بھی گویا اللہ تعالیٰ کے یہاں بے وقوف ہوئے۔

گویا اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں اس عورت کے واقعے کو ذکر فرما کر اپنے بندوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ، تم لوگ اس عورت کی طرح نہ بنو جو پورا دن سخت محنت کرتی ہے، اور جب کام تمام ہونے کے بالکل قریب ہوتا ہے تو اس کو تہس نہس کر دیتی ہے۔

اسی طرح تم بھی نیکی کرنے کے بعد گناہ اور معصیت سے اپنے آپ کو بچاؤ! نیز ہر وقت اپنے ایمان کی بھی فکر کیا کرو! کہیں ایسا نہ ہو کہ پوری زندگی تم ایمان کی صفت کے ساتھ وابستہ رہو، اور آخری وقت (یعنی موت کے وقت) تمہارے پاؤں پھسل جاوے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرماوے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرماوے آمین۔

بہر حال! اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اس عورت کا واقعہ بیان فرمایا اور یہ ترغیب دی کہ بلاضرورت عہد اور وعدے مت کرو اور اگر ضرورت کے وقت معاہدے کرو تو اس کو پورا کرو، سب سے بڑی چیز اپنی زندگی کے ٹائم کی قدر کرو، یہ عورت جس طرح کرتی تھی اس طرح اپنے ٹائم کو برباد مت کرو۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

دعا

ہمارے درد کا مولیٰ تو ماجرا سن لے	رسولِ پاک کا دیتے ہیں واسطہ سن لے
مصیبتوں میں پھنسے ہیں یہ التجا سن لے	تیرے حضور میں آئے ہیں کبریا سن لے
بری طرح سے ہمیں اب ستایا جاتا ہے	ہمارا آشیاں ہم سے چھڑایا جاتا ہے
اسیرِ بابِ قفص ہم بنائے جاتے ہیں	ہمارے خرمنِ ہستی جلائے جاتے ہیں
پہاڑ ظلم وستم کے گرائے جاتے ہیں	خبر لے جلد کہ اب ہم مٹائے جاتے ہیں
مدد کو آ شہ گردوں رکاب کا صدقہ	مدینے والے رسالت مآب کا صدقہ
پھر آج کر دے عطا جوشِ خالدِ جرار	پھر آج کر دے ہمیں پیروِ شہ ابرار
پھر آج دے دے ہمیں سیفِ حیدرِ قرار	پھر آج کر دے سلاطینِ دہر کا سردار
بھنور سے کشتی ہماری نکال دے مولیٰ	تو آج گرتے ہوؤں کو سنبھال لے مولیٰ

مکۂ مکرمہ کی کمزور مؤمن عورتوں کا واقعہ

اس واقعے اور ان آیات سے سیکھنے کی باتیں

① کمزوروں کی مدد کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا اور ان کی طرف داری میں قتال کا بھی حکم دیا۔

② کمزوروں کے لیے ہجرت جیسے اہم حکم میں بھی خصوصی رعایت کی گئی۔

③ جب بندے اور اس کے رب کی عبادت کے درمیان رکاوٹیں ڈالی جارہی ہوں تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔

④ تمام مسلمانوں پر اپنے مؤمن بھائیوں کو ظالم اور کافروں کی (بے قصور) قید سے چھڑوانا ضروری اور واجب ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو ہر ظالم کی تکلیف سے یا کسی چور اور ڈاکو کی لوٹ مار سے چھڑانا لازم ہے۔

⑤ لفظ ''لا یستطیعون حیلۃ'' سے معلوم ہوا کہ دشمن کی سختی اور اس کے ظلم سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ (تدبیر و بہانہ) کرنا جائز ہے۔

⑥ مظلوموں کے لیے دعا بھی بہت بڑی مدد ہے، کم از کم اس کی تو پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

⑦ قیدیوں کو چھڑانے میں رقم خرچ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

⑧ مظلوم قیدیوں کے گھر والوں کا خیال رکھنا بھی عبادت ہے۔

⑨ غیر مسلم یا جانور مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرنی چاہیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِله نَحْمَدُه وَنَسْتَعِيْنُه وَنَسْتَغْفِرُه وَنُؤْمِنُ بِه وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْه وَنَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَه وَمَنْ يُّضْلِلْه فَلَا هَادِيَ لَه وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُه وَرَسُوْلُه، صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْه وَ عَلٰى اٰلِه وَاَصْحَابِه وَذُرِّيَّاتِه وَ اَهْلِ بَيْتِه وَاَهْلِ طَاعَتِه، وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝٧٥ (النساء)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) اور تمھارے پاس کیا عذر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر تم نہ لڑو، جو یوں (دعا مانگتے ہوئے) کہتے ہیں: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں، اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کر دیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً

فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا
يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا
غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ
وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ
اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ (النساء)

ترجمہ: یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا (اوراسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کرکے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے ﴿۹۷﴾ مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے، جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے تو اس کو زمین میں بڑی جگہ اور وسعت ملے گی اور جو شخص بھی اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلے گا، پھر موت نے آکر اس کو پکڑ لیا تو اس کا ثواب اللہ

تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہو چکا اور اللہ تعالیٰ تو بہت زیادہ معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں ﴿۱۰۰﴾۔

وقال تعالیٰ: هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ (الفتح)

ترجمہ: یہ (مکہ والے) وہی تو (لوگ) ہیں جنھوں نے کفر اپنایا اور تم کو مسجدِ حرام سے (روکا) اور قربانی کے جو جانور (حدیبیہ میں) رکے ہوئے تھے اُن کو اپنی جگہ (منیٰ) تک پہنچنے سے روک دیا اور اگر کچھ ایمان والے مرد اور کچھ ایمان والی عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جن کو تم پہچانتے نہیں تھے کہ (خطرہ یہ تھا کہ خبر نہ ہونے کی وجہ سے) تم ان کو پیس ڈالتے، پھر ان (بے گناہ مسلمانوں) کی وجہ سے تم کو بے خبری میں نقصان (یعنی رنج اور افسوس) پہنچتا (تب تو لڑائی ہو جاتی اسی طرح جنگ سے روکنے کی ایک حکمت یہ بھی تھی) تا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنی رحمت (یعنی ایمان) میں داخل کریں، (ہاں!) اگر (اس طرح کہ) وہ (ایمان والے) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم اُن (مکہ والوں) میں سے جو کافر تھے اُن کو دردناک سزا دیتے۔

یہ سورۂ نساء اور سورۂ فتح کی آیتیں ہیں، ان آیتوں میں ان ایمان والے کمزور مردوں اور کمزور عورتوں کا ذکر ہے جو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

ہجرت کا حکم

شروع اسلام میں جب مکہ والوں کی طرف سے مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم وستم ہونے لگے اور مسلمانوں کے لیے دینِ اسلام پر عمل کرنا اور اس پر قائم رہنا مشکل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا، اس زمانے میں ہجرت کرنا فرض تھا، اگر کوئی آدمی ایمان والا ہو تو اس کا ایمان اسی وقت مقبول ہوتا تھا جب وہ اللہ کے راستے میں ہجرت کرتا، اس حکم کے نتیجے میں بہت سارے مسلمان آہستہ آہستہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے، حضرت نبی کریم ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

بعض مجبور عورتیں اور مرد جو ہجرت نہ کر سکے

لیکن کچھ لوگ بے چارے مکہ میں رہ گئے؛ حالاں کہ وہ پکے ایمان والے تھے؛ لیکن ہجرت نہ کر سکے، ہجرت نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ:

① ان کے جسم اور بدن کمزور تھے، کوئی معذور، کوئی بوڑھا، اور کوئی بیمار تھا۔

② کچھ ایسے تھے جن کے پاس ہجرت کے لیے ضروری سامان: سواری، پیسے وغیرہ نہیں تھا؛ کیوں کہ اُس زمانے میں مکہ سے مدینے کا سفر تقریباً آٹھ، دس دن کا ہوتا تھا، جس کے لیے سواری، کھانے، پینے کا خرچ وغیرہ یہ سب ضروری تھا۔

③ کافروں نے بھی ان کو ہجرت کرنے سے روک دیا تھا اور ان پر پابندی لگادی تھی، اور وہ کافر برابر اس کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی ہجرت کر کے نہ جاوے، کوئی ہجرت کرتے ہوئے پکڑا جاتا تو اس کو قید کر دیتے، اگر کسی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ

ہجرت کرنے والے ہیں تو سختی شروع کر دیتے اور ان کی بڑی سخت نگرانی کرتے۔

④ اُس زمانے میں آج کی طرح باقاعدہ راستے بنے ہوئے نہیں تھے کہ آدمی نشان (bord) دیکھ کر منزل پر پہنچ جائے، سفر کا راستہ بتلانے کے لیے رہبر ہوتے تھے، بعض لوگوں کو راستے کے لیے کوئی رہبر نہیں مل رہا تھا اس لیے ہجرت نہ کر سکے۔

⑤ بعض لوگ اپنی کمزوری کی وجہ سے اسلام کو چھپاتے تھے؛ چوں کہ اسلام ظاہر کرنے کی صورت میں کافر تکلیف دیتے تھے؛ اسی لیے ایمان لانے کے بعد انھوں نے اپنا ایمان چھپا کر رکھا: (طبری ۴/۱۷۱۔ روح المعانی ۳/۷۹-۸۰)

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ.

ترجمہ: مگر یہ کہ جس آدمی پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان پر قائم (یعنی برقرار) ہو (تو اس پر کوئی پکڑ نہیں ہوگی) (النحل:۱۰۶)

اسی لیے بعض روایتوں میں آتا ہے کہ: كان قومٌ بمكة قد أسْلَمُوا، فَلَمَّا هَاجَرَ رسولُ الله ﷺ كَرِهوا أن يهاجروا و خافوا. (طبری ۴/۱۷۱)

ترجمہ: مکہ میں ایک جماعت اسلام لے آئی تھی، پھر جب اللہ کے رسول ﷺ نے ہجرت فرمائی تو انھوں نے ہجرت نہیں کی اور وہ ڈرتے تھے۔

کمزور لوگ کتنے تھے؟

حضرت ابو جمعہ جنید الانصاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ان کمزور عورتوں کی تعداد بھی بیان ہوئی ہے، فرماتے ہیں کہ: ہم تین (۳) مرد اور نو (۹) عورتیں تھیں جن کے بارے میں آیتِ کریمہ ﴿وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ﴾ اللہ تعالیٰ نے اتاری

تھی۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ: دو عورتیں اور سات مرد تھے۔ (روح المعانی ۳/ ۸۰)

(بخاری شریف، کتاب التفسیر، حدیث: ۴۵۸۷، ۴۵۸۸)

ان ہی لوگوں میں عیاش بن ابی ربیعہ، سلمہ بن ہشام وغیرہ بھی شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: كنتُ أنا وأمي منهم.

یعنی میں اور میری والدہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا تھا۔ (بخاری شریف، کتاب التفسیر، ح: ۴۵۸۷، ۴۵۸۸)

دوسرے نمبر پر ایمان لانے والی عورت اور سب سے اخیر میں ہجرت کرنے والے صحابی

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی والدہ سیدہ ام الفضل بنتِ حارث رضی اللہ عنہا ہیں، ان کا نام لبابہ ہے، ام المؤمنین حضرت میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کی بہن ہوتی ہیں۔

''بناتِ حارث'' کے نام سے یہ نو بہنیں تھیں جن کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے ''الاخوات المؤمنات؛ یعنی ایمان والی بہنیں'' فرمایا تھا، ان میں ایک اسماء بنتِ عُمیس رضی اللہ عنہا تھیں جو ماں کی طرف سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کر لیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ گئیں۔ (قرطبی ۵/ ۲۲۲)

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا کا نسب اوپر کر ''مضر'' خاندان سے جا ملتا ہے۔

یہ ام المؤمنین سیدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد دوسری خاتون تھیں جو اسلام لائیں

اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد انھوں نے مکہ سے مدینۂ منورہ کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے آخری صحابی ہیں۔

بغیر مجبوری کے ہجرت نہ کرنے والوں پر جہنم کی وعید

جو لوگ ہجرت کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود انھوں نے ہجرت نہیں کی، ان کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰىهُمُ الۡمَلٰۤـئِكَةُ ظَالِمِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِيۡمَ كُنۡتُمۡ‌ ؕ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا‌ ؕ فَاُولٰۤـئِكَ مَاۡوٰٮهُمۡ جَهَـنَّمُ‌ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِيۡرًا ۙ‏ ﴿۹۷﴾

ترجمہ: یقیناً جنھوں نے (مکہ سے مدینہ ہجرت نہ کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا (اور اسی حالت میں) فرشتے ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: تم (دنیا میں) کس حالت میں تھے؟ تو وہ (ہجرت نہ کرنے والے جواب میں) کہتے ہیں کہ: ہم زمین میں بے بس تھے، تو وہ (فرشتے) کہتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی؟ سو تم ہجرت کرکے وہاں چلے جاتے، لہٰذا ایسے ہی لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ (جہنم) بہت ہی برا انجام ہے ﴿۹۷﴾

یعنی وہ لوگ جو مکۂ معظّمہ اور دوسرے مقامات پر اسلام لا چکے تھے؛ لیکن کسی مجبوری کے بغیر مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کر رہے تھے اور دار الاسلام کی زندگی چھوڑ کر دار الکفر میں رہنے پر خوش تھے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

روایات میں ہے کہ: اہلِ مکہ کی ایک جماعت مسلمان ہوگئی اور ان لوگوں نے آں

حضرت ﷺ کے سامنے ایمان کو ظاہر بھی کیا؛ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی تو انھوں نے مکہ میں اپنی قوم کے پاس رہنا پسند کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(قرطبی ۵/۲۲۱)

کمزور اور بے بس لوگ معذور ہیں

پھر بعد والی آیت میں بے بس، کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو جو واقعی بے بس اور معذور تھے، ان کو الگ بتایا گیا:

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ (النساء)

ترجمہ: مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس (یعنی کمزور) تھے، جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کر سکتے تھے اور (نکلنے کا) کوئی راستہ بھی نہیں جانتے تھے ﴿۹۸﴾ تو پوری امید ہے کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تو بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۹۹﴾

یعنی بالکل مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے تو گناہ نہیں ہوگا۔

کمزوروں پر مشرکینِ مکہ کا ظلم وستم

جب یہ چند کمزور مسلمان مکہ میں رہ گئے تو مکہ والے ان پر بڑا ظلم کرنے لگے:

① وہ لوگ ان کمزوروں کو قید میں ڈال کر مارتے تھے۔

②ان کو بھوکے پیاسے رکھ کر سزا دیا کرتے تھے۔

③اسی طرح وہ ان اللہ کے بے بس کمزور بندوں اور بندیوں کو مکے کی سخت تپتی ہوئی زمین پر پھینک دیا کرتے تھے؛ تاکہ یہ کمزور لوگ اسلام کو چھوڑ دے۔

ان کا ظلم مردوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ بچوں پر بھی حد سے زیادہ ہو گیا تھا: تاکہ ان بچوں کی تکلیف دِکھا کر ان کے ماں باپ کو دینِ اسلام سے ہٹانے کی کوشش کرسکیں؛ مگر ان ساری کوششوں کے باوجود مکّہ کے کافر لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ (طبری ۴/۱۷۱)

مظلوموں کی دعا

جب ظلم حد سے زیادہ بڑھ گیا تو ان کمزور مسلمان مردوں اور عورتوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی شروع کی، ایک دعا تو یہ کی:

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا.

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ ہم کو اس بستی سے نکال دیجیے جس (بستی) کے لوگ ظالم ہیں۔

یعنی ظالموں کے ملک سے نکلنے کے اسباب پیدا فرما دیجیے، معلوم ہوا کہ اسباب آسانی کی ساتھ حاصل ہو جائیں اس کے لیے بھی اللہ سے دعا کرنی چاہیے، چاہے وہ اسباب دین کے ہوں، دنیا کے ہوں، گھریلو ہوں، کسی بھی قسم کے ہوں، وہ آسانی سے حاصل ہو جائیں اس کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔

دوسری دعا یہ کی:

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾

ترجمہ: اور آپ ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی حمایت کرنے والا مقرر کر دیجیے اور آپ ہی ہمارے لیے اپنی طرف سے کوئی مدد کرنے والا بھیج دیجیے۔

یعنی اے اللہ! ہم بے سہارا ہیں، کوئی ہمارا مکہ میں مدد کرنے والا نہیں ہے، کوئی ہماری حفاظت کرنے والا نہیں ہے، اے اللہ! آپ ہی ہماری مدد کرنے والے اور ہماری حفاظت کرنے والے ہیں، آپ اپنے خزانۂ غیب سے مدد عطا فرما دیجیے۔

دین دار والی اللہ کی نعمت

اِس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اوپر کوئی مناسب دین دار ''والی، ذمے دار یا سرپرست'' ہو تو یہ بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، آدمی پر کوئی نیک، فکرمند، ذمے دار اور سرپرست نہ ہو تو آدمی کے بگڑ جانے کا بڑا خطرہ رہتا ہے؛ اسی لیے کہتے ہیں کہ:

جس کا کوئی ولی نہیں ہوتا اس کا ولی شیطان ہوا کرتا ہے۔

مظلوموں کی دونوں دعائیں قبول ہوئیں

اللہ تعالیٰ نے ان کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں، ان میں سے بعض حضرات تو کسی نہ کسی طرح مدینہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہو گئے، اور سات سال کے بعد آٹھویں سال اللہ نے مکہ کو بھی فتح فرما دیا، اور حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا والی اور گورنر بنا دیا، اور وہاں جو کمزور اور مظلوم مسلمان تھے ان کو عافیت نصیب ہوئی، اسی طرح دوسری دعا بھی قبول ہوئی۔ (روح المعانی ۳/ ۸۰)

دوسری ایک اہم بات جو اِس آیت سے معلوم ہوئی کہ کمزوروں اور مظلوموں کی مدد کرنا ہمارے دین میں بہت بڑی عبادت ہے، کمزوروں اور مظلوموں کو ظالم سے چھڑانا اور اس کے لیے ہر ممکن کوشش کرنا ایمانی فریضہ ہے، اس کے لیے جس قسم کی کوشش کرنی پڑے کرنا چاہیے، ضرورت پڑے تو مناسب طریقے سے جنگ کریں، مناسب طریقے سے قانونی کارروائی کی ضرورت ہو تو وہ کریں، پُرامن احتجاج کی ضرورت ہو تو وہ بھی کریں۔

اس طرح مظلوم جو بھی ہو، چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو؛ یہاں تک کہ اگر جانور بھی ہو تو اس کو ظلم سے نجات دلوانا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ بھی ان مظلومین کے لیے دعا فرماتے تھے

حضرت نبیِ کریم ﷺ مکہ کے ان کمزور مسلمانوں کے لیے باقاعدہ نماز میں دعا فرماتے تھے:

عن أبي هريرة بينا النبي ﷺ يصلي العشاء إذ قال: سمع الله لمن حمده، ثم قال قبل أن يسجد:

اللّٰهُمَّ انج عياش بن أبي ربيعة، اللّٰهُمَّ نَجِّ سلمة بن هشام، اللّٰهُمَّ نج الوليد بن الوليد، اللّٰهُمَّ نج المستضعفين من المؤمنين، اللّٰهُمَّ اشدد وطأتك على مضر، اللّٰهُمَّ اجعلها سنين كسني يوسف.

(بخاری شریف، کتاب التفسیر، باب قولہ فعسی اللہ ان یعفو عنہم، ح: ۴۵۹۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ عشا کی نماز

پڑھ رہے تھے، کہ آپ نے (رکوع سے اٹھتے ہوئے) "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا، پھر سجدہ کرنے سے پہلے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عیاش ابنِ ربیعہ کو نجات عطا فرمائیے۔ اے اللہ! سلمہ ابنِ ہشام کو چھٹکارا عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرمائیے۔ اے اللہ! کمزور مسلمانوں کو کافروں کے ظلم سے نجات عطا فرمائیے۔ اے اللہ! اپنی پکڑ قبیلۂ مضر پر سخت کر دیجیے۔ اے اللہ! ان کو حضرت یوسفؑ کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا فرمائیے۔

اس واقعے اور آیات سے سیکھنے کی باتیں

① کمزوروں کی مدد کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا اور ان کی طرف داری میں (مناسب طریقے سے جنگ) قتال کا بھی حکم دیا۔

② کمزوروں کے لیے ہجرت جیسے اہم حکم میں بھی خصوصی رعایت (آسانی) کی گئی۔

③ جب بندے اور اس کے رب کی عبادت کے درمیان رکاوٹیں ڈالی جا رہی ہوں تو پھر وہاں سے ہجرت کرنا واجب ہوتا ہے۔

④ تمام مسلمانوں پر اپنے مؤمن بھائیوں کو ظالم اور کافروں کی قید سے چھڑانا واجب (ضروری) ہے، اسی طرح ہر مسلمان کو ہر ظالم کی تکلیف سے یا کسی چور اور ڈاکو کی لوٹ مار سے چھڑانا لازم ہے۔

⑤ سورۃ الفتح کی آیت سے مسلمانوں کے بارے میں احتیاط برتنے کے ضروری ہونے کا حکم معلوم ہوا؛ تاکہ کسی مؤمن مرد اور کسی مؤمن عورت کو جانے انجانے میں تکلیف نہ دی جا سکے۔

⑥ لفظ ''لا يستطيعون حيلة'' سے معلوم ہوا کہ دشمن کی سختی اور اس کے ظلم سے بچنے کے لیے مناسب حیلہ (تدبیر و بہانہ) کرنا جائز ہے۔

⑦ مظلوموں کے لیے دعا کرنا بھی بہت بڑی مدد ہے، کم از کم اس کی تو پابندی ضرور کرنی چاہیے۔

⑧ قیدیوں کو چھڑانے میں رقم خرچ کرنا بہت بڑا ثواب ہے۔

⑨ مظلوم قیدیوں کے گھر والوں کا خیال رکھنا بھی عبادت ہے۔

⑩ غیر مسلم یا جانور تک مظلوم ہو تو اس کی بھی مدد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کہی ہوئی باتوں پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمين

مناجات

نفس کے شر سے مجھ کو بچالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
پنجۂ غم سے مجھ کو چھڑالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
سن میرے نالے، سن میرے نالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
اپنا بنالے، اپنا بنالے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
اپنی رضا میں مجھ کو مٹادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
کردے فنا سب میرے ارادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
جامِ محبت اپنا پلادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
دل میں میرے یاد اپنی رچادے، اے میرے اللہ! اے میرے اللہ!
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ
دیدہ ودل میں تجھ کو بسالوں، سب سے ہٹالوں اپنی نظر مَیں
تیرا ہی جلوہ پیشِ نظر ہو، جاؤں کہیں مَیں، دیکھوں جدھر مَیں
تیرا ہی تصور ایسا جمالوں، قلب میں مثلِ نقشِ حجر مَیں
بھول سکوں تا عمر نہ تجھ کو، چاہوں بھلا خود بھی اگر مَیں
شغل میرا بس تو الٰہی! شام وسحر ہو، اللہ اللہ
لیٹے بیٹھے، چلتے پھرتے، آٹھ پہر ہو، اللہ اللہ

ام المؤمنین حضرت
زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا
کا واقعہ

مختصر تعارف

نام: زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا۔

اصل نام ''برّہ'' تھا؛ مگر نبی کریم ﷺ نے ان نام زینب رکھ دیا۔

(معلوم ہوا کہ کسی مرد یا عورت کا نام نامناسب ہو تو بدل دینا چاہیے۔)

قبیلۂ قریش کے خاندان اسد بن خزیمہ سے ہیں۔

آپ کا لقب ''ام الحکیم'' تھا۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی پھوپھی محترمہ امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے ہجرت کے پانچویں سال شادی کی تھی۔ اُس وقت ان کی عمر پینتیس (۳۵) سال تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اس بات پر فخر کیا کرتی تھیں کہ ان کا نکاح اللہ تبارک وتعالیٰ نے پڑھایا۔

آپ رضی اللہ عنہا کا شمار حضرت نبی کریم ﷺ کی سب سے زیادہ فضیلت والی ازواجِ مطہرات میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے سبب سے پردے کا حکم نازل ہوا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم (ازواجِ مطہرات) میں سے مجھ سے جلد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا (یعنی جو زیادہ سخی ہوگی) چناں چہ آپ رضی اللہ عنہا اس بشارت (خوش خبری) کا مصداق بنیں اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے وفات پانے والی آپ ہی ہیں۔ آپ کی وفات ترپن (۵۳) سال کی عمر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۰ھ میں ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۴/۱۴۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ

الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ؕ وَاِذْ

تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ

وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا

قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ

اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیویں تو کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا ﴿۳۶﴾ (اے نبی!) جس آدمی (یعنی زید) پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا اس سے تم فرما رہے تھے کہ تم اپنی بیوی (یعنی زینب) کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور (اے نبی!) تم اپنے دل میں وہ بات چھپا رہے تھے جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے ہی والے تھے اور تم لوگوں (کے طعنے) سے ڈر رہے تھے؛ حالاں کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنا چاہیے، پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس (زینب) سے تمھارا نکاح کرا دیا؛ تا کہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے

(یعنی لے پالک) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی (یعنی گناہ، حرج) نہ رہے، جب کہ ان لے پالکوں نے ان سے (طلاق دے کر) تعلّق ختم کر دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا تھا﴿۳۷﴾

یہ قرآنِ مجید کے بائیسویں پارے میں سورۃ الاحزاب کی آیتیں آپ کے سامنے تلاوت کیں، اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک بہت ہی نیک اور پاکیزہ عورت کی پہلی اور دوسری شادی کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

ایک صحابی ہیں جن کا نام ”حضرت زید رضی اللہ عنہ“ ہے، یہ غلام تھے، ان کو عکاظ کے بازار سے خریدا گیا، بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے اپنا ”منہ بولا بیٹا“ بنا لیا تھا۔ (طبری ۱۰/ ۳۰۲) عربی میں اس کو ”متبنّٰی“ کہتے ہیں، اردو میں ”لے پالک“ اور انگلش میں (adopt) کرنا کہتے ہیں۔

جاہلیت کے زمانے کی ایک غلط رسم

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب متبنیٰ بنا لیا تو عرب میں ایک قانون تھا کہ متبنیٰ بیٹے کو اپنے سگے بیٹے کے برابر سمجھتے تھے، جس طرح کوئی آدمی اپنے سگے بیٹے کی بیوی سے یعنی بہو سے- چاہے بیٹا اپنی بیوی کو طلاق دے دیوے یا بیٹے کا انتقال ہو جاوے- نکاح نہیں کر سکتا، اسی طرح عربوں کے یہاں یہ بات بھی مشہور تھی کہ اپنے متبنیٰ لڑکے کی بیوی کے ساتھ بھی کبھی نکاح نہیں کر سکتے۔

لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہے

یہ غلط بات مشہور تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اِس غلط بات کی اصلاح فرمائی کہ حقیقی بیٹا الگ ہے، حقیقی بیٹے کی بیوی کے ساتھ تو نکاح نہیں ہوسکتا؛ لیکن متبنی بیٹے کی بیوی کے ساتھ -اگر وہ طلاق دے دے یا مر جائے- تو نکاح ہوسکتا ہے، یہ بات اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک آیت کے ذریعے سے بھی بیان فرمائی اور اللہ نے اس کو خود نبیِ کریم ﷺ سے عملی طور پر بھی لوگوں کے سامنے ظاہر کروایا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، ان کے ابا اور چچا لینے کے لیے آئے تو بھی وہ نہیں گئے، حضور ﷺ ہی کے پاس رہنے کا فیصلہ کیا، یہ بڑا عجیب وغریب قصہ ہے ان شاء اللہ! پھر کبھی آپ کو سنائیں گے۔

نوٹ: حضرت زید رضی اللہ عنہ کا مفصل تذکرہ بندے کے ملکِ شام کے سفرنامہ "دیکھی ہوئی دنیا" کے تیسرے حصے میں ملاحظہ فرمائیں۔

خیر! حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے متبنیٰ (لے پالک) تھے اور پورے مکہ میں لوگ ان کو "زید ابن محمد" کہتے تھے یعنی زید نبیِ کریم ﷺ کے بیٹے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں:

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ ۝۴ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ. (الأحزاب)

ترجمہ: اور تمھارے منہ بولے بیٹوں (لے پالک) کو (حقیقی، سچا) بیٹے نہیں بنایا،

یہ تو تمھاری بات ہی بات ہے جو تم منہ سے کہتے ہو اور اللہ تو سچی بات کہتے ہیں اور وہی سیدھا راستہ بتلاتے ہیں ﴿۴﴾ تم ان کو ان کے (حقیقی) باپوں کے نام سے پکارا کرو، یہی طریقہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے، پھر اگر تم کو ان کے (اصلی) باپ معلوم نہیں ہے تو وہ تمھارے دینی بھائی اور تمھارے دوست ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمھارے مردوں میں سے کسی کے (نسبی) باپ نہیں ہیں؛ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔

اس میں بتلایا گیا کہ: منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹوں کی طرح نہیں ہے اور ان کی نسبت حقیقی باپ سے ختم کر کے بَن بیٹھے باپ کی طرف کرنا یہ ناانصافی ہے۔

یعنی لے پالک کو سگے بیٹے کی طرح نہیں پکارنا چاہیے اور جو مرد متبنّٰی بناوے اس کی بیوی کو اس سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے یعنی کوئی عورت کسی کو اپنا بیٹا بنا لے تو اس کی وجہ سے پردہ ختم نہیں ہو جاتا؛ بلکہ پردہ کرنا ضروری ہے اور اس کو میراث میں سے بھی حصہ نہیں ملے گا۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے حضرت زید کو "زید ابن محمد" کہنا بند کر دیا اور اللہ کے قانون کے مطابق ان کے ابا کا جو اصلی نام تھا "زید ابنِ حارثہ" اسی نام سے پکارنا شروع کر دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی ایک انفرادی خصوصیت

اللہ تعالیٰ کتنے مہربان ہیں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام حضور ﷺ کے ساتھ مشہور ہو گیا تھا؛ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا تو اب لوگوں نے زید بن حارثہ کہنا شروع کر دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تسلی کا سامان قرآن میں ان کے ذکرِ خیر کے ذریعہ سے کیا گیا، قرآنِ مجید میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صراحتاً صرف تنہا آپ ہی کا نام مذکور ہے:

﴿فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ﴾

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تسلی آگئی کہ پورے قرآن میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکیلے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے، کسی اور صحابی کا نام صراحتاً پورے قرآن میں کہیں نہیں آیا، یہ صرف ان ہی کی خصوصیت ہے۔

دوسرے کسی صحابی کا نام قرآن میں نہیں ہے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا:

ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

ترجمہ: جب کہ (آپ ﷺ) دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے جس وقت وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ (نبی) اپنے ساتھی (یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے یہ کہہ رہے تھے کہ: تم غم مت کرو، یقین رکھو! اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں۔ (التوبۃ:۴۰)

لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام قرآن میں کہیں نہیں ہے۔

ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے اللہ نے قرآن میں تقریباً بیس آیتیں اتاریں، جن کا قصہ

میں پہلے آپ کو سنا چکا ہوں؛ لیکن قرآن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام کہیں پر نہیں ہے۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بھی پہلے آپ کو سنایا تھا، ان کے بارے میں بھی قرآن میں آیت اتری؛ لیکن ان کا نام قرآن میں نہیں ہے۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں اکیلے حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی وہ صحابی ہیں جن کا نام اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔ یہ بہت پیارا نام ہے، مختصر بھی ہے، میٹھا بھی ہے؛ اس لیے اللہ توفیق دے تو قرآن میں آیا ہوا یہ مبارک نام اپنے بچوں کا رکھو، ان شاء اللہ! قرآن والا یہ مبارک نام زندہ ہو جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو حقوق عطا فرمائے

حضرت زید رضی اللہ عنہ غلامی سے آزاد ہوئے تھے، یہ غلامی کا دھبہ ان کے ساتھ لگا ہوا تھا، حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں غلاموں کو حقیر اور نیچا سمجھا جاتا تھا، لوگ ان پر ظلم کرتے تھے، رسوا کرتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں آکر غلاموں کو حقوق دلوائے، عزت دلوائی۔

دنیا کی تاریخ میں ایک عجیب کام:
غلام کا نکاح اپنی ایک آزاد معزز رشتے دار عورت کے ساتھ

اسی عزت کے کاموں میں سے ایک کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا کہ اس دنیا کی تاریخ میں کسی نے ایسا انوکھا کام نہیں کیا، وہ کام یہ کیا کہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو آزاد کر کے ان کی شادی اپنی سگی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ کروائی۔

عرب کا سب سے معزز خاندان

حضور ﷺ کا خاندان یعنی قریش پورے عرب میں سب سے بڑا عزت والا خاندان تھا اور اس میں بھی بنوعبدالمطلب یعنی حضور ﷺ کے دادا کا خاندان تو سب سے نرالی عزت والا اور بہت ہی اونچے درجے کا خاندان تھا؛ لیکن حضور ﷺ نے اپنی پھوپھی کی لڑکی کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح کروایا اور یہ دن غلاموں کے لیے عزت کا دن تھا، اتنا اونچا نکاح حضور ﷺ نے کروایا، وہ شادی میں آج کی مجلس میں سناتا ہوں۔

نبیِ کریم ﷺ کی ایک پھوپھی تھی جن کا نام ''اُمَیمہ بنتِ عبدالمطلب'' تھا، ان کی ایک لڑکی تھی جن کا نام ''زینب بنتِ جحش'' تھا، نبیِ کریم ﷺ نے اس لڑکی کے ساتھ سب سے پہلے شادی کا پیغام دیا کہ: میں زید کے ساتھ ان کا نکاح کرانا چاہتا ہوں۔

ایک آسان مثال

چوں کہ حضرت زیدؓ کے اوپر غلامی کا دھبہ تھا، آپ کو سمجھانے کے لیے اس کی صرف ایک مثال دیتا ہوں، آپ کو کوئی ایسا کام کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا ہوں، پہلے سے آپ بے فکر رہیے، جیسے کہ یہاں ''لیلونگوے'' میں کوئی بہت ہی اچھے اپنے ایشین (asian) فیملی میں کسی کو میں یہ کہوں: یہاں افریقن لڑکوں میں سے کسی کے ساتھ تمھاری لڑکی کی شادی کرادو تو ظاہر بات ہے کہ مفتی صاحب کا اکرام اپنی جگہ پر؛ لیکن کوئی بھی شادی کروانے کو تیار نہیں ہوگا، لوگ کہیں گے کہ کوئی اور بات ہو تو کہو، یہ آپ نے جو مشورہ دیا وہ مشورہ گلے سے نیچے اترتا نہیں ہے کہ ہماری لڑکی اور کسی افریقن کے

ساتھ شادی کرادیں، یہ شکل مشکل ہے۔

بالکل اسی طرح جب نبی کریم ﷺ نے پیغام بھیجا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ دونوں نے صاف لفظوں میں منع کردیا کہ: ہم زید کے ساتھ نکاح کے لیے تیار نہیں ہیں۔ (روح المعانی ۲۰۳/۱۱)

نبی کا حکم ماننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے؛ چاہے سمجھ میں نہ آئے

یہ بات اللہ کو پسند نہیں آئی؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب کی یہ آیت نازل فرمائی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ۝۳۶

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

دو باتیں یاد رکھیے! اگر نبی کریم ﷺ کسی بات کا مشورہ دیں تو وہ کام کرو یا نہ کرو تمھاری مرضی کی بات ہے، جیسے کہ حضرت بریرہؓ باندی کی شادی والا واقعہ ہے۔

باندیاں تک فیضِ نبوی سے مثالی ذہین بن گئیں

عن ابن عباس قال: كَانَ زَوْجُ بَرِيْرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيْثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوْفُ خَلْفَهَا فِيْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ يَبْكِيْ وَدُمُوْعُهُ تَسِيْلُ عَلٰى لِحْيَتِهِ،

فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِلْعَبَّاسِ: أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيْثٍ بَرِيْرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيْرَةَ مُغِيْثًا، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَوْ رَاجَعْتِيْهِ! فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ! تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْهِ.

(بخاری، کتاب الطلاق، باب شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی زوج بریرۃ، ح: ۵۲۸۳-۵۲۸۴)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر ایک سیاہ فام غلام تھا جس کو مغیث رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا، میری آنکھوں کے سامنے اب بھی وہ منظر ہے جب وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں روتا پھرتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اس کی ڈاڑھی پر گرتے تھے، چناں چہ (ایک دن) آں حضرت ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: عباس! کیا تمھیں اس پر حیرت نہیں کہ مغیث، بریرہ کو کتنا چاہتا ہے اور بریرہ مغیث سے کس قدر نفرت کرتی ہے؟

پھر آپ ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے بھی فرمایا: کاش تم مغیث رضی اللہ عنہ سے رجوع کرلیتیں! (یعنی مغیث رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نکاح کرلیتیں)۔ بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے (بہ طورِ وجوب) اس کا حکم دے رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: بریرہ! میں تو سفارش کر رہا ہوں۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تب تو مجھے اس سے رجوع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا مدینہ کے ایک یہودی کی باندی تھی، اس یہودی نے نو اوقیہ کے بدلے میں ان کو مکاتب بنایا تھا یعنی نو (۹) اوقیہ چاندی دے دو تو میں تم کو آزاد کردوں۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدد کے لیے آئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود ان کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے ایک شوہر تھے جن کا نام مغیث رضی اللہ عنہ تھا، وہ بھی پہلے غلام تھے، بعد میں وہ بھی آزاد ہو گئے، اس سلسلے میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خیارِ عتق ملا یعنی آزاد ہونے کی وجہ سے (الگ ہونے) کا اختیار ملا، چناں چہ انھوں نے شوہر سے الگ ہونے کا فیصلہ کیا جو ان کے شوہر کو قبول نہیں تھا۔

اور اگر حضور ﷺ کسی چیز کا فیصلہ کر دیں تو پھر کوئی مسلمان اس سے انکار کر ہی نہیں سکتا اور یہاں حضرت زید و زینب رضی اللہ عنہما کی شادی کا مسئلہ بھی حضور ﷺ کا فیصلہ تھا؛ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول کا فیصلہ ہے، شادی کروانی ہوگی، اگر تم نافرمانی کرو گے تو کھلم کھلی گمراہی ہوگی۔

نبی کے حکم کے آگے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بے مثال قربانی

جب قرآن مجید کی آیت اتری تو قربان جایئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر کہ دل چاہتا نہیں تھا؛ لیکن اللہ کا حکم آیا تو فوراً خوشی خوشی نکاح کے لیے تیار ہو گئی اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ بھی خوش دلی سے تیار ہو گئے۔

اللہ ہم کو بھی ایسا جذبہ عطا فرماوے کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم اگر ہماری اپنی مرضی کے خلاف ہو تب بھی ہم اس کے ماننے والے بن جاویں، آمین۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بالکل چاہتی نہیں تھی، ان کے بھائی بھی پہلے نہیں چاہتے تھے؛ لیکن جب اللہ کا حکم آیا، حضور ﷺ کا فیصلہ آیا تو انھوں نے اپنا فیصلہ بدلا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا مہر

پھر نکاح ہوا، اس نکاح میں مہر بھی خود نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف سے دیا؛ چوں کہ حضرت زید کو حضور ﷺ اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور وہ نہایت غریب تھے، غلامی سے آزاد ہوئے تھے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے مہر میں دس دینار سونے (gold) کے، ساٹھ (۶۰) درہم چاندی (silver) کے، ایک جانور- (مال سامان سواری وغیرہ کے لیے)- اور ایک کپڑے کا جوڑا، پچاس مُد آٹا، دس مد کھجوریں، اتنی ساری چیزیں حضور ﷺ نے مہر میں عطا فرمائیں۔ (روح المعانی ۱۱/ ۲۰۳)

ایک غلط سوچ کی اصلاح

اِس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ ہم دلہن کو جو چیزیں دیتے ہیں سب چیزیں ہدیہ (gift) ہی دینی چاہیے، مہر کے طور پر دے دینی چاہیے، خالی چڑھاوا اور دوسری کسی نیت سے نہیں دینا چاہیے کہ نعوذ باللہ! شادی ٹوٹ گئی تو واپس لے لیں گے، ایسی غلط نیت سے نہیں دینا چاہیے، جیسے عام طور پر جَنس میں خالی استعمال کرنے کی نیت ہوتی ہے، ملکیت بہو کی نہیں ہوتی ہے، ان سب چکروں میں نہیں پڑنا چاہیے، جو اللہ دے وہ مہر میں اور ہدیہ میں دے دو اور دل میں اچھی نیت رکھو، منگنی ٹوٹ جاوے گی، نکاح فسخ ہو جاوے گا ایسے خطرات میں نہ رہو، ان شاء اللہ! سب خیریت سے چلتا رہے گا۔

دونوں کے درمیان نا اتفاقی

حضور ﷺ نے اتنی ساری چیزیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کے وقت مہر میں عطا فرمائیں، شادی ہوگئی، زندگی چلتی رہی؛ لیکن دونوں کے مزاج میں موافقت نہیں ہوئی؛ چوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا قریش کے اونچے خاندان کی لڑکی اور بہت خوب صورت تھی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ غلامی سے آزاد ہوئے تھے، رنگ بھی ان کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی طرح نہیں تھا؛ اس لیے جوڑ نہیں ہوا اور گاڑی زیادہ آگے نہیں چلی۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا طلاق کا ارادہ اور حضور ﷺ کا منع کرنا

حضرت زید رضی اللہ عنہ تھوڑے تھوڑے وقت میں نبی کریم ﷺ کے پاس آتے اور کہتے کہ: حضور! یہ ہوا، یہ ہوا، اب زینب کے ساتھ نباہ مشکل ہو رہا ہے۔

کیوں کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے لیے حضور ﷺ ابا کی طرح سمجھے جاتے تھے۔

آپ ﷺ نصیحت کرتے: اے زید! تم اپنی بیوی کو اپنے پاس خوب اچھے طریقے اور اخلاقِ حسنہ سے رکھو، اس پر سختی نہ کرو؛ اس لیے کہ زینب نے میری بات مان کر تم سے نکاح کیا ہے، اگر تم اس کو طلاق دے دو گے تو اسے پورے خاندان کے سامنے شرمندگی ہوگی۔ (روح المعانی ۱۱/ ۲۰۳)

دوسری یہ بات بھی سمجھانا مقصود تھا کہ طلاق اللہ کی نظر میں بہت بڑی ناراضگی کی چیز ہے؛ اس لیے طلاق سے بچنا چاہیے۔

حضور ﷺ برابر سمجھاتے رہے، چند دن تک گاڑی چلی؛ لیکن آگے زیادہ دن تک ان کا نکاح نبھ نہ سکا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیِ کریم ﷺ کے پاس آتے، طلاق کا ارادہ ظاہر کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع فرماتے، اللہ نے وہ منظر قرآن میں بیان فرمایا ہے:

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (الأحزاب) ترجمہ: (اے نبی!) جس آدمی (یعنی زید) پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا اس سے تم فرما رہے تھے کہ تم اپنی بیوی (یعنی زینب) کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جس کے اوپر اللہ نے احسان کیا اور نبی نے بھی احسان کیا: اللہ تعالیٰ نے احسان یہ کیا کہ حضرت زید کو ایمان عطا فرمایا اور دوسرا احسان یہ فرمایا کہ: صحابی بننے کی سعادت ان کو حاصل ہوئی۔

بہر حال! حضرت زید رضی اللہ عنہ کو تو حضور ﷺ فرماتے:

اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔

زید اپنی بیوی کو نبھاؤ! تم اپنی بیوی کو اپنے پاس خوب اچھے طریقے اور اخلاقِ حسنہ سے رکھو، اس پر سختی نہ کرو اور طلاق کے بارے میں سوچو بھی مت؛ طلاق دینا مناسب نہیں ہے، تمھاری طبیعت اگر زینب سے لگتی نہیں ہے، مزاج ملتا نہیں ہے تو بھی صبر کرو اور حق ادا کرو، حق تلفی مت کرو۔

میاں بیوی کو ایک دوسرے سے درگذر کرنا چاہیے

دینی بہنو! آپ کو بھی یہی نصیحت ہے کہ: ہوسکتا ہے کہ شوہر کے ساتھ مزاج نہ ملتا

ہو، تمھاری پسند اور اس کی پسند الگ ہو؛ لیکن چلا لو، نباہ لو، دنیا کی زندگی ہے کتنی! عام طور پر ساٹھ، ستر (۶۰، ۷۰) کے بیچ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عمر عطا فرمائی ہے، پھر آگے جنت میں مزے ہی مزے ہیں: اس لیے معمولی معمولی بات پر اپنے شوہر کے حق کو ادا نہ کرنا اور ان سے جھگڑتے رہنا مناسب نہیں ہے، زندگی نباہ لینی چاہیے، طلاق اللہ کو پسند نہیں ہے۔

اللہ نے حضور ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زینب سے تمھارا نکاح ہوگا

درمیان میں ایک بات یہ بھی سن لیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم ﷺ کو بتلا دیا تھا کہ زید اور زینب کی گاڑی چلنے والی نہیں ہے، طلاق ہونے والی ہے اور یہ بات بھی اللہ کی طرف سے بتلا دی گئی تھی کہ: زینب آپ کی ازواجِ مطہرات میں شامل ہونے والی ہیں یعنی آئندہ آپ کا نکاح ان سے ہوگا۔ (روح المعانی ۱۱/ ۲۰۴)

اس لیے کہ ایک غریب کے ساتھ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی کی شادی ہوئی، اب طلاق ہوگی تو طلاق کے بعد اس کی دل جوئی کے لیے سب سے اچھی بات یہی ہوگی کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ نکاح ہو جائے۔

لیکن حضور ﷺ اس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے نہیں تھے: اس لیے کہ ظاہر کرنے میں ایک نامناسب غلط فہمی پھیلتی؛ پورے عرب میں جو ایک بات مشہور تھی کہ متبنّٰی بیٹے کی بیوی سے نکاح نہیں ہو سکتا تو لوگ نبی کو برا بھلا کہہ سکتے تھے کہ: اپنے متبنّٰی کی بیوی کے ساتھ نکاح کر لیا؛ اسی لیے حضور ﷺ اِس بات کو چھپا کر رکھتے تھے۔

شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہو تو کسی بات کا چھپانا جائز ہے

یاد رکھو! جب کوئی غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور لوگ طعنہ دیتے ہوں تو ایسے موقع پر طعنے سے بچنے کے لیے ہم کسی بات کو چھپاوے تو جائز ہے؛ لیکن یہ اسی وقت جائز ہے جب شریعت کا کوئی مقصد فوت نہ ہوتا ہو، اگر شریعت کے کسی قانون پر اثر پڑتا ہو تو پھر اس بات کو چھپانا نہیں چاہیے، چاہے لوگ طعنہ دیں؛ لوگوں کے لعن وطعن کے باوجود بھی اس وقت شریعت پر عمل کرنا چاہیے، لوگوں کے طعنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

ایک خاص مسئلے کی وضاحت

جس کام کے کرنے سے لوگوں میں غلط فہمی پیدا ہوتی ہو اور لوگوں کے طعن وتشنیع میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو لوگوں کے دین کی حفاظت اور ان کو طعن کے گناہ سے بچانے کی نیت سے، کسی کام کو چھوڑ دینا جائز ہے، شرط صرف یہی ہے کہ وہ کام خود شرعی مقاصد میں سے نہ ہو اور کوئی دینی حکم حلال وحرام کا اس سے متعلق نہ ہو، اگرچہ وہ کام خود پسندیدہ ہو، جیسے فتح مکہ کے بعد کعبہ شریف کی تعمیر حضرت نبی کریم ﷺ نے بنائے ابراہیمی پر نہیں کروائی اور اپنا ارادہ موقوف رکھا۔

جب کہ حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا والا معاملہ ایسا تھا کہ اس سے شرعی مقصد متعلق تھا، جاہلیت کی بری رسم اور باطل خیال کی عملی تردید خود نبیِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس سے کروائی تھی۔

دوسری طرف لگتا ایسا ہے کہ خود نبیِ کریم ﷺ نے اس حکم کی اپنی زبان سے تبلیغ ۔ جو سورۂ

احزاب کی شروع کی آیات میں ہو چکی تھی اس کو- کافی سمجھا تھا اور عملی طور پر ظاہر کرنے کی طرف توجہ مبارک بھی نہیں گئی؛ اس لیے باوجود علم و ارادے کے اِس بات کو چھپانا خود مناسب سمجھا؛ اس لیے آیتِ کریمہ میں آپ ﷺ کو فرمایا گیا کہ آپ کی ذات سے عملی اعلان کروانا ہے۔

عملی طور پر غلط رسم کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے ذریعے عملی (precticali) طور پر ظاہر کروانا چاہتے تھے کہ متبنّٰی جب اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو نکاح ہو سکتا ہے اور یہ ہونے والا ہے، نبیِ کریم ﷺ نے لوگوں کے طعنے سے بچنے کے لیے اس بات کو چھپایا۔

خیر! ایک دن حضرت زید رضی اللہ عنہ آئے اور نبیِ کریم ﷺ کو کہا کہ: حضور! میں نے بہت صبر کیا، اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا، آج اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی۔

حضور ﷺ کا پیغامِ نکاح خود زید رضی اللہ عنہ لے کر گئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب طلاق کے بعد عدت پوری ہو گئی تو نبیِ کریم ﷺ نے خود حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ: تم زینب کے پاس جاؤ اور میری طرف سے، میرے ساتھ نکاح کا پیغام دو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس لیے بھیجا؛ تاکہ لوگوں کے سامنے یہ واضح ہو جائے کہ زید نے یہ طلاق اپنی خوشی سے دی ہے، کوئی زبردستی طلاق دلوا کر یہ نکاح نہیں ہوا ہے۔

(روح المعانی ۱۱/ ۲۰۵)

حضرت زید رضی اللہ عنہ کا کمالِ تقویٰ

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شادی کا پیغام لے کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچے، دیکھا تو اس وقت زینب آٹا گوندھ رہی تھیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب میری پہلی نظر زینب رضی اللہ عنہا پر پڑی تو میرے دل میں ان کی اس قدر عظمت آئی کہ میں ان کی طرف دوبارہ نظر نہ کر سکا، اور گھر کے دروازے کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔

کیسی تقوے کی بات کہ ان کے دروازے کی طرف پیٹھ کی؛ تا کہ منہ آمنے سامنے نہ ہو؛ حالاں کہ ابھی پردے کا حکم نہیں آیا تھا، یہ ان کے کامل تقوے کی بات ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمھاری شادی کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ (قرطبی ۱۴/ ۱۲۴)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا عجیب جواب: میں استخارہ کروں گی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جیسے ہی یہ پیغام سنا تو کیا جواب دیا؟ دینی بہنو! عجیب سننے کے لائق جواب ہے، آپ اندازہ لگائیے کہ کتنا اچھا پیغام آیا ہے کہ خود نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کرنا چاہتے ہیں۔

مگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ: میں ابھی کوئی جواب نہیں دیتی، میں اپنے اللہ سے مشورہ کروں گی یعنی استخارہ کروں گی اور استخارہ کر کے جواب دوں گی۔ (روح المعانی ۱۱/ ۲۰۵)

ہر کام میں پہلے استخارہ کر لینا چاہیے

دینی بہنو! یہی ترتیب ہے کہ کوئی بھی شادی کا پیغام آوے، کتنا ہی اچھا لڑکا ہو؛ لیکن پہلے استخارہ کرو، قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢١٦﴾ (البقرة)

ترجمہ: اور ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کو تم پسند نہ کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے اچھی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک چیز کو تم پسند کرو؛ حالاں کہ وہ چیز تمھارے لیے بری ہو، اور (ہر چیز کی حقیقت) اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم لوگ نہیں جانتے ہو۔

اس لیے ہمیشہ استخارہ کر کے ہی جواب دینا چاہیے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: میں استخارہ کروں گی، اس کے بعد جواب دوں گی، چناں چہ ان کے گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد تھی یعنی گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ، وہاں گئی اور استخارہ کیا۔

استخارہ کرنے کا انعام: خود اللہ نے آسمانوں پر نکاح کروایا

اللہ تعالیٰ سے استخارہ کیا تھا، چوں کہ پہلی شادی کے وقت بھائی کو پوچھا تھا، انہوں نے منع کیا تھا، خود بھی منع کر رہی تھی؛ اس لیے اب صرف اللہ تعالیٰ ہی سے استخارہ کرنا ہے۔ چناں چہ اس کا انعام یہ ملا کہ اللہ تعالیٰ نے خود آسمانوں پر فرشتوں کی حاضری میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ نکاح کروادیا، کتنی خوش نصیب عورت ہے!

اور یہ بات خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی:

فَلَمَّا قَضٰی زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷

پھر جب زید نے اس عورت سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس سے تمھارا نکاح کرا دیا؛ تاکہ ایمان والوں کے لیے اپنے منہ بولے (یعنی لے پالک) بیٹوں کی بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی تنگی (یعنی گناہ، حرج) نہ رہے، بہ شرطے کہ ان لے پالکوں نے ان سے (طلاق دے کر) تعلّق ختم کر دیا ہو اور اللہ تعالیٰ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا تھا۔

پھر بعد میں دنیا میں اعلان کرنے کے واسطے بھی نکاح ہوا؛ چناں چہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت ابو احمد ابنِ جحش کی حاضری میں نبیِ کریم ﷺ کا زمین پر بھی نکاح ہوا؛ تاکہ سب لوگوں میں اعلان ہو جائے اور اس نکاح میں چار سو درہم مہر طے کیا گیا۔

اس نکاح کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً پینتیس سال کی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا سجدۂ شکر

چناں چہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جب خبر پہونچی کہ میرا نکاح نبیِ کریم ﷺ سے ہو گیا تو فوراً اللہ کے سامنے شکر کا سجدہ کیا، اللہ اکبر! (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۰/ ۸۱)

اللہ کوئی بھی نعمت عطا کرے، اچھی جگہ رشتہ کرا دے، اچھی جگہ شادی کرا دے تو اس پر بھی شکرانے کی نماز پڑھنی چاہیے، شکرانے کا صدقہ کرنا چاہیے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام بدلنا

اس کے بعد نبی کریم ﷺ کی رخصتی ہوئی، حضور ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس پہونچے تو سب سے پہلے حضور ﷺ نے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: تمھارا نام کیا؟

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: برّہ۔

اس وقت ان کا نام ''برّہ'' تھا، برّہ کا معنی: جو گناہ سے بالکل پاک صاف ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ: یہ نام ٹھیک نہیں ہے اور حضور ﷺ نے ان کا نام بدل دیا اور کہا کہ: آج سے تمھارا نام برّہ نہیں ہوگا؛ بلکہ آج سے تمھارا نام زینب ہوگا۔

(ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی تغییر الاسم القبیح، حدیث: ۴۹۵۳)

دو زینب

حضور ﷺ کی مبارک بیویوں میں، امت کی ماؤں میں دو زینب ہیں:

ایک حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی سگی پھوپھی زاد بہن تھی۔

دوسری حضرت زینب بنتِ خزیمہ رضی اللہ عنہا۔

نام کو بدلنا اور نیا لقب دینا

خیر! حضور ﷺ نے ان کا نام بدل دیا، اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ شوہر اپنی بیوی کے پرانے نام میں اگر کوئی خرابی دیکھے تو اس کو بدل کر نیا کوئی اچھا نام طے کر سکتا ہے۔

نام کے علاوہ کوئی محبت بھرا لقب بھی شوہر اپنی بیوی کے لیے رکھ سکتا ہے، جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''حمیراء'' فرمایا کرتے تھے،

نام تو عائشہ ہی رہنے دیا؛ چوں کہ اچھا نام تھا؛ لیکن ایک محبت بھرا نام حضور ﷺ نے دوسرا رکھ لیا جس کو لقب کہتے ہیں اور اِس طرح حضور ﷺ حضرت عائشہ کو حمیراء کہہ کر پکارا کرتے تھے اور کبھی عائش بھی کہا کرتے تھے، یہ پیار و محبت کی بات ہے۔

(السنن الکبری للنسائی حدیث: ۸۹۵۱)

حضرت نبیِ کریم ﷺ کا سب سے بڑا ولیمہ

نبیِ کریم ﷺ نے رخصتی کے بعد ایک ولیمہ بھی کیا۔

دینی بہنو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضور ﷺ کا نکاح ہوا، اس نکاح میں حضور ﷺ نے مناسب ولیمہ کیا، حضور ﷺ کی اتنی ساری شادیاں ہوئیں؛ لیکن صرف اس ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت بہترین ولیمہ کیا تھا!۔

ذرا دل کھول کر ہمت اور عمل کی نیت سے سنو! حضور ﷺ نے ایک بکری ذبح فرمائی، یہ اللہ کے نبی ﷺ کے گھر کا سب سے بڑا ولیمہ تھا۔

ذرا سوچو! ایک بکری میں کتنے لوگ کھا سکتے ہیں؟ بعض روایتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقریباً سو آدمیوں نے کھانا کھایا ہوگا۔

(قرطبی ۱۴/ ۱۲۴) (بخاری، کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، حدیث: ۵۱۶۸)

حضرت نبیِ کریم ﷺ کا ایک اور ولیمہ

آگے سنو! حضور ﷺ کی ایک ہی کنواری بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کے ساتھ جب نکاح ہوا تو ولیمے میں صرف ایک (دودھ) کا پیالہ تھا، ایک انصاری کے گھر

سے دودھ کا پیالہ آیا، اسی سے حضور ﷺ نے اپنا ولیمہ کرادیا۔ یہ ہمارے نبی کا ولیمہ ہے، یہ سب سے چھوٹا ولیمہ ہے۔ (السیرۃ الحلبیہ ۲/۱۲۱۔ تاریخ الخمیس ۱/۳۵۸)

اب نیت کر کے اٹھو کہ ان شاء اللہ! ہمارے گھر میں سب سے بڑے ولیمے میں زیادہ سے زیادہ ایک بکری کٹے گی، اس سے زیادہ نہیں، اللہ ہم کو سادگی کے ساتھ نکاح کی اور چھوٹے چھوٹے ولیموں کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

دوسرے بعض نبوی ولیمے

① حضرت ام سلمہ کے ولیمے میں دو سیر (تقریباً دو کلو) جَو کھانا تھا۔

② حضرت صفیہ کے ولیمے میں جو کچھ صحابہ کے پاس حاضر تھا سب جمع کر لیا گیا اور سب نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھالیا، جس میں کچھ کھجور، کچھ پنیر اور مکھن تھا۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب من اولم بأقل من شاۃ، حدیث: ۵۱۷۲)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا تین باتوں پر فخر

حضرت زینب رضی اللہ عنہا دوسری تمام ازواجِ مطہرات پر فخر کر کے کہا کرتی تھیں کہ: تمھارا نکاح تو تمھارے ماں باپ نے کروایا؛ لیکن میرا نکاح تو خود اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر کروایا۔

ایک مرتبہ حضرت نبیِ کریم ﷺ کے سامنے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میں تین وجہ سے آپ پر ناز کرتی ہوں:

① میں آپ کی پھوپھی کی لڑکی ہوں۔

② اللہ تعالیٰ نے میرا نکاح آپ کے ساتھ آسمان پر کروایا۔

③ میرا نکاح کروانے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کوشش کی تھی۔

(طبری ۱۰/ ۳۰۳)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا اتنی عجیب وغریب عورت تھیں کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا- جو ان کی سوکن ہوتی ہے- کہتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی اکیلی ایسی تھی جو مجھ سے کچھ ٹکر لے سکتی تھی؛ چوں کہ وہ خوب صورت ہونے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی لڑکی تھی؛ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

زینب سے زیادہ میں نے کسی کو دین دار نہیں دیکھا:

بہت زیادہ اللہ سے ڈرنے والی تھی۔

بہت زیادہ سچ بولنے والی تھی۔

بہت زیادہ رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنے والی تھی۔

بہت زیادہ صدقہ خیرات کرنے والی تھی۔

بہت زیادہ اللہ کا قرب حاصل کرنے والی عورت تھی۔

(مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فی فضل عائشہؓ، حدیث: ۲۴۴۲)

دینی بہنو! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہہ رہی ہیں جو سوکن ہے۔

آج ہمارا حال

اللہ ہم کو بھی ایسا صاف دل عطا فرمائے، آج ہم کو کسی سے ذرا ناراضگی ہو جائے، کسی دوسری بہن سے ذرا بھی جھگڑا ہو جائے تو ہم اس کی کوئی خوبی اور تعریف کی بات بولنا تو کیا، سننا بھی پسند نہیں کرتے، یہ جذبہ اور سوچ ہرگز مناسب نہیں ہے۔

میں نے عائشہ میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب تہمت لگی، جس کا تفصیلی قصہ اِس کتاب میں موجود ہے، اُس موقع پر حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: اے زینب! بتاؤ عائشہ پر جو تہمت لگی ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ کیا تم کو اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟

دیکھو! دونوں آپس میں کیسی رہتی تھیں، ادھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی تعریف کر رہی ہے اور آج موقع آیا اور حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: عائشہ کے بارے میں تم کیا کہتی ہو؟ یہ موقع (چانس) تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کچھ غلط بات کہہ دیتی؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا: وَاللّٰہِ مَا عَلِمتُ فِیھَا إِلَّا خَیرًا (کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

اللہ کی قسم! میں عائشہ میں خیر اور بھلائی ہی دیکھتی ہوں۔

کیسی نیک عورت تھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے قسم کھا کر کہہ رہی ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سگی بہن حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا منافقوں کی باتوں میں آ کر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں میں ہوگئی اور تہمت لگانے کی وجہ بھی شاید یہ تھی کہ وہ میری بہن کی سوکن ہے؛ مگر خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا حال دیکھو! اس کو کہتے ہیں سچائی اور انصاف!۔

تقویٰ کی برکت سے فتنے سے حفاظت

چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زینب کو اس کے تقوے اور اس کی پرہیز گاری کی وجہ سے فتنے سے بچالیا۔

(کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

میری دینی بہنو! دل میں جو تقویٰ ہوتا ہے اس کی برکت سے فتنوں سے حفاظت ہوتی ہے، ان کی بہن فتنے میں پڑی اور خود حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے تقوے کی برکت سے فتنے سے بچ گئی۔

اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت عبادت کرنے والی اور بہت رونے والی عورت تھی، اللہ کے سامنے دعا میں خوب روتی تھی۔

ایک مرتبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نماز میں اور دعا میں تھی، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

إنها لأواهة. (مجمع الزوائد ۹/ ۲۵۰)

زینب اللہ کے سامنے بہت رونے والی، اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے

والی ہے۔

اللہ ہم سب کو بھی اپنے سامنے رونے والا بنادے، آمین۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی خوبیاں سیدہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی زبانی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی سوکن ہوتی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بڑی نیک تھیں، بہت روزے رکھنے والی، بہت تہجد پڑھنے والی تھیں اور حلال کمائی سے مسکینوں پر صدقہ کرنے والی تھیں۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۰ / ۸۲)

سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ان کے لیے ایک بہت بڑی رقم بھیجی تو کہنے لگی: اے اللہ! یہ مال آئندہ میرے پاس نہ آوے، یہ تو بڑا فتنہ ہے، بارہ ہزار درہم تھے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے پورا مال اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔ ایسی کثرت سے بڑے بڑے صدقہ کرنے والی یہ عورت تھی۔ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۰ / ۸۷)

لمبے ہاتھ والی

ان کے بارے میں حدیث میں آتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں کہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی بیویوں سے یہ ارشاد فرمایا: میرے انتقال کے بعد تم میں سے یعنی ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلے میرے پاس وہ آئے گی جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تو تمام بیویاں اپنا ہاتھ ایک دوسرے سے ناپ رہی تھیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے؟ جس کا ہاتھ لمبا وہ پہلے

انتقال کرے گی اور پہلے حضور ﷺ کے پاس پہنچے گی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لمبائی زیادہ نہیں تھی، وہ تھوڑی چھوٹے قد کی تھی؛ اسی لیے ان کا ہاتھ بھی چھوٹا ہوگا؛ لیکن دنیا نے دیکھا کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ کے انتقال کے بعد حضور ﷺ کی بیویوں میں سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ ہاتھ لمبا ہونے کا مطلب یہ تھا کہ "جو زیادہ صدقہ اور سخاوت کرنے والی ہو" چاہے ہاتھ کی سائز چھوٹی ہو، کتنی خوش نصیب بیوی تھیں!۔ (مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل زینب، ح:۲۴۵۲)

اپنا کفن خود تیار کرایا

سیدہ زینب نے اپنا کفن بھی اپنی زندگی میں خود تیار کررکھا تھا، ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود پانچ کپڑے کفن کے تیار کروائے اور ان میں خوشبو لگوا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے لیے کفن بھیجا؛ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ مجھے اپنا کفن ہی پہنایا جائے، چناں چہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنی زندگی میں جو اپنا کفن خود تیار کیا تھا وہی کفن ان کو پہنایا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو کفن بھیجا تھا وہ ان کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا نے اللہ کے نام پر صدقہ کردیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی، مدینۂ منورہ میں سن ہجری ۲۰ میں ان کا انتقال ہوا۔

(الطبقات الکبری لابن سعد ۱۰/ ۸۶)

ایک عجیب نکتہ

جس وقت ان کا انتقال ہوا ان کی عمر پچاس یا ترپن سال کی تھی، عجیب بات

پینتیس (۳۵) سال کی عمر میں ان کا نکاح حضور ﷺ کے ساتھ ہوا اور پینتیس (۳۵) کو الٹا کرو تو ترپن (۵۳) ہوتا ہے۔

وفات کے دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا افسوس

جس دن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اُس دن ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: افسوس! آج ایسی عورت کا انتقال ہوگیا جو بڑی پسندیدہ تھی، بہت اچھی خوبیوں والی تھی، بڑی عبادت کرنے والی تھی اور یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرنے والی تھیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۱۰/۸۸)

میری دینی بہنو! دنیا سے تو ہر ایک کو جانا ہے؛ لیکن کسی کے انتقال کے وقت کوئی ایک دو اچھی بات کہہ دیوے، یہ ہے خوبی اور کمال کی بات!؛ اس لیے اپنی زندگی میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا والی خوبیاں اپناؤ۔

روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ

عن أنس رضي الله عنه قال: مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْراً، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ. ثُمَّ مَرُّوْا بِأُخْرىٰ فَأَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرّاً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: وَجَبَتْ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَا وَجَبَتْ؟ فَقَالَ: هٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْراً فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ، وَهٰذَا أَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرّاً فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ؛ أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ.

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ثناء الناس علی المیت، حدیث: ۱۳۶۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لوگ ایک جنازہ کو لے کر گزرے، اس

جنازے کو دیکھ کر نبیِ کریم ﷺ کی مجلس میں جو لوگ موجود تھے انھوں نے اس جنازے والے کے متعلق اچھی بات کہی اور اس کی تعریف کی کہ: بہت اچھا آدمی تھا، نیک وصالح تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے واجب ہوگئی۔

اس کے بعد ایک دوسرا جنازہ وہاں سے گزرا، اس کو دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے اس کی برائی کی کہ: بہت برا آدمی تھا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا: اس کے لیے بھی واجب ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں موجود تھے انھوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا چیز واجب ہوگئی؟

نبیِ کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: پہلا آدمی جس کے متعلق تم لوگوں نے اچھی بات کہی تھی اور اس کی تعریفیں کی تھیں، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور دوسرا آدمی جس کے متعلق تم نے برے کلمات کہے تھے اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی؛ تم لوگ روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان کے دلوں میں مرنے والے کے متعلق اچھائی ڈالنا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہوا ہے۔

(حدیث کے اصلاحی مضامین: ۱۰/ ۳۶۴)

سیدہ زینب والی خوبیاں اپناؤ

بہر حال: حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ صدقہ کرنے والی تھی، اللہ ہماری دینی بہنوں کو بھی زیادہ صدقہ کرنے والی بناویں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ تہجد پڑھنے والی تھیں، اللہ مجھے اور آپ کو کثرت

سے تہجد پڑھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

بیواؤں اور یتیموں کا بڑا خیال رکھنے والی تھیں، اللہ ہم کو بھی بیواؤں اور یتیموں کی مدد کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بہت زیادہ نفل روزے بھی رکھتی تھیں، اللہ ہمیں بھی زیادہ سے زیادہ نفل روزے رکھنے کی توفیق عطا فرماوے۔

ایسی نیک اور پارسا عورت جن کے دو نکاح ہوئے (پہلا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ہوا، وہ نکاح ٹوٹ گیا، پھر حضرت نبیِ کریم سے نکاح ہوا)، اور دونوں نکاح کے واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمائے، وہ پورا واقعہ میں نے آپ کے سامنے ذکر کر دیا۔ میری دینی بہنو! خاص طور پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے وقت جو بہترین ولیمہ ہوا تھا، جس میں ایک بکری ذبح کی گئی تھی، اللہ ہم سب کو ایسا سادہ اور چھوٹا ولیمہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط اول)

مختصر تعارف

نام: عائشہ۔ عائشہ کا معنی ہوتا ہے: اچھی اور بہتر حالت والی عورت۔

والد کی طرف سے نسب نامہ: عائشہ بنتِ ابوبکر بن ابی قحافہ القرشیہ۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ: عائشہ بنتِ امِ رومان بنتِ عامر بن عویمر۔

القاب: صدیقہ، حمیراء، موفقہ، عائش۔

کنیت: امِ عبداللہ۔

پیدائش: رمضان المبارک یا شوال میں نبوت کے چوتھے (۴) سال مکہ میں پیدائش ہوئی۔

نکاح: چھ (۶) سال کی عمر میں، نبوت کے دسویں دس (۱۰) آپ ﷺ سے مکۂ مکرمہ میں نکاح ہوا۔

مہر: ۴۰۰ درہم۔

رخصتی: مدینۂ منورہ میں ہجرت کے پہلے سال یعنی نبوت کے چودہویں سال شوال کے مہینے میں ۹ سال کی عمر میں آپ کی رخصتی ہوئی۔

رفاقت: آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کی مدت تقریباً ۹ سال ۵ مہینے اور ۱۲ دن۔

وفات: ۶۷ سال کی عمر پا کر رمضان، ۵۸ھ میں حضرت امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے اخیری دورِ خلافت میں انتقال فرمایا۔

مدینۂ منورہ کے مشہور قبرستان بقیع میں مدفون ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۱۰ / ۴۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

ہر قوم نے اپنے نبی کو ستایا

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو

اپنے دین کی دعوت کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے جب بھی نبیوں کو ان کی قوم کی طرف دین کی دعوت اور اللہ کا دین سمجھانے کے لیے بھیجا گیا تو ہر زمانے میں ہر قوم کی طرف سے ہر نبی کو ستایا اور پریشان کیا گیا۔

انبیا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درجہ بہت اونچا ہے، آپ پیغمبروں میں دوسرے نمبر کے نبی ہیں، آپ پر بھی بہت پریشانیاں آئیں اور آپ کا بھی امتحان لیا گیا۔

آپ ﷺ کا ستایا جانا

تمام پیغمبروں کے سردار ہمارے آقا تاج دارِ مدینہ حضرت نبیِ کریم ﷺ پر تمام نبیوں سے زیادہ تکلیفیں آئیں، لوگوں نے سب سے زیادہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کو ستایا، آپ ﷺ نبی بنائے جانے کے بعد تیرہ (۱۳) سال مکہ میں مقیم رہے، اسی دوران طائف تشریف لے گئے، دونوں جگہ؛ یعنی مکہ اور طائف کے ظالموں نے آپ ﷺ کو پریشان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

آپ ﷺ کی مدنی زندگی

جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینۂ منورہ تشریف لے گئے، اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک ترپن (۵۳) سال کی تھی، مدینہ میں آپ کو یہودیوں نے تو ستایا ہی؛ مگر یہاں منافقین کی بھی ایک جماعت تھی وہ بھی آپ کو ہر وقت پریشان کیا کرتے تھے۔

منافق کا مطلب

منافق کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جو اوپر اوپر سے اپنے آپ کو مسلمان بتائے، کہ ہم

مسلمان ہیں، ایمان والے ہیں، کلمہ پڑھنے والے ہیں؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہوتا ہے، حقیقت میں کافر ہوتے ہیں۔

مدینہ کے منافق اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، کلمہ پڑھتے تھے، مسجد میں آکر نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے، حضور ﷺ کی مجلس میں آکر دین کی باتیں بھی سن لیا کرتے تھے؛ لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا، وہ لوگ حقیقت میں کافر اور مشرک اور یہودی تھے، زبان پر ایمان اور دل میں کفر تھا۔

منافقوں کے بارے میں قرآن پاک میں بڑی سخت وعید آئی ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾

(النساء)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ منافق لوگ آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور تم ان کے لیے ہرگز کوئی مدد کرنے والا نہیں پاؤ گے۔

یعنی منافقوں کو کافروں سے بھی زیادہ سخت عذاب دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ نفاق سے اور نفاق کے تمام شعبوں سے ہم تمام کی حفاظت فرمائیں، آمین۔

دو قسم کا نفاق

نفاق دو طرح کا ہوتا ہے: (۱) عقیدے کا نفاق۔ (۲) عمل کا نفاق۔

عقیدے کے اعتبار سے کون منافق ہے اِس دور میں اس کا پتہ لگانا مشکل ہے، البتہ نفاق کی دوسری صورت یعنی عمل کے اعتبار سے منافق ہونا عام ہے؛ یعنی جو آدمی منافقوں جیسے کام کرتا ہے، جیسے وعدہ خلافی کرنا، جھوٹ بولنا، امانت میں خیانت کرنا

وغیرہ، عمل کے اعتبار سے یہ نفاق قیامت تک دنیا میں رہے گا۔

منافقوں کا آپ ﷺ کو ستانا

مدینہ میں ان منافقوں نے آپ ﷺ کو بہت ہی ستایا، ان کی بہت بڑی جماعت تھی اور اس جماعت کا لیڈر عبد اللہ ابنِ اُبی ابن سلول تھا، نام تو عبد اللہ تھا؛ لیکن بڑا اکٹّر منافق تھا اور حضور ﷺ کو ستانے میں سب سے آگے آگے رہتا تھا، اس کے نام میں ایک بات یہ ہے کہ عربوں کے یہاں جیسا کہ عادت ہے کہ پہلے اپنا نام پھر باپ کا نام پھر دادا کا نام اِس طرح بولتے تھے، ہمارے یہاں بھی کچھ ایسا رواج ہے؛ لیکن اس کے نام میں اس کے باپ کے نام کے بعد اس کی ماں کا نام ہے، ''اُبی'' اس کے باپ کا نام ہے اور ''سلول'' اس کی ماں کا نام ہے، یہ بھی ایک عجیب نسبت ہے۔ (حاشیہ جلالین:۱/۱۶۴)

پکے منافق کا بیٹا: پکا مؤمن

اللہ تعالیٰ کی شان اور قدرت دیکھو! اِس عبد اللہ ابنِ ابی منافق کے بیٹے کا نام بھی عبد اللہ تھا؛ لیکن وہ پکے مؤمن اور مخلص صحابی تھے۔

غیر مناسب نام بدل دینا چاہیے

اُس زمانے میں ایسا ہوتا تھا کہ جو نام باپ کا ہوتا تھا وہی نام بیٹے کا ہوا کرتا تھا، جیسے امام ابنِ جریر طبریؒ نے لکھا ہے: اس منافق عبد اللہ کے بیٹے کا نام ''حباب'' تھا، جب یہ نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا: تمھارا نام کیا ہے؟

انھوں نے عرض کیا کہ: میرا نام حباب ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو شیطان کا نام ہے، اس کو بدل دو۔ پھر ان کا نام ''عبداللہ'' رکھا گیا، اس طرح وہ عبداللہ بن عبداللہ بن گئے۔ (طبری ۱۲/۱۰۶)

حضرت نبیِ کریم ﷺ کی یہ عادتِ شریفہ تھی کہ کسی کا نامناسب نام سنتے تو بدل دیتے تھے؛ اس لیے اگر کسی کا غیر مناسب نام رکھا ہو تو علمائے کرام سے تحقیق کر کے اس کو بدل دینا چاہیے۔

باپ اور بیٹے کا نام ایک جیسا ہو گیا

آج بھی بعض لوگ باپ اور بیٹے دونوں کا نام ایک ہی رکھتے ہیں، یہ کوئی عیب کی چیز نہیں ہے، میرے استاذِ محترم، دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم کے ایک بیٹے کا نام بھی سعید احمد ہے، وہ سورت میں ایک مدرسے کے مدرس ہیں۔

بہر حال! یہ بھی ایک عجیب بات تھی کہ عبداللہ ابن اُبی کٹّر منافق اور اس کے بیٹے حضرت عبداللہ حضور ﷺ کے وفادار اور پکے صحابی تھے۔

کوئی صرف نام سے مسلمان نہیں ہوتا

اس سے ایک حقیقت یہ بھی سمجھ میں آئی کہ کوئی اپنا نام عبداللہ، عبدالرحمن رکھ لیوے، اس سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا، مسلمان جیسا نام ہونے سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا، بہت سے لوگ مسلمانوں جیسے نام رکھتے ہیں اس سے مسلمان نہیں ہو جاتے، انتخاب کے لیے رائے دینے والوں کی جو فہرست بنی ہے، اسی طرح سرکاری دفاتر میں

کسی کا نام مسلمان جیسا ہو تو اس سے وہ مسلمان نہیں ہو جاتا، دل میں ایمان ہو اور زندگی اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور حضور ﷺ کے طریقے کے مطابق گزارتا ہو وہ مسلمان کہلاتا ہے، بہت سے یہود، نصاری، مجوسی، پارسی لوگوں کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہوتے ہیں یا مسلمانوں کے نام ان کے جیسے ہوتے ہیں، تو صرف نام سے کوئی مسلمان نہیں ہو جاتا، ہاں! اسلامی نام اسلامی شناخت (پہچان) کا ذریعہ بنتے ہیں۔

اِس دور میں ایک غلط فہمی

آج کے دور میں لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ جو گوشت کھاوے وہ مسلمان ہے، خود مسلمان اپنے اسلام کی علامت صرف گوشت کھانا سمجھتے ہیں؛ حالاں کہ یہ غلط ہے، ہر گوشت کھانے والا مسلمان نہیں اور ہر مسلمان گوشت کھاتا ہو یہ بھی ضروری نہیں۔

راستے میں چلتے ہوئے پانچ روپیے کی ٹوپی خرید لی، سر پر رکھ لی، اس سے کوئی واقعی مسلمان نہیں ہو جاتا، بعض لوگ جو اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں وہ اِس طرح ظاہری اسلامی ہیئت اختیار کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرتے ہیں؛ حالاں کہ وہ حقیقی مسلمان نہیں۔

منافقوں کی طرف سے تکلیف پہنچانے کی انتہا

ان منافقوں نے مدینہ میں آپ ﷺ کو اس قدر ستایا کہ پوری امت کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت اور الزام لگا کر اتنی بڑی تکلیف ان منافقوں اور یہودیوں نے پہنچائی، اِس تہمت کی وجہ سے آپ ﷺ تقریباً ایک ماہ تک

بہت پریشان رہے اور آپ کو اس کا بہت رنج ہوا اور آپ کی پریشانی کی وجہ سے مدینہ کے تمام کے تمام مسلمان پریشان تھے، پورے مدینے میں غم کا ماحول چھایا ہوا تھا، کسی صحابی کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

حضور ﷺ کو آخری درجے کی روحانی تکلیف

خلاصہ یہ ہوا کہ دشمنوں نے نبیِ کریم ﷺ کو پریشان کرنے کی ساری تدبیریں خرچ کر ڈالیں، آپ ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی جو بھی صورت جس کسی کے ذہن میں آئی، وہ سبھی استعمال کی گئیں، دشمنوں نے جو تکلیفیں آپ ﷺ کو پہنچائیں، اس میں آخری درجے کی روحانی تکلیف یہی تھی۔

ایک طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی ایک نیک، مقدس، عالمہ، فاضلہ عورت پر تہمت۔ دوسری طرف ایک، نیک، مقدس صحابی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی طرف غلط نسبت۔

غلط نسبت

ہوا یہ کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام غلط طریقے سے جوڑ دیا، وہ صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ تھے، جو بڑے نیک اور پرہیزگار تھے؛ لیکن ان منافقوں نے ان کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام جوڑ دیا اور ان پر نعوذ باللہ! زنا کی تہمت لگائی، آپ ﷺ پریشان، حضرت صفوان بھی پریشان اور سب سے زیادہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت بھی پریشان، تقریباً پورا ایک

مہینہ مدینے میں غم کا ماحول رہا، یہ پوری سازش اور پلان منافقوں اور یہودیوں کے سرداراوران کے لیڈر: عبداللہ ابن ابی کا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبیاں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت ہی نیک صالحہ اور پاک دامن عورت تھیں، ہم سب دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری تمام بہنوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی عطا فرمائے اور جنت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب رہنا نصیب فرمائے، آمین۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلتیں عطا فرمائی تھیں اور ایسی ایسی خوبیاں دی تھیں کہ دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک خاص امتیازی درجہ رکھتی ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک آنے والی پوری دنیا کی تمام عورتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبیاں کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئیں، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں، اس سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقام کتنا اونچا ہے!!!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی خوبی

ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ ان کی شادی سے پہلے ایک دن اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیلِ امین علیہ السلام ان کی تصویر ایک ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ: اے اللہ کے نبی! یہ عورت آپ کی بیوی بنے گی۔

(بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشۃ، حدیث: ۳۸۹۵)

بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی ہتھیلی میں ان کی تصویر لے کر آئے تھے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۱۰/۵۰)

ظاہر بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو کام کریں گے اللہ کے حکم کے مطابق کریں گے؛ گویا کہ اللہ نے حضور ﷺ کو شادی سے پہلے ہی ان کی تصویر بتا کر یہ پیغام دیا کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح پہلے آسمانوں پر طے ہوا پھر زمین والوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔

شادی سے پہلے شادی کی نیت سے عورت کو ایک مرتبہ دیکھنا جائز ہے

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کی نیت سے اگر عورت کو دیکھنا چاہیں تو دیکھنا جائز ہے؛ لیکن اس میں یہ خیال رہے کہ جو لڑکا ارادہ رکھتا ہے وہ دیکھے، اس کے والد، بھائی، چچا، ماموں، دوست وغیرہ کو دیکھنے کی اجازت نہیں، پھر دیکھنا بھی ایسا ہو کہ اس میں حد سے آگے نہ بڑھے، بعض جگہ لڑکی دیکھنے کے لیے لڑکا اپنے دوست کے ساتھ جاتا ہے، والد اور بھائی کو بھی لے کر جاتا ہے، سب مل کر دیکھتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے۔ اسی طرح بعض جگہ لڑکے لڑکی کو تنہائی میں ملنے بھی دیا جاتا ہے، طویل تفصیلی گفتگو اور خلوت کا موقع دیا جاتا ہے، یہ بھی غلط ہے، بس! شادی کا ارادہ رکھنے والا لڑکا کسی موقع سے دیکھ لیوے اتنا کافی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب شادی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبیِ کریم

ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اور اس عورت کو (جس سے نکاح کا ارادہ ہے) دیکھ لو۔

(ترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی النظر الی المخطوبۃ، حدیث: ۱۰۸۷)

مشکوۃ شریف کی شرح ''مظاہرِ حق'' میں اسی طرح کی ایک حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: اپنی مخطوبہ (جس عورت کو نکاح کا پیغام بھیجنا ہو) کو دیکھ لینا ممکن نہ ہوتو پھر یہ مستحب ہے کہ کسی معتمد عورت کو بھیج دیا جائے تا کہ وہ اس مخطوبہ کو دیکھ کر مرد کو اس کے حالات بتا دے۔ (مظاہر حق ۴/ ۱۸)

دیکھنے میں ایک بے احتیاطی

جب لڑکی کو دیکھنے جاتے ہیں تب دونوں ایک دوسرے کے سامنے اپنے گزرے ہوئے دور کی تاریخ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں، اس کے نتیجے میں دیکھنے ہی کے مرحلے سے بدگمانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں بہت سی مرتبہ رشتہ بھی طے نہیں ہو پاتا، ان غلط طریقوں کو بند کرنا چاہیے۔

آج کے کہے جانے والے ترقی یافتہ دور میں بعض والدین تو اس مرحلے میں لڑکے لڑکی کو کچھ ایام، کچھ مہینے باقاعدہ رابطہ میں رہنے کی اور ساتھ گھومنے پھرنے کی اجازت دیتے ہیں اور یوں کہتے ہیں: پہلے ایک دوسرے کو سمجھ لو، اچھی طرح جانچ لو کہ نباہ ہوگا کہ نہیں؛ تا کہ آگے کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہو، یہ غلط اور ناجائز کام ہے، اِس طرح غیر شرعی وغیر اسلامی طرز سے دیکھنے ملنے سے کبھی کوئی کام بنتا نہیں؛ بلکہ بگڑتا ہے۔ کتنے ایسے لڑکے، لڑکیاں ہیں کہ وہ شادی سے پہلے طویل (ناجائز) تعلّق رکھتے تھے، پھر بھی شادی کے بعد ان کا نباہ نہیں ہوسکا۔

یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوبی کی بات ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی تصویر لے کر آئے اور حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی، ظاہر بات ہے اس زمانے میں کوئی کیمرہ، ویڈیو وغیرہ تو تھا نہیں؛ بلکہ وہ کوئی روحانی، غیبی، مثالی اور قدرتی چیز تھی جس سے ان کی تصویر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی، آج کے زمانے میں اس کو کوئی تصویر کے جائز ہونے کی دلیل نہیں بنا سکتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوبی یہ ہے کہ سوائے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام کے تمام بیوہ اور مطلّقہ عورتوں سے کیے، کسی کے شوہر کی وفات ہوگئی تھی یا کسی کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی تھی، ایسی مطلقہ بیوہ عورتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمالی، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ایسی بیوی تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کرتے وقت کنواری تھیں۔ (البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۸-۲۰۹)

بیوہ اور مطلقہ عورت کو دوسری شادی کر لینی چاہیے

یہاں ایک دوسری بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی عورت بیوہ ہوجائے یا کسی عورت کو طلاق ہوجائے تو شریعت کی تعلیم ہے کہ ایسی عورت کو کوئی مناسب رشتہ تلاش کرکے شادی کرلینا چاہیے، اس کو اپنے گھر میں بیٹھے نہیں رہنا چاہیے، خاص طور پر جب کہ وہ جوان اور تندرست ہو، اور ایسی لڑکیوں اور عورتوں کے والیوں کو بھی چاہیے کہ ان کی شادی کرانے کی خاص فکر کریں۔ اسی طرح جس مرد کی بیوی کا انتقال ہوجاوے یا

بیوی ایسی بیمار ہو جاوے کہ جسمانی ضرورت کی تکمیل کے قابل نہ رہی یا بیوی سے طلاق ہو گئی تو مرد کو بھی شادی کر لینی چاہیے۔

بیوہ کا نکاح کرانا کوئی عیب نہیں؛ بلکہ اچھی بات ہے

اس طرح کی شادی کو معیوب نہ سمجھیں، بعض جگہ نہایت خطرناک حال ہے، بیوی بیمار ہے، شوہر تندرست ہے، شوہر زنا میں مبتلا ہے، پھر بھی دوسرا نکاح نہیں کرتا ہے یا اس کو کرنے نہیں دیا جاتا، روکا جاتا ہے؛ بلکہ خود بیوی شوہر کے لیے زنا کے اسباب مہیا کرتی ہے؛ لیکن نکاح نہیں کرنے دیتی۔

اسی طرح بیوی کی وفات کے بعد شوہر کو ضرورت ہے پھر بھی دوسرا نکاح نہیں کرتا یا بچے اس کو دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتے، ڈر یہ ہے کہ دوسری آنے والی عورت میراث میں شریک ہوگی اور ہمارا حق کم کروادے گی، خوب سمجھ لو! جو رشتے دار رُکاوٹ بنیں گے اور گناہ کا ذریعہ بنیں گے وہ بھی گنہ گار ہوں گے اور اس طرح کرنے والا بھی گنہگار ہوگا۔

اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ -خدا حفاظت میں رکھے- اگر والد صاحب بڑے ضعیف، صاحبِ فراش ہو گئے، قضائے حاجت، استنجا، غسل سے بھی معذور ہو گئے، کسی کی مدد کی ضرورت پڑ جائے تو کیا اولاد، بیٹی، بہو اس طرح کی جسمانی خدمت -جن میں ستر دیکھنا ہو- کر سکے گی؟ پھر کیوں رکاوٹ بنیں؟

بلکہ خود تعاون کر کے نکاح کروادو؛ تاکہ سہولت رہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآءِكُمۡ. (النور)

ترجمہ: تم میں سے جن (آزاد مردوں اور عورتوں) کا نکاح نہ ہوا ان کا نکاح کرواؤ اور تمھارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نیک ہوں ان کا بھی (نکاح کرواؤ)۔

اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جس کی شادی نہ ہوئی ہو یا وہ طلاق والی یا بیوہ ہوگئی ہو ایسی عورت کی شادی کروا دینی چاہیے۔

بے نکاح مرد و عورت کے لیے وعید

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عکاف رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے سوال فرمایا: تمھاری بیوی ہے؟ انھوں نے عرض کیا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سوال فرمایا: کوئی شرعی باندی ہے؟ انھوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ پھر سوال فرمایا: تمھارے پاس گنجائش ہے کہ نہیں؛ یعنی بیوی کے ضروری خرچے کا انتظام کر سکتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کہ: ہاں! تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر تو تم شیطان کے بھائی ہو، ہماری سنت نکاح کرنا ہے، جو تم میں بغیر نکاح کے ہو وہ بدترین آدمی ہے، اور جو بے نکاح مر گیا وہ سب سے رذیل ہے۔ (مجمع الزوائد ۴/ ۲۵۴) یہ شریعت کا حکم بھی ہے اور اللہ کے نبی کی سنت بھی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے اتباعِ سنت کا عجیب واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ دیوبند کے محلہ دیوان میں وعظ فرما

رہے تھے، وعظ کا موضوع تھا ''بیوہ عورتوں کا نکاح'' - اتفاق کی بات تھی کہ ان ہی دنوں میں حضرت نانوتویؒ کی بہن بیوہ ہوئی تھی اور ابھی تک اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا تھا- دورانِ بیان دیوبند کے معزز شیوخ حضرات میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے یا سوال کی پرچی بھیجی، حضرت! مجھے کچھ عرض کرنا ہے، حضرت نانوتویؒ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فراست سے سمجھ گئے کہ میری بیوہ بہن کا اب تک نکاح نہیں ہوا اس کے متعلق یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت نے مجمع سے فرمایا: ذرا ٹھہریے! مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، یہ فرما کر حضرت اسٹیج سے نیچے اترے اور سیدھے گھر تشریف لے گئے، مجلس اپنی جگہ جمی رہی، بیوہ بہن عمر میں آپ سے بڑی تھی، کافی ضعیف بھی ہو چکی تھی، ان کی اولاد بھی نہیں تھی، حضرت نے اپنی بہن کے پیر پکڑ کر بہت عاجزی کرتے ہوئے عرض کیا: بہن! آپ کی ایک ہمت سے حضور ﷺ کی ایک سنت زندہ ہو سکتی ہے اور میں سنت زندہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہوں۔

بہن گھبرا گئی اور کہا کہ: ایسی کیا بات ہے، میں اس قابل کہاں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت زندہ ہونے کا سبب بن سکوں؟ حضرت نے عرض کیا: بہن! آپ نکاح کر لیجیے۔ بہن نے عرض کیا کہ: بھائی! تم دیکھ رہے ہو، میں ضعیف ہو چکی ہوں، سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، یہ عمر نکاح کرنے کی نہیں ہے۔ حضرت نے عرض کیا: یہ سب کچھ صحیح ہے؛ لیکن یہ نکاح کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے، محض بیواؤں کے نکاح کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے ہے۔

وہ بہن بھی حضرت نانوتویؒ کی بہن تھی، سنت کا نام سن کر نکاح کے لیے تیار ہوئی، ایک بڑے میاں تیار ہو گئے، حضرت نے اسی وقت گھر میں نکاح پڑھا دیا، پھر حضرت باہر تشریف لائے، مجمع اسی طرح جم کر بیٹھا ہوا تھا، کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا اور آگے وعظ شروع فرمایا۔

وہ اعتراض کرنے والے صاحب کے سوال کا خلاصہ یہ تھا کہ: آپ تو بیواؤں کے نکاح کا وعظ فرما رہے ہیں اور آپ کے گھر میں آپ کی بیوہ بہن بیٹھی ہوئی ہے۔

حضرتؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کون کہتا ہے کہ وہ بیوہ بیٹھی ہوئی ہے، اس کا نکاح تو ہو چکا ہے اور نکاح کے گواہ اسی مجلس میں موجود ہے، اسی وقت نکاح کے گواہوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ نکاح ہماری حاضری میں ہوا ہے، اس بات کو سن کر پورا مجمع ایسا متأثر ہو گیا کہ اسی مجلس میں ساٹھ (۶۰) کے قریب بیوہ عورتوں کے نکاح ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر فضل

اللہ کا فضل و کرم ہے مجھ پر کہ اللہ نے مجھے بھی اس سنت کو ادا کرنے کا موقع دیا ۵۸/۵۹ سال کی ہماری بیوہ بہن انگلینڈ میں کئی سالوں سے رہتی تھی، میرے والد مرحوم اپنی حیات میں ان کی شادی کے لیے بڑے فکر مند رہے، دعا بھی کرتے رہے اور کوشش بھی کرتے رہے؛ لیکن نہ ہو سکا، اِسی سال اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کروانے کا مجھے موقع عنایت فرمایا اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنے کی نیت سے میں نے تین دن کے لیے انگلینڈ کا سفر کیا اور بہن کا نکاح پڑھایا، لندن کی مدینہ مسجد میں ایک بڑے مجمع کے سامنے نکاحِ بیوگان پر تفصیلی خطاب کیا اور اس کے بعد خود ولی بالنکاح بن کر نکاح پڑھایا،

الحمد لله علی ذلك. نئے بہنوئی عالمِ دین ہیں اور بڑے اچھے ثابت ہوئے۔

صبر کرنے والی عورت کی فضیلت

لیکن اگر عورت کے شوہر کا انتقال ہوجائے؛ اور وہ محض اپنے چھوٹے بچوں کے خاطر صبر کرے اور عفت و پاک دامنی سے زندگی گذارے، تو اس کے متعلق حدیث شریف میں فضلیت وارد ہوئی ہے، حدیث شریف میں ہے کہ: اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔

عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَنَا وَامْرَأَةٌ سَفْعَاءُ الْخَدَّيْنِ كَهَاتَيْنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - وَأَوْمَأَ يَزِيدُ بِالْوُسْطَى وَالسَّبَّابَةِ - امْرَأَةٌ آمَتْ مِنْ زَوْجِهَا ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ، حَبَسَتْ نَفْسَهَا عَلَى يَتَامَاهَا حَتَّى بَانُوا أَوْ مَاتُوا. (سنن أبي داود أول كتاب الأدب، بَابٌ فِي فَضْلِ مَنْ عَالَ يَتِيمًا: ۵۱۴۹)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور بیوہ عورت اس طرح ہوں گے، راوی یزید نے سبّابہ اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کیا؛ کہ ایک عورت جو کہ حسین وجمیل اور اعلیٰ نسب والی ہے اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے؛ مگر وہ اپنی اولاد کی پرورش کے خاطر نکاح سے رکی رہتی ہے یہاں تک کہ انتقال ہوجاتا ہے۔

اس لیے کہ بہت سی مرتبہ اس عورت نے جس شوہر سے دوسرا نکاح کیا وہ اس کے اگلے شوہر سے ہونے والے بچوں کے متعلق خیر خواہ نہیں ہوا کرتا، جس کی وجہ سے بچوں کی صحیح تعلیم وتربیت نہیں ہو پاتی؛ بلکہ بعض مرتبہ بچے ظلم کا شکار بنتے ہیں، اس لیے جس عورت کو گناہ کا غالب خطرہ ہو وہ تو دوسرا نکاح ضرور کرلے؛ لیکن اگر اپنی ذات پر

اطمینان ہے اور گناہ سے حفاظت کی پوری امید ہے اور چھوٹی چھوٹی اولاد کی تعلیم و تربیت کا بھی مسئلہ ہے اور دوسرے نکاح کی صورت میں بچوں پر ظلم و زیادتی کا خطرہ ہے نیز ضروری اخراجات کی جائز شکلیں بھی موجود ہیں تو اس عورت کو تو صبر کر کے زندگی گذارنی چاہیے اور اپنے بچوں پر محنت کر کے گھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کی فضیلت حاصل کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری خوش قسمتی یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات بھی ان کی گود میں ہوئی، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ کا آخری دن ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا اور آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے پر رکھا ہوا تھا، اسی حالت میں آپ ﷺ کا انتقال ہوا، یہ ان کے لیے بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔

(البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۸-۲۰۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوبی

آپ ﷺ نے سب ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی خوش قسمتی یہ ہے کہ جس جگہ حضور ﷺ کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا، حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں مرض کی شدت کی وجہ سے آپ ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں قیام فرمایا تھا؛ لیکن قدرتی طور پر وفات کے دن باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی تھی۔ (البدایہ والنہایہ

۸/۲۰۹) گویا حضور ﷺ کی چاہتِ مبارکہ یہ تھی کہ آخری ایام میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں قیام ہو۔

مکانات کی وسعت بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

میری بہنو! اللہ نے ہم کو بڑی نعمتوں سے نوازا ہے، آپ ﷺ نے سب ازواجِ مطہرات کے الگ الگ کمرے بنائے تھے، جو بہت ہی چھوٹے چھوٹے تھے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ تمام کو مدینہ شریف بار بار لے جائے، جب تم مدینہ جاؤ تو جو وقت عورتوں کے سلام پڑھنے کا ہوتا ہے وہاں جا کر دیکھنا کہ ان تمام بیویوں کے جو کمرے تھے، وہ جگہ کتنی چھوٹی ہے، مسجدِ نبوی میں جو جالی مبارکہ کا احاطہ ہے، جہاں ہم سلام پیش کرتے ہیں، تقریباً بس اتنے ہی احاطے میں یا اس سے کم جگہ میں تمام امہات المؤمنین کے حجرات تھے۔ بعض احادیث میں ہے کہ جب آپ ﷺ تہجد کی نماز ادا فرماتے اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں آرام کرتی ہوتی اور جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو وہ پاؤں سمیٹ لیتی تھیں۔ (بخاری، کتاب الصلاۃ، باب التطوع خلف المرأۃ، حدیث: ۵۱۳)

اندازہ لگایئے کہ اتنے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے کہ اطمینان سے ایک سوئے اور دوسرا نماز پڑھ سکے اتنی بھی جگہ نہیں ہوتی تھی، اللہ نے مجھے اور آپ کو مکان کی وسعت کی بڑی دولت سے نوازا ہے، اس کی بھی قدر کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پانچویں خوبی یہ ہے کہ: حضرت نبیِ کریم ﷺ کی قبر مبارک

کسی قبرستان میں نہیں بنی ؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں بنی ؛ اس لیے کہ جس جگہ نبی کی وفات ہوتی ہے اسی جگہ ان کی قبر بنائی جاتی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۸/۲۰۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھٹی خوبی یہ کہ: جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا۔ (بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل عائشۃ، ح: ۳۷۷۵)

اللہ اکبر! کیسی پاکیزہ زندگی تھی، یہ خوش نصیبی کسی اور بیوی کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساتویں خوبی یہ ہے کہ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہیں جو تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں ؛ یعنی تمام پیغمبروں اور انسانوں کے بعد سب سے اونچا درجہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے ؛ اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ کا لقب کتنا مبارک ہو گیا! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب صدیقہ، عائشہ نام اور صدیقہ ان کا سیکنڈ نام: صدیقہ بنت صدیق۔ (بخاری، کتاب فضائل الصحابۃ، ح: ۳۶۶۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آٹھویں خوبی

میری بہنو! اور کیا کیا خوش قسمتی ان کی بتاؤں! ایک عجیب خوش نصیبی جو دنیا میں کسی عورت کو نصیب نہیں ہوسکتی کہ جب اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا نے تہمت لگائی کہ یوسف نے میرے ساتھ غلط کام کرنے کا پلان کیا تھا؛ حالاں کہ حضرت یوسف

علیہ السلام پاک اور معصوم تھے، تو اس بات کو بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دودھ پیتے بچے کو بولنا سکھایا، اس بچے نے گواہی دی اور اعلان کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک ہیں اور زلیخا جھوٹی ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو لوگوں نے حضرت مریم پر تہمت لگائی: اے مریم! شادی سے پہلے یہ بچہ کیسے آ گیا؟ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن میں جس وقت وہ اپنی ماں کے گود میں تھے، دودھ پی رہے تھے ان کی زبان سے بلوایا:

انی عبداللہ. (مریم: ۳۰)

ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور بولے کہ: میری ماں مریم پاک ہے، میری ماں نے کوئی غلط کام نہیں کیا۔

میری بہنو! اللہ کی قدرت دیکھو کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر تہمت لگی تو ایک بچے نے ان کو پاک بتایا اور حضرت مریمؑ پر جب تہمت لگی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پیتے پیتے اپنی ماں کو پاک بتایا، خوش نصیب ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے آسمان سے خود اعلان فرمایا اور قرآنِ پاک میں ان کی پاک دامنی پر تقریباً ۲۰ آیتیں یعنی پورے دو رکوع نازل فرمائے۔ (البدایہ والنہایہ ۸/ ۲۰۸) اللہ اللہ! کیسی خوش نصیب عورت ہوگی کہ اللہ نے خود ہی ان کے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا، اتنی بڑی خوش نصیبی کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئی، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کے لیے مغفرت کا اعلان فرمایا:

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾ (النور:۲۶)

ترجمہ: جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جیسی پاکیزہ زندگی ہماری تمام بہنوں کو عطا فرماویں اور جنت میں ان کے ساتھ جانا نصیب فرمائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک بڑی برکت: امت کو تیمم کی نعمت نصیب ہوئی

اسی غزوۂ بنی مصطلق یا اور کسی دوسرے سفر کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہوگیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہار تلاش کرنے کا حکم دیا، بعض حضرات پچھلی منزل تک ہار تلاش کرنے گئے، ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور پورا مجمع ٹھہرا ہوا ہے، صبح ہونے آئی، فجر کا وقت ہوگیا، جس جگہ قیام تھا وہاں پانی نہیں تھا اور نماز کے لیے پانی کی ضرورت تھی۔

مجمع میں سے بعض حضرات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور صاحب زادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق باتیں کہنے لگے کہ: عائشہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روکا، پورے مجمع کو روکا اور ایسی جگہ روکا ہے جہاں لوگوں کے لیے پانی کا انتظام نہیں ہے، اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طبیعت پر بھی اثر ہوا، اور وہ اپنی بیٹی حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر سر رکھ کر آرام فرما رہے ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پورے مجمع کی تکلیف کے خیال سے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹنا شروع کیا اور ساتھ ہی اپنی انگلی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کمر (کوکھ) پر کچوکے مارنے لگے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف تو ہوئی کہ ابا جان ڈانٹ بھی رہے ہیں؛ لیکن وہ ذرا بھی نہیں ہلیں، برداشت کرتی رہیں؛ اس لیے کہ اگر وہ ہلتیں تو نبیِ کریم ﷺ کی نیند مبارک میں خلل واقع ہوتا، کیسی محبت تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ سے کہ تکلیف برداشت کرکے آرام دے رہی ہے!!!

خیر! جب صبح ہوئی اور نماز کا وقت آیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: پانی نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت تیمم والی آیت اتاری اور اس کے بعد سے تیمم کرنے کی اجازت مل گئی۔

اس پر حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ خوشی سے کہنے لگے: جب بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان میں کوئی ناگوار بات ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے برکت نازل فرمائی ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ولم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا، حدیث:۴۶۰۸) یعنی کوئی بھی ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے جس میں مسلمانوں کا فائدہ ہی ہوا ہے۔

دیکھیے! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی، وہ تکلیف کی چیز تھی؛ لیکن اس کی برکت سے براءت کی آیات نازل ہوئیں، جو قیامت تک پڑھی جائیں گی، کتنی بڑی برکت!!

اور ہار گم ہونے کی وجہ سے رکنا پڑا، نماز کا وقت آیا تو پانی نہیں تھا، تیمم کی نعمت امت کو عطا ہوئی، کتنی بڑی نعمت مل گئی!!!

تیمم کا مطلب اور طریقہ

جب قریب میں پانی نہ ملے، یا بیماری کی وجہ سے پانی استعمال نہ کر سکے تو مٹی وغیرہ سے تیمم کرلو۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ تیمم کی نیت کر کے دونوں ہتھیلی مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھراؤ، پھر دوسری مرتبہ مٹی پر دونوں ہتھیلی مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت پھرادو، تیمم ہو گیا، کتنی آسانی ہوگئی! غسل اور وضو دونوں میں اس طرح کر سکتے ہیں۔

واقعۂ اِفک کی تفصیل

اب یہاں سے پورا قصہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت عائشہؓ پر تہمت کیسے لگی اور اللہ نے ان کی پاک دامنی کا کیسے اعلان کیا، یہ پورا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے، اس کی ایک ایک بات پر دھیان دینے کی ضرورت ہے، قرآنِ مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور بخاری شریف میں تقریباً اٹھارہ (۱۸) جگہوں پر یہ واقعہ آیا ہے، تین جگہ تفصیل سے ہے، باقی جگہ اجمالاً ذکر کیا ہے۔

جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو ہجرت کے پانچویں سال میں عرب میں ''بنی مصطلق'' نام کا ایک خاندان تھا، یہ پورا خاندان غیر مسلموں کا تھا، مدینۂ منورہ سے کچھ فاصلے پر مُریسع نامی جگہ پر یہ لوگ رہتے تھے، اس خاندان کے لوگوں نے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی، جب آپ ﷺ کو پتہ چلا تو خود حضور

ﷺ اس خاندان کے لوگوں کو ایمان کی دعوت دینے کے لیے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کی بہت بڑی جماعت تھی، باقاعدہ غزوہ ہوا۔

حضور ﷺ کا مثالی انصاف

آں حضرت ﷺ سفر کے موقع پر ازواجِ مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی کرتے، چٹھی اچھالتے، اور چٹھی میں جس کا نام نکلتا اس کو سفر میں ساتھ لے جاتے؛ حالاں کہ آپ کے لیے اِس طرح کرنا کوئی ضروری نہیں تھا؛ لیکن اپنی بیویوں میں ناراضگی نہ ہو، ان کی دل جوئی ہو اس لیے چٹھی سے کام لیتے تھے، اس سفر کے وقت قرعہ (چٹھی) میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام نکلا تو حضور ﷺ نے ان کو ساتھ لے لیا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

اس طرح چٹھی ڈالنے کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ کسی کو کسی کے متعلق ناانصافی کرنے کا گمان نہ رہے؛ بلکہ وہ خود اپنی قسمت پر روئے کہ میری قسمت میں نہ تھا؛ اس لیے میرا نام نہیں نکلا، دل جوئی کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہے۔

اِس سفر میں منافقین بھی شریک ہوئے؛ چوں کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح تو ملنے ہی والی ہے، سو غنیمت کا مال بھی ملے گا۔

اپنی بہن سے زیور عاریت کے طور پر لینا

سفر میں جانے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی زیور نہیں تھے؛ کیوں کہ اس زمانے میں غربت بہت تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی بہن حضرت اسماء

رضی اللہ عنہا کے پاس سے گلے میں پہننے کے لیے عاریت کے طور پر ہار طلب کیا، یہ ہار یمن میں ''ظفار'' نامی ایک جگہ کا بنا ہوا تھا، جو دانے (بیڈز) سے بنایا گیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اظفار-ایک جمی ہوئی خوشبو- کے دانے سے بنا ہوا تھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث:۴۱۴۱)

اس واقعہ پر میرے استاد حضرت مولانا سلیمان صاحب چوکسی دامت برکاتہم سبق میں سنایا کرتے تھے کہ: یہ ہماری بہنوں کی پرانی عادت ہے کہ سفر میں جانے کے لیے اگر اپنے پاس کوئی زیور نہ ہو تو دوسرے کسی سے بھی لے کر پہن کر جاتی ہیں؛ لیکن بغیر زیور کے سفر کرنے میں ان کو عار معلوم ہوتا ہے۔ الحمد للہ! آپ کو تو اللہ نے ایسی چیزوں سے خوب نوازا ہے، جہاں غربت ہوتی ہے وہاں ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہن کا زیور لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کے لیے روانہ ہو گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت دبلی پتلی تھیں؛ کیوں کہ بہت ہی چھوٹی عمر میں ان کا نکاح ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ انتظام کیا کہ اونٹ پر بیٹھنے کے لیے لکڑی کا ایک کجاوہ بندھوا دیا، جو اُس زمانے میں ایک خاص طریقے سے بنایا جاتا تھا، جس کے چاروں طرف پردے لگاتے تھے، اس کو ''ہودج'' کہتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس ہودج میں بیٹھ جاتیں اور جہاں کہیں اترنا ہوتا تو اونٹ کو نیچے بٹھا کر اوپر سے وہ ہودج اتار دیا جاتا تھا، پھر جب سفر شروع ہوتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھ جاتیں، پردے ڈال دیتیں اور ہودج کو واپس اونٹ پر رکھ دیا جاتا اور آگے سے کوئی اونٹ کی رسی پکڑ لیتا اور لے کر چلتا رہتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اِس طرح حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں چلتی رہیں، جب غزوہ مکمل ہوا اور آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، تو راستے میں سفر کرتے کرتے رات ہوگئی، ایک جگہ جنگل میں حضور ﷺ اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام فرمالیا، پھر جب آدھی یا پونی رات گزر گئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ: چلو! اب آگے سفر کرنا ہے۔

اُس دور میں رات کے آخری حصے میں سفر کیا جاتا تھا، اور حضور ﷺ سب کو ایسے موقع پر وقت دیتے تھے کہ سفر میں آگے بڑھنے سے پہلے جس کو استنجا وغیرہ کا تقاضا ہو وہ فارغ ہو جائے اور سواری کے جانور کو تیار کرلے، آج کل کی طرح نہیں تھا کہ سفر شروع کیا؛ یعنی گاڑی شروع (Start) کی اور چل دیے، اُس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تقاضا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رات کی اندھیری میں دور کسی جگہ استنجا کے لیے چلی گئیں، جب استنجا کر کے واپس آئیں تو پتہ چلا کہ گلے کا ہار غائب ہے چناں چہ واپس اس ہار کو تلاش کرنے کے لیے گئی اور تلاش کرنے میں دیر لگ گئی۔

جس جگہ حضرت نبیِ کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم ٹھہرے ہوئے تھے، وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا ہودج رکھا ہوا تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج پر چاروں طرف سے پردے لگے تھے اور ہودج کے اٹھانے والے جو صحابہ تھے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا؛ چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وزن میں بہت ہی ہلکی تھیں، جس کی وجہ سے صحابہ کو پتہ نہ چل سکا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہیں یا نہیں اور جلدی جلدی میں ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا ہودج میں بیٹھی ہوئی ہیں اور پورا قافلہ حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

حضور ﷺ بھی یہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت عائشہ ہودج میں بیٹھی ہوئی ہیں؛ چوں کہ اندھیری رات تھی، کچھ پتہ نہ چلا؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگل میں ہی تھیں اور اپنا ہار تلاش کرنے میں مشغول تھیں۔

اس دور میں دبلی پتلی عورتیں، اور آج کا زمانہ

بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اُس دور میں عورتیں عام طور پر دبلی پتلی، ہلکے بدن کی ہوا کرتی تھیں، ان کے بدن پر زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا، کھانا معمولی اور اپنے ہاتھ سے گھر کے تمام کام کرنے ہوتے تھے جس کی وجہ سے بدن موٹا نہیں ہوتا تھا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

بخاری شریف کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ خیبر کے فتح ہونے تک پیٹ بھر کر کھجوریں بھی کھانے کو نہیں ملیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ح:۴۲۴۲)

حالاں کہ کھجور مدینہ کی سب سے بڑی کھیتی باڑی کی چیز تھی تو پھر دوسری چیزیں تو پیٹ بھر کر کیسے ملتی ہوں گی؟ آج تو ہماری بہنیں Dieting کرتی ہیں اور خود کو دبلا پتلا رکھنے کی محنتیں کرتی ہیں، اس کے لیے دوا کرتی ہیں، باقاعدہ وزن کم کرنے کی دوا کے لیے اشتہارات آپ کو ملیں گے، دبلا پتلا رکھنے کا مقصد خود کو حسین دکھانا ہے؛ چوں کہ پتلا جسم (Single body) اِس دور کا ایک فیشن ہے، فیشن کے غلط مقصد سے عورتیں دوا کا سہارا لیتی ہیں، اس لیے ایک اچھی صفت؛ یعنی دبلا پتلا ہونا اِس دور میں غلط نیت کی وجہ سے بہت سی خرابیوں کا ذریعہ بن گئی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی اور حیرانی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئی تو دیکھا کہ حضور ﷺ اور تمام صحابہ جا چکے ہیں، وہ پریشان ہوگئیں، اکیلی نوجوان عورت، راستہ بھی معلوم نہیں، اور اُس زمانے میں اونٹوں اور گھوڑوں کا بڑا مشکل سفر ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمت اور عقل مندی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب واپس آئیں اور دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے اور کوئی نہیں ہے، تو اِدھر اُدھر نہیں دوڑیں، اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی عقل وفہم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فیصلہ کیا کہ میں اسی جگہ بیٹھ جاتی ہوں، اور خیال کیا کہ جب حضور ﷺ کو معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے یہاں پہنچیں گے، میں ادھر اُدھر گئی تو ان کو تلاش میں مشکلی ہوگی؛ اس لیے اپنی جگہ چادر لپیٹ کر بیٹھ گئیں، رات کا آخری وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا؛ اس لیے آنکھ لگ گئی، عام طور پر ایسے موقع پر عورتیں ڈر جاتی ہیں، گھبرا جاتی ہیں؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہمت اور عقل مندی کی بات ہے کہ وہ اسی جگہ بیٹھ گئیں، گھبرا کر ادھر اُدھر نہیں گئیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

قافلے کی روانگی کے وقت آپ ﷺ کا معمول مبارک

حضرت نبی کریم ﷺ نے روانگی کے وقت ایک صحابی کو پیچھے چھوڑ دیتے تھے کہ قافلہ روانہ ہونے کے بعد صبح کے وقت پیچھے پیچھے آوے؛ تاکہ کسی صحابی کی کوئی چیز اگر

گر گئی ہو تو وہ اس کو لے کر محفوظ کر لے، اِس موقع پر حضرت نبیِ کریم ﷺ نے اس کام کے لیے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تھا، وہ اس جگہ رکے ہوئے تھے، ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس جگہ پر ہیں؛ کیوں کہ رات کا اندھیرا تھا۔

جب صبح کی تھوڑی روشنی ہوئی تو ان کو دور سے کسی انسان کے ہونے کا اندازہ ہوا، وہ قریب گئے تو دیکھا کہ یہ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، پردے کا حکم آنے سے پہلے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تھا؛ اس لیے پہچان گئے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ تعجب میں پڑ گئے اور انھوں نے زور سے ''إنّا لله وإنّا إليه راجعون'' پڑھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیند میں تھیں، جب حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے منہ سے ''إنّا لله وإنّا إليه راجعون'' نکلا تو اس کی آواز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی اور جلدی سے چادر لپیٹ لی اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ (فتح الباری ۸/ ۵۹۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہمارے لیے ایک سبق

بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان منقول ہے، خوب دھیان دینے کی ایک بات ہے، جب پرائے مرد کی نظر پڑی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً بیدار ہوتے ہی اپنا منہ ڈھانپ لیا، کیسی پاک دامن، حیا اور شرم والی عورت ہوگی!

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قسم کھا کر بیان فرمارہی ہیں کہ: میں نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے ایک لفظ بھی نہیں سنا، صرف ''إنّا لله وإنّا إليه راجعون'' جو پڑھا تھا وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا، اس کے سوا کوئی بات خود حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی نہیں کی، یہ ہم

سب کے لیے ایک مثالی سبق ہے کہ پرائے مرد اور عورت آپس میں بات نہ کریں۔

آج تو ایسا موقع کسی کو مل جائے تو کیسے لمبی لمبی باتیں ہو جاتی ہیں، مضامین بھی ذہن میں برابر آتے چلے جاتے ہیں اور مدد کے عنوان سے نئے تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں ان واقعات سے نصیحت حاصل کر کے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قافلے سے مل گئیں

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اس موقع سے جو ضروری کام تھا صرف وہ کیا؛ یعنی اپنا اونٹ لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بٹھا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہو گئیں، حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی رسی پکڑ لی اور خود پیدل چلنے لگے، ان صحابی نے پورے سفر کے درمیان نہ کوئی بات کی، نہ ان کو ہاتھ لگایا، بس! چلتے گئے یہاں تک کہ حضرت نبی کریم ﷺ اور صحابہ جہاں تھے وہاں پہنچ گئے، قافلہ دوپہر کی سخت گرمی کے وقت کسی جگہ ٹھہرا ہوا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ سے ملا دیا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱) بس قصہ تو یہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر عبداللہ ابن اُبی کا تہمت لگانا

منافقوں کے سردار عبداللہ ابن ابی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو اس ظالم اور بدبخت نے لوگوں کے درمیان اس بات کو اس طرح مشہور کر دیا کہ نعوذ باللہ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ غلط کام کیا اور اس وقت جتنے بھی منافق تھے ان لوگوں نے اس ظالم بدبخت کا تہمت پھیلانے میں ساتھ دیا۔ (بخاری، کتاب

المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

اور یہ خبر بہت مشہور ہوگئی، ایسے موقع پر لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ جب اس طرح کی کوئی بات کسی سے سنتے ہیں تو بلا کسی تحقیق کے اس کو پھیلا دیتے ہیں۔

دشمن ہمیشہ موقع کی تلاش میں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ بے جا دشمنی سے ہماری حفاظت فرمائے۔ انسان کو جب کسی سے دشمنی ہوتی ہے تو وہ اندھا، بہرہ، گونگا ہو جاتا ہے، اپنے دشمن کے متعلق اس کو کوئی بھی موقع ملتا ہے تو وہ اس کو بدنام کرتا ہے، صحیح بات کو بھی غلط بنا کر پیش کرتا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے، انصاف انصاف ہے، سچائی سچائی ہے، کسی حال میں اس کو مت چھوڑو، کسی کے متعلق غلط بات مت چلاؤ، کوئی غلط بات چلتی ہو تو اس کو روکو، کسی پر غلط تہمت لگتی ہو تو اس کا دفاع کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس کسی کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی برائی بیان کی جارہی ہو اور وہ اس کی مدد کرنے پر (یعنی اس کی طرف سے اس غلط بات کے دفاع کرنے کی) قدرت رکھتا ہو اور اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد فرماویں گے اور اگر مدد کی قدرت کے باوجود اس کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ دنیا آخرت میں اس سے بدلہ لیں گے۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، باب من ردعن مسلم غیب، عن جابر ابن عبداللہ وابا طلحۃ ابن سہل الانصاری، ح: ۴۸۸۴)

یہاں دشمن منافقین کو ایک موقع مل گیا اور انھوں نے تہمت لگانا اور افواہ پھیلانا شروع کر دیا۔

واقعہ سے عبرت: ایک نصیحت

میری بہنو! صرف سنانے کی غرض سے یہ قصہ بیان نہیں کرتا ہوں؛ بلکہ اس میں بہت بڑی نصیحتیں ہیں، ان میں سے پہلی نصیحت آپ کو بتلادوں کہ: جب بھی کوئی بات سنو تو فوراً اس کو آگے مت چلاؤ؛ بلکہ پہلے اس بات کی پوری تحقیق کرو کہ حقیقت کیا ہے، مسلم شریف میں روایت ہے:

کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِباً أَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسَمِعَ.

(مقدمۃ المسلم، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع، ح:۷)

یعنی وہ انسان جھوٹا ہے جو ہر سنی ہوئی بات دوسروں کے سامنے بیان کردے۔ اس لیے پہلے بات کی تحقیق کرلے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس بات کی کوئی ضرورت ہو، اس سے خود آپ کا یا آپ کے متعلقین کا کوئی معاملہ وابستہ ہو؛ ورنہ بلا کسی غرض اور مطلب کے ایسی باتوں میں نہیں پڑنا چاہیے، اپنا کام بھلا اور اپنی آخرت کا فکر! اپنی زندگی، اپنی قبر، اپنی آخرت کا فکر کرو، دوسروں کی باتوں میں جانے کی ضرورت کیا ہے؟ میری دینی بہنو! غلط باتوں کا چرچا کرنا، اس کو پھیلانا گناہِ کبیرہ میں شامل ہے، یہ ہماری شریعت میں حرام ہے، یہ عادت ہماری بہت ساری بہنوں اور بھائیوں میں ہیں، اس سے توبہ کرنی چاہیے۔

تہمت میں چند بھولے بھالے مسلمانوں کا شریک ہونا

بہر حال! جب منافقوں نے یہ بات پھیلائی اور مسلمانوں کے کانوں میں پہنچی تو

بعض بھولے بھالے مسلمان بھی اس میں شامل ہو گئے، دو صحابی مرد: حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی عورت حضرت حَمنہ رضی اللہ عنہا اس بات کو ماننے والوں میں شامل ہو گئے، ان میں حضرت مسطح رضی اللہ عنہ اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا مہاجر ہیں اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ قبیلۂ خزرج سے یعنی انصاری ہیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

پورے مدینے میں ماحول گرم ہو گیا، منافق لوگ جہاں بھی ہوتے بس اسی بات کا چرچا کرتے تھے، خاص کر عبداللہ بن ابی اس بات کو خوب پھیلاتا، جان بوجھ کر لوگوں سے اس واقعے کے بارے میں سوال کرتا؛ تاکہ سوال وجواب کے ذریعے بات کو خوب پھیلاوے۔

سوال کا غلط استعمال

کچھ فتنہ برپا کرنے والے انسان ہوتے ہیں جو دوسروں سے ظاہر میں کسی بات کا سوال کرتے ہیں؛ مگر ان کا مقصد سوال کرنے سے اُس بات کو مشہور کرنا اور پھیلانا ہوتا ہے، ایسے لوگ آپس میں سوال کریں گے، تجھے معلوم ہوا کہ نہیں؟ پھر وہ سامنے سے پوچھے گا: کیا؟ بس پھر تفصیلات شروع ہو جاتی ہیں، اس طرح فتنے کی نیت سے، افواہ کو پھیلانے کی نیت سے سوال کرنے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرماوے، یہ گناہ کا کام ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلا تو آپ کو بھی بہت غم ہوا کہ مدینہ میں میری عائشہ کے بارے میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں، آپ کی طبیعت پر اس کا بہت اثر ہوا۔

منافقین کا اصل نشانہ

بعض بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ: اس غلط افواہ کے پیچھے منافقین کا اصل نشانہ حضرت نبی کریم ﷺ کی ذاتِ بابرکت تھی، وہ آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ!) بدنام کرنا چاہتے تھے: اس لیے کہ میاں بیوی میں سے کسی پر بھی بدکرداری کا عیب آوے تو دوسرے کی شخصیت اور عزت پر بھی آنچ آتی ہے، لوگ ان کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہوتے ہیں، کم از کم عزت تو مجروح ہو ہی جاتی ہے اور خود وہ مرد بھی شرم محسوس کرتا ہے جس کی بیوی پر تہمت لگی ہے اور وہ عورت بھی شرم محسوس کرتی ہے جس کے شوہر پر تہمت لگی ہو۔

عورت کی پسندیدہ صفت

اُدھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کچھ خبر نہیں کہ میرے بارے میں مدینہ میں یہ باتیں ہو رہی ہیں، وہ اپنے گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی ہے، دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ Talk of the town کیا ہے، ان کو کچھ معلوم نہیں، سچ پوچھیے تو ایمان والی عورتوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھتی ہیں، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں کا ذکر تعریف کے انداز میں فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ (النور)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کا کچھ پتہ نہیں تھا کہ میرے بارے میں کیا چرچا ہو رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم کی وجہ سے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیمار ہونا

جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعتِ مبارکہ پر بڑا اثر تھا، دھیرے دھیرے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیمار ہوگئیں؛ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبت اور لطف کے برتاؤ میں کچھ کمی آ گئی اور وہ ایسے موقع پر ہو ہی جاتی ہے، ایسے موقع سے دل پر جو صدمہ اور رنج ہوتا ہے اس سے طبیعت پر اثر ہوتا ہے جس کے نتیجے میں محبت میں کمی ہوتی ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بس گھر میں آتے، سلام کرتے، خیریت پوچھتے اور واپس تشریف لے جاتے، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت ہی صدمہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ناراض کیوں ہیں؟

مجھ سے محبت کم کیوں ہو رہی ہے؟

جو لطف و کرم پہلے تھا اس میں فرق کیوں آ گیا؟

اسی غم اور فکر میں وہ بیمار ہوگئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس معاملے کی خبر بہت دنوں کے بعد ہوئی، اس دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غم میں گھلنے لگیں، کمزور ہوگئیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت والے واقعہ کا علم کس طرح ہوا؟

اسی کمزوری کے زمانے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک مرتبہ استنجا کی ضرورت پیش

آئی تو ایک بڑی عمر کی صحابیہ عورت حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کے ساتھ جانا ہوا، حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن ہوتی ہیں؛ اس لیے رشتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پھوپھی ہوئیں، یہ بھی کامل احتیاط کی بات ہے کہ جوان عورت گھر سے باہر کسی بڑی عمر والی رشتے دار، ذمے دار عورت کے ساتھ جاوے، اس زمانے میں استنجا خانہ گھر میں بنا ہوا نہیں ہوتا تھا۔

حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کا انوکھے انداز سے خبر دینا

جب استنجا سے فراغت کے بعد دونوں واپس آرہی تھیں تو حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کا پاؤں ان کی چادر میں پھنس گیا جس کی وجہ سے وہ گرنے کے قریب ہوگئی، اور ان کی زبان سے عرب کے محاورے کے مطابق بددعا کا ایک جملہ نکل گیا "تَعِسَ مِسْطَحْ" یعنی اپنے بیٹے کے لیے بددعا کی، میرا بیٹا مسطح برباد ہوجائے۔ ایسے غم کے موقع پر چلنے میں بے احتیاطی، کام کاج میں بے احتیاطی ہو ہی جاتی ہے اور اسی بے احتیاطی کی وجہ سے کوئی نقصان ہوجاتا ہے، تو انسان اس غم کے سبب کی طرف دھیان کرتا ہے اور یہاں امِ مسطح رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی غم کی بات تھی کہ ان کے بیٹے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھولے پن میں دشمنوں کی ایک افواہ کی بات میں آگئے تھے۔

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو کہا کہ: ارے! اپنے بیٹے کے لیے بددعا کرتی ہو؟ آپ کے بیٹے تو بڑا نیک صالح ہیں اور غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ان کا شمار تو بدری صحابہ میں ہوتا ہے اور بدری صحابی کا مقام تو بڑا اونچا ہوتا ہے۔

حضرت امِ مسطح رضی اللہ عنہا کہنے لگی: اے عائشہ! تجھے معلوم نہیں ہے کہ میرا بیٹا تیرے

بارے میں لوگوں کے سامنے کیا کہتا پھرتا ہے؟ حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا کسی بھی بہانے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہتان والے واقعے کی خبر دینا چاہتی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: بتاؤ! کیا بات ہے؟

حضرت ام مسطح رضی اللہ عنہا نے پورا قصہ ان کو سنایا کہ: عبداللہ بن اُبی نے آپ پر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور میرا بیٹا بھی اس تہمت کو ماننے والوں میں شامل ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

جب یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنیں تو کہنے لگیں: کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی؟ کیا میرے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی یہ الزام سنا؟ جب پتہ چلا کہ یہاں سب کو معلوم ہے، سب نے سنا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اندازہ ہوگیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجھ سے کیوں کم ہوئی ہے، اب تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیماری پہلے سے زیادہ ہوگئی؛ بلکہ دوگنی ہوگئی، ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہِ مبارکہ میں کمی اور دوسری طرف اس منافق کی طرف سے ایسا خطرناک الزام۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق گھر تشریف لائے اور سلام کیا، خیریت پوچھی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ: اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے امّاں ابا کے گھر چلی جاؤں؛ تاکہ اس خبر کی پوری تحقیق ہوجائے؛ اس لیے کہ انسان کو ایسے موقع پر ایسی بھاری بات سن کر جلدی یقین نہیں آتا، جب اپنے کسی معتمد سے یا بہت سارے لوگوں سے سنے تب بات دل میں اترتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو

اجازت دی اور کہا کہ: ٹھیک ہے، تم کو اجازت ہے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

معلوم ہوا کہ بیوی اپنے گھر جاوے تو اس کو اپنے شوہر سے اجازت لے کر جانا چاہیے۔

گھروں میں بیت الخلا ہونا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے

اُس دور میں گھروں میں بیت الخلا (Toilet) نہیں ہوتے تھے، گھر سے دور بلکہ آبادی سے باہر جانا پڑتا تھا، خود ہمارے حضور ﷺ بھی باہر تشریف لے جاتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، آج ہمارے لیے گھروں میں بیت الخلا کا انتظام ہے، ایک ایک مکان میں چار چار پانچ پانچ بیت الخلا، ہر کمرے کا الگ اور وہ بھی بہت شان دار؛ بلکہ بعض لوگوں کے بیت الخلا تو اتنے شان دار اور قیمتی ہوتے ہیں کہ ہم جیسے سادہ لوگوں کو تو اس میں قضائے حاجت مشکل ہو جاتی ہے۔

اب تو بیت الخلا میں عمدہ قسم کے مخملی، نرم ملائم قالین بچھائے جاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت سے علاقوں میں اس طرح کے عمدہ قسم کے قالین مساجد میں بھی بچھانے کے لیے میسر نہیں ہوتے جو آپ کے یہاں بیت الخلا میں ہوتے ہیں، اب تو بیت الخلا میں خوشبو والے Spray کا چھڑکاؤ اور گل دستے اور سجاوٹ کی چیزیں بھی ہوتی ہیں؛ یعنی ہزاروں انسانوں کو اپنے استقبالیہ کمرہ (Sitting room) کے لیے جو چیزیں میسر نہیں وہ آپ کے بیت الخلا میں ہوتی ہیں، مال و دولت یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی صحیح قدر کرو، ناشکری اور ناقدری نہ کرو۔

صحابیات رضی اللہ عنہن کی بے مثال حیا وشرم

اُس زمانے میں جب گھر سے دور آبادی سے باہر استنجا کے لیے جانا ہوتا تو مردوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی اور عورتوں کے لیے الگ جگہ متعین ہوتی، جو جگہ عورتوں کے لیے متعین ہوتی اس طرف کوئی مرد جا نہیں سکتا، کسی مرد کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ اس طرف جاوے، اگر کوئی مرد کبھی بھولے سے چلا بھی گیا تو عورتیں اس کی خبر لے ڈالتی تھیں، آج بھی جن علاقوں میں استنجا کے لیے باہر جانا ہوتا ہے وہاں یہی ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کے مبارک زمانے میں یہ جگہ بقیع قبرستان کی جانب تھی، اور قربان جاؤں اس دور کی عورتوں پر! خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

وَكُنَّا لَا نَخْرُجُ إِلَّا لَيْلاً إِلَى لَيْلٍ.

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

کسی مرد کی نظر نہ پڑ جاوے؛ اس لیے عورتیں ایک رات سے دوسری کل رات ہی استنجا کے لیے جاتی تھیں، رات کو فارغ ہو جاتیں، دن کے اجالے میں گھر ہی میں رہتیں، کیسی عجیب شرم وحیا کی بات ہے!!! حقیقت کچھ ایسی تھی کہ کھانا بہت کم ملتا تھا اور کھانا بھی ایسا ہوتا تھا کہ جس میں تیل، چکنائی بہت کم ہوتی؛ اس لیے ایک رات سے دوسری رات تک استنجا کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

شریعت پر عمل کا مبارک جذبہ

میری دینی بہنو! اُس دور کی عورتوں کا کیا مبارک جذبہ تھا، اللہ تعالیٰ مدینۂ منورہ کی

بار بار زیارت ہم کو نصیب فرماوے، نبیِ کریم ﷺ نے جو حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنوایا تھا اس کے ٹھیک سامنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا کمرہ تھا، مسجدِ نبوی میں جہاں آج کل "خوخة أبي بكر صديق" لکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پانچ دس منٹ میں جا کر واپس آسکتی تھیں، کوئی دوری نہیں؛ لیکن پھر بھی حضور ﷺ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہیں گئیں؛ چوں کہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جاوے، ایسے غم کے حالات میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بغیر اجازت گھر جانا مناسب نہ سمجھا، اجازت ملی تب ہی گھر گئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ابّا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر چلی گئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نیت یہ تھی کہ گھر جا کر والدین سے اس معاملے کی تحقیق کریں۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط دوم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قابلِ رشک خصوصیات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کی طرف سے بعض وہ خوبیاں دی گئیں کہ ویسی خوبیاں کسی عورت کو نصیب نہیں ہوئیں، ان کی بعض خوبیاں میں آپ کو بتا دیتا ہوں:

① شادی سے پہلے اللہ کے فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان کی تصویر اللہ کے رسول ﷺ کو بتائی۔

② سوائے حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت نبیِ کریم ﷺ نے جتنے بھی نکاح کیے وہ تمام بیوہ اور مطلقہ تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔

③ جس جگہ حضور ﷺ کا وصال ہوا وہ کمرہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تھا۔

④ حضرت نبیِ کریم ﷺ کی قبر مبارک کسی قبرستان میں نہیں؛ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کمرے بنی۔

⑤ جب حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں ایک ہی لحاف میں سوئے ہوئے ہوتے اسی حالت میں اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوتا تھا۔

⑥ وہ ایسے باپ کی بیٹی ہے جو تمام نبیوں کے بعد پہلے نمبر کے انسان ہیں۔

⑦ حضرت نبیِ کریم ﷺ کی وفات ان کی گود میں ہوئی۔

⑧ ان پر جب منافقوں نے زنا کی تہمت لگائی تو اللہ نے خود آسمان سے ان کے پاک ہونے کا اعلان فرمایا، اسی کے ساتھ اللہ نے دنیا ہی میں ان کی لیے مغفرت کا اعلان فرمایا: لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزّت کی روزی ہے۔

اپنے آپ کو برائی سے بچانا دنیا و آخرت میں عزت کا ذریعہ ہے

گذشتہ مجلس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بیان کرنا شروع کیا تھا، اس واقعہ میں

خاص بات یہ ہے کہ اگر ہماری بہنیں گناہ اور بُرائی سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کریں، اسی طرح بے حیائی اور بے شرمی اور ناجائز اور حرام تعلقات سے اپنے آپ کو بچائیں تو اللہ تعالیٰ انھیں دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلے تو اس واقعے کی خبر ہی نہیں تھی اور بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کے متعلق غلط پروپیگنڈہ ہوتا ہے خود اس کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میرے متعلق یہ چرچے ہو رہے ہیں اور یہاں بھی ایسا ہی ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اپنے گھر جا کر خوب رونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس بات کی خبر ہوئی کہ میرے بارے میں ایسی غلط باتیں مشہور ہوئی ہیں، تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت لے کر اپنے ابّا جان کے گھر چلی گئیں، جب اپنے گھر گئیں تو بہت رو رہی تھیں، ابّا اور امّاں نے ان کے رونے کی وجہ پوچھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کو پہلے سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہماری بیٹی پر زنا کی تہمت لگی ہے، خود والدین بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کا تسلی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر جا کر اپنی والدہ سے کہا کہ: میری امی جان! لوگ میرے متعلق کیا کیا باتیں کر رہے ہیں؟ حضرت امِ رومان رضی اللہ عنہا نے ۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ہیں ۔ تسلی دی کہ: میری پیاری بیٹی! صبر کرو، اطمینان سے رہو؛ کیوں کہ تم جیسی عورت پر لوگ حسد کیا کرتے ہیں، تم خوب صورت ہو، تمھارے شوہر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

تم سے زیادہ محبت فرماتے ہیں؛ اس لیے تم جیسی عورت کو پریشان کرنے والی بہت سی عورتیں تو ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی دنیا کا عجیب معاملہ ہے، ہر خیر والے کے ساتھ حسد ہوتا ہے، جس کسی کو کچھ عزت اور ترقی ملتی ہے تو لوگ اس پر حسد کرنے لگتے ہیں، بدنام کرنے کی فکر کرنے لگتے ہیں، اس لیے بیٹی عائشہ! اس فکر میں نہ پڑو، اللہ پر چھوڑ دو، خود بہ خود معاملہ صاف ہو جائے گا، اس طرح غلط بات مشہور کرنے والوں کی بات پر دھیان مت دو۔

امی جان کی تسلی والی بات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جواب

جب سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے تسلّی دی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: سبحان اللہ! امی جان! لوگ مجھ پر تہمت لگا رہے ہیں، میں کب تک برداشت کروں؟ کب تک صبر کروں؟ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عجیب حالت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں، رات بھر نیند نہیں آئی، پوری رات رونے میں گزر گئی، صبح ہوئی، پھر بھی رو رہی ہیں، روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اس غم ناک تہمت کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے ہوش ہو گئیں، ان کو کپکپی والا بخار ہو گیا، پورا دن رونے میں گزر گیا، نہ کھانے کا ہوش ہے اور نہ سونے کی فکر ہے، آنسو ہیں کہ رُکنے کا نام نہیں لے رہے ہیں، ایک پاک باز عفیفہ عورت پر جب تہمت لگتی ہے تو اس کو جو غم ہوتا ہے وہ اسی طرح کا ہوتا ہے۔

پھر دوسری رات آئی وہ بھی پوری رونے میں ہی گزر گئی، غرض دو رات اور پورا دن اِس حال میں گزر گیا، نہ آرام، نہ چین بس رونا ہی رونا!۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

اِس سنگین موقع پر حضور ﷺ کا طرزِ عمل، مشورہ کی اہمیت

اس واقعے کی وجہ سے ایک طرف خود حضرت نبیِ کریم ﷺ بھی بڑے غمگین تھے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی بھی نازل نہیں ہو رہی تھی، جس سے حقیقت ظاہر ہو سکے؛ اس لیے حضور ﷺ نے خاص خاص حضرات سے مشورہ شروع کیا، گھر کے خاص لوگوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا جواب

سب سے پہلے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! ہماری معلومات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں، ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کا راستہ نکلے، آپ ان افواہوں کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ گویا انھوں نے عرض کیا کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عجیب حکمت بھرا جواب

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو انھوں نے عجیب انداز سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

کے پاک ہونے کو بیان کیا، اس کو ایک نفسیاتی انداز کا علاج بھی کہا جا سکتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اگر میں بھی وہ بات کہوں جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہی تو بات وہی کی وہی ہو گی؛ اس لیے انھوں نے حضور ﷺ کے سامنے بات کا انداز بدل دیا، اور آپ کا غم اور بوجھ ہلکا کرنے کے لیے عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے شادی کے لیے کوئی تنگی نہیں رکھی ہے، اگر افواہ کی وجہ سے آپ کی مبارک طبیعت پر اثر ہے تو دوسری بہت ساری عورتیں ہیں یعنی دوسری عورت سے آپ شادی کر سکتے ہیں۔

اور اخیر میں ایک بہت اہم بات کہی کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جو گھر میں خدمت کرنے کے لیے آیا کرتی ہیں، گھر کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہیں، ان سے حقیقت معلوم کرلو، وہ صحیح بات بتاویں گی؛ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھنے اور وہ جو بات بتاوے، اس بات کو اہمیّت دینے کی درخواست کی۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اندازہ تھا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بالکل صحیح رپورٹ دیں گی۔ اس بات کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبیِ کریم ﷺ کا بوجھ ہلکا کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی عمدہ تدبیر اختیار کی اور حکمت بھرا طریقہ اپنایا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معاملے میں سلامت رکھا اور تہمت پھیلانے میں کوئی حصہ نہیں لیا، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی ایسی چیز ہے جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے، وہ کھلی ہوئی حقیقت ہے۔

گھر میں خدمت کرنے آنے والوں اور والیوں کا حال

اِس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ گھر کی خادمہ گھروں کے رازوں کو جاننے والیاں ہوتی ہیں، ان سے حقائق معلوم کیے جاسکتے ہیں اور یہ بھی کہ گھریلو باتیں خادماؤں اور خادموں کے ذریعے پھیلتی ہیں؛ اس لیے ان سے بہت احتیاط برتنا چاہیے، دشمن لوگ، پیچھے پڑنے والے لوگ ان کے ذریعے جاسوسی بھی کرواتے ہیں؛ اس لیے ان پر اندھا اعتماد کرنے کے بجائے چوکنّا رہنے کی بہت ضرورت ہے۔

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے سوال

حضرت نبی کریم ﷺ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ بہت پسند آیا، چناں چہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور دریافت فرمایا: جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

بریرہ! بتاؤ! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں تم کو کبھی کوئی بات ایسی نظر آئی جس کی وجہ سے تم کو ان کے متعلق کسی برے کام کا شک بھی ہوا ہو؟

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا جواب

حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا! میں نے کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر کوئی عیب لگایا جاسکے (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نیک، پاک دامن، بھولی بھالی، سیدھی سادی عورت ہیں، ہاں! کم عمری اور بھولے پن کی وجہ سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ روٹی بنانے کے لیے آٹا گوندھ کر

رکھ دیتی ہیں اور ان کو نیند آجاتی ہے تو سو جاتی ہیں، پھر کوئی بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے؛ گویا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر بتا دیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں۔

جو بات صحیح ہو وہ ظاہر کرو

کتنی سچی بات حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دی۔ میری بہنو! یہ ہماری ذمے داری ہے کہ کوئی کچھ بھی کہے، کسی کی بات چاہے کیسی ہی چل پڑے؛ لیکن جو بات صحیح اور سچی ہو اسی کو ظاہر کرنا ہمارا کام ہے، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے سچی بات بیان کر دی، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسی نیک توفیق عطا فرمائے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا یقین اور اطمینان تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بالکل پاک ہیں؛ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا عَلِمْتُ عَلیٰ أهلي إلاَّ خَيْراً. (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

ترجمہ: میں اپنے گھر والوں کے متعلق خیر اور بھلائی ہی جانتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حالت

اِس طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مشورہ فرما رہے ہیں اور دوسری طرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ابھی تک غم میں ہیں، امّاں کے گھر جا کر بھی ان کی نیند حرام ہو گئی تھی، کھانا بھی بند ہو گیا تھا، بس مسلسل روئے جا رہی ہیں، اس رونے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ کو خطرہ ہوا کہ کہیں کلیجہ پھٹ نہ جائے؛ چوں کہ رونے کی اسی حالت میں دو راتیں گزر گئی تھیں۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت نبیِ کریم ﷺ کا منبر پر کھڑے ہو کر خطاب

جب حضور ﷺ ان مشوروں سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا؛ یعنی بیان فرمایا، اِس سے معلوم ہوا کہ خطبہ کھڑے کھڑے دینا چاہیے، یہ افضل طریقہ ہے، اگر چہ بیٹھ کر خطبہ دینے سے بھی خطبہ ادا ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ نکاح کا خطبہ بھی کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔

آپ ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ

اس خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو باتیں ارشاد فرمائیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

① اگر میں تہمت لگانے والے کو اس تہمت والے واقعے کی وجہ سے سزا دوں تو مجھے معذور سمجھنا؛ یعنی سزا دی جاوے تو سمجھنا کہ یہ ضروری تھا؛ چوں کہ معاملہ تہمت کا ہے جو سنگین جرم ہے؛ لیکن قربان جاؤں نبیِ کریم ﷺ پر آپ نے اس طرح تہمت لگانے والے سب سے بڑے منافق کا نام اپنے بیان میں نہیں لیا، نام لیے بغیر سزا کی بات ارشاد فرمائی۔

② آپ ﷺ کو اس تہمت والے واقعہ سے تکلیف ہوئی ہے۔

③ مجھ میں اور میرے گھر والوں میں خاص کر عائشہ میں خیر ہی خیر ہے۔

④ جس مرد صحابی کی طرف غلط کام کی نسبت ہوئی ہے یعنی حضرت صفوان رضی اللہ عنہ وہ بھی نیک ہیں، بھلائی والے ہیں۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کی سعادت

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ پر تہمت تو لگی، ان کو تکلیف تو ہوئی؛ لیکن یہ بھی ان کی سعادت

کی بات ہے کہ خود حضرت نبیِ کریم ﷺ مسجدِ نبوی کے منبر مبارک سے ان کے نیک ہونے کا اعلان فرمارہے ہیں۔

خطبۂ مبارکہ کا باقی مضمون

⑤ آپ ﷺ کے فرمان میں یہ بات بھی تھی کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کبھی اکیلے میرے گھر نہیں آئے، کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے آئے بھی تو میرے ساتھ آئے اور وہ بھی ظاہری بات ہے پردہ کے تمام ضوابط کے ساتھ آئے اور گئے تھے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حال

خود حضرت صفوان رضی اللہ عنہ۔۔جن کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف غلط نسبت کی جارہی تھی۔کو جب اس تہمت کا پتہ چلا تو ان کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا، ان کی تو ابھی تک شادی بھی نہیں ہوئی تھی، اس بات کو سن کر کہنے لگے: اس ذات (اللہ تعالیٰ) کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، آج تک میں نے کسی عورت کا ستر نہیں کھولا۔غرض حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے بھی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کا اعلان کردیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

تسلّی دینے کا ایک اور طریقہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ اُمِ رومان رضی اللہ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور تسلی دے رہے تھے؛ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا جاری ہی تھا،

اسی دوران انصار کی ایک عورت نے دروازہ کھٹکھٹایا اور گھر میں آنے کی اجازت مانگی، اجازت ملنے پر گھر میں داخل ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئی اور اس عورت نے بھی رونا شروع کر دیا؛ گویا یہ رونا بھی اس عورت کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے تسلی تھی، یہ بھی تسلی دینے کا ایک انداز ہے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مثالی خوش قسمتی

اسی دوران – جب یہ چاروں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا، اور وہ انصاری عورت بیٹھے ہوئے تھے – حضرت نبیِ کریم ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کتنی خوش قسمتی کی بات ہے کہ لوگ حضور ﷺ کو ملنے کے لیے آپ کے گھر آتے تھے؛ لیکن یہاں حضور ﷺ خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکہ سے مدینہ ہجرت کا حکم نازل ہوا اس وقت بھی حضور ﷺ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر تشریف لے گئے تھے اور پھر وہاں سے ہجرت کے لیے روانہ ہوئے تھے اور ایسی خوش نصیبی مدینہ میں بھی نصیب ہوئی کہ مدینہ میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر نبیِ کریم ﷺ تشریف لائے۔

خوخةُ أبي بكر رضي الله عنه

مسجدِ نبوی میں آج بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان کی جگہ متعین ہے، وہاں

عربی میں لکھا ہوا ہے "هذه خوخة سيدنا أبي بكر الصديق رضی اللہ عنہ" اس جگہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جھونپڑا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مہینہ کے بعد بیٹھنا

بہر حال! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ گئے، عجیب بات ہے کہ تقریباً ایک ماہ ہو گیا تھا، جب سے تہمت والی بات چل رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے نہیں تھے، صرف سلام اور مختصر خیر خیریت پوچھ کر تشریف لے جاتے، اِس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی وغیرہ سب بیٹھ گئے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے خاص انداز سے بات چیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خطبہ پڑھا۔ اِس سے یہ سیکھنے کو ملا کہ ہر اہم کام کے موقع پر خطبہ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد و تعریف اور صلاۃ وسلام پڑھنا چاہیے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے عائشہ! مجھے تمھارے بارے میں اس طرح کی خبر ملی ہے، سنو! اگر تم پاک ہو اور تم نے یہ کام نہیں کیا ہے تو اللہ تعالیٰ تم کو ضرور بری کرے گا، اور تمھاری پاک دامنی کا اعلان کرے گا۔

پھر آگے فرمایا: اے عائشہ! اگر تم سے غلطی ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو: اس لیے کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو ان کے آنسو بند ہو گئے، اور ایسا ہوتا ہے کہ جب انتہائی درجے کا غم ہوتا ہے تب آنسو بھی رک جاتے ہیں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ابا جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی بات سن کر فوراً اپنے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی کہ: ابا جان! حضور کی بات کا جواب دیجیے۔

ابا جان نے کہا کہ: بیٹی! میں کیسے جواب دوں؟ خدا کی قسم! کیا جواب دینا ہے میں نہیں جانتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی امی جان سے درخواست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی امی جان سے کہا کہ: امی جان! حضور ﷺ نے جو بات پیش فرمائی ہے اس کا آپ جواب دو۔

امی جان نے بھی کہا کہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! کیا جواب دینا میں بھی نہیں جانتی۔

جب ابا اور امی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی تو اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود جواب دینا پڑا۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

والدین نے جواب کیوں نہیں دیا؟

اِس جگہ ایک سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امِ رومان رضی اللہ عنہا نے جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا درخواست کر رہی ہیں پھر بھی دونوں نے جواب دینے سے معذرت کر دی، ایسا کیوں ہوا؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام اور درجہ صدیقیت کا ہے، اِس مقام کے تقاضے سے آپ نے جواب نہیں دیا، دونوں اپنی بیٹی کو پاک دامن مانتے ہیں، پاک دامنی کا یقین ہے؛ لیکن دونوں ظاہری حالات کے اعتبار سے جواب دیں گے۔ کوئی بھی انسان جب کسی دوسرے کی تعریف کرتا ہے، تو اپنے گمان اور خیال کے مطابق کرتا ہے، حقیقت تو ہر ایک کی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اور کسی بھی انسان کے اندرون کا حال تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جواب دیتے تو اپنے خیال، گمان اور جانکاری کے مطابق جواب دیتے؛ اس لیے آپ نے جواب دینا مناسب نہ سمجھا۔

اس میں یہ بھی ہوسکتا تھا کہ کوئی یہ سمجھے کہ اپنی بیٹی کی طرف داری کر رہے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں ایسی بات کہوں جو میں نہیں جانتا تو کونسا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا اور کونسی زمین مجھ کو پناہ دے گی۔ (روح المعانی ۹/ ۳۱۷)

ایک خاص نصیحت

ہم کو اس سے بات سیکھنے کو ملی کہ جب ہم کسی کی تعریف کریں تو یوں کہیں کہ میرے

خیال کے مطابق اس میں یہ خوبی ہے، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کوئی تعریف کی بات نہ کریں؛ اس لیے کہ دل کی بات تو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی غم کے وقت حکمت بھری بات

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے- جو کم عمر لڑکی تھیں، جواب دینے کے لیے پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی تھی، اس وقت تک انھوں نے قرآن بھی زیادہ نہیں پڑھا تھا- اپنے غم کو قابو میں کر کے جواب دینا شروع کیا اور بہت ہی فصیح وبلیغ اور بڑا پیارا جواب دیا:

حضور! آپ نے میرے بارے میں ایک بات سنی ہے اور وہ بات سنتے سنتے آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور آپ نے اس بات کو سچ بھی مان لیا ہے۔

یعنی جیسے کسی کی بات مان لی جاوے اور اس کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا ہے وہ ہو رہا ہے؛ یعنی عملی طور پر آپ نے مان لیا ہے؛ اس لیے کہ تہمت کو جھوٹا سمجھتے تو تہمت لگانے والوں کو جھٹلاتے اور آپ کے سلوک کے طرز میں یہ فرق نہ آنے پاتا۔

اگر میں انکار کردوں کہ میں نے برا کام نہیں کیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے، تو آپ میری بات نہیں مانیں گے۔

اور اگر میں کہہ دوں کہ: مجھ سے غلطی ہوئی تھی تو آپ میری بات مان لیں گے، جب کہ میرے اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام نہیں کیا ہے، بس! اس وقت میری مثال وہ ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان کی تھی کہ انھوں نے اپنے بیٹوں سے جھوٹی بات سنی تھی کہ دس بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو جنگل میں لے گئے اور سب نے مل کر حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا اور اپنے ابا کی نظروں سے ان کو دور کر

دیا اور آ کر جھوٹی بات باپ کے سامنے بیان کر دی:

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾

ترجمہ: اور (کنویں میں ڈالنے کی کارروائی کر کے) وہ رات کو روتے روتے اپنے ابا کے پاس آئے ﴿۱۶﴾ وہ (بھائی) کہنے لگے: اے ہمارے ابا! ہم سب دوڑنے کا مقابلہ کرنے چلے گئے تھے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، سو بھیڑیا (اکیلے پن اور بچپن کی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر) اس (یوسف) کو کھا گیا اور ہم بالکل سچے ہیں؛ پھر بھی آپ ہماری بات نہیں مانیں گے ﴿۱۷﴾

جب یہ جھوٹی بات بھائیوں نے کہی تو اس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمایا:

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

ترجمہ: میں صبر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: جو بات حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان نے فرمائی وہی بات میں کہتی ہوں کہ: میں صبر کرتی ہوں اور میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتی ہوں۔

اتنا کہہ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مجلس سے چلی گئیں اور بستر پر جا کر سو گئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اُس وقت ایسا غم طاری تھا کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام بھی یاد نہیں آیا؛ اس لیے ''حضرت یوسف علیہ السلام کے ابا جان'' کہہ کر بیان کیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح: ۴۱۴۱)

صبرِ جمیل کا مطلب

اِس آیت میں صبرِ جمیل کا لفظ آیا ہے، یہ ایسا صبر ہے کہ مصیبت پر کسی کے سامنے شکایت وفریاد نہ کرے، جس کی طرف سے تکلیف پہنچی اس سے بدلہ لینے کے چکر میں نہ رہے، اس کو معاف کر دیوے، مصیبت کو بڑھا چڑھا کر لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے، مصیبت پر لوگوں کے سامنے بلاوجہ شور وغل نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش بندے کے گمان سے بڑھ کر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: خدا کی قسم! میں پاک دامن ہوں اور مجھے یقین تھا کہ میرے پاک دامن ہونے کا اللہ تعالیٰ اعلان فرماویں گے، مجھے یہ اندازہ تھا کہ حضور ﷺ کو خواب وغیرہ کے ذریعے بتادیا جائے گا کہ میں پاک دامن ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ میرے بارے میں وحی نازل ہوگی، قرآن میں آیتیں اتریں گی، میں اپنے آپ کو بہت کم درجہ سمجھتی تھی؛ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! ابھی تو حضور ﷺ اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہیں، اور گھر میں جتنے لوگ تھے ان میں سے کوئی بھی گھر سے نہیں نکلا کہ قرآن اترنا شروع ہوگیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی بذریعۂ وحی

اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآنِ مجید کی آیتوں کے ساتھ حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور برأت کی آیتیں حضور کو سنائیں، سخت سردی کے موسم میں

حضور ﷺ کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے۔ جب بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن لے کر تشریف لاتے تھے تو حضور ﷺ کے بدن کی کیفیت عجیب ہو جاتی تھی، گرمی ہونے لگتی اور چہرۂ مبارک پسینے کے قطروں سے بھر جاتا تھا، اور ایسے موقع پر عام طور سے حضور ﷺ اپنے چہرے مبارک پر کپڑا ڈال لیا کرتے تھے۔

بہر حال! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اللہ تعالیٰ نے کئی آیتیں اتاری:

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱﴾ (النور)

(ترجمہ) یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہے، تم اس بات کو اپنے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے، ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس (طوفان) میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

گیارہ نمبر کی آیت سے آیت نمبر چھبیس ختم تک:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد گندی

عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

نورانی چہرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت

وحی کے اتر چکنے کے بعد حضور ﷺ جب اپنے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹاتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کالے بادلوں کے بیچ میں سے چودھویں رات کا چاند نکل کر سامنے آیا ہو، پھر حضور ﷺ نے مسکراتے ہوئے خوش خبری دی اور پہلی بات جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائی وہ یہ تھی:

أَبْشِرِيْ يا عائشةُ! أَمَا اللهُ تعالىٰ فَقَدْ أَبْرَأَكِ.

(بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ، حدیث: ۴۷۵۷)

اے عائشہ! خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تیرے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا۔

جب یہ خبر اللہ تعالیٰ کے رسول نے سنائی تو خوشی کا ایک ماحول بن گیا، ابا جان اور امی جان نے کہا: بیٹی عائشہ! کھڑی ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے نبی کا شکریہ ادا کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: اللہ قسم! میں اس معاملے میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی، میں صرف میرے اللہ تعالیٰ کا احسان مانتی ہوں اور اسی کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرے اللہ نے میرے لیے قرآن میں میرے پاک ہونے کا اعلان فرما دیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب من حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے بڑی سعادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: مجھے یقین تھا کہ میں پاک ہوں اور میں نے کوئی گناہ نہیں کیا اور میرا خدا میرے پاک ہونے کا اعلان ضرور فرمائے گا؛ لیکن مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اتنا بڑا درجہ ملے گا، اتنی ساری آیتیں قرآن میں اللہ تعالیٰ میرے پاک ہونے کے سلسلے میں نازل فرمائے گا اور اس کو لوگ قیامت تک پڑھتے رہیں گے اور مجھ پر تہمت لگانے والوں کو لوگ قیامت تک ناراضگی سے یاد کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ کتنا بڑا مقام عطا فرمادیا!!!

پاک دامن عورت پر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت ہوتی ہے

میری بہنو! ایک عورت ذات جب اپنے آپ کو گناہ سے بچاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے غیبی طاقت سے اس کی نصرت اور مدد فرماتے ہیں۔

تہمت لگانے والوں کی اسلام میں سزا

براءت کی آیتوں کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے تہمت کی سزا جاری فرمائی، جس میں عبد اللہ ابن اُبی جو تہمت لگانے میں سب سے آگے تھا اور اصل وہی تہمت کو گھڑنے والا تھا، حضور ﷺ نے اس پر تہمت کی سزا لگوائی۔ ہمارے مذہب میں کسی پاک دامن عورت پر تہمت لگانے کی بہت خطرناک سزا آئی ہے: اگر کوئی کسی پر تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہو تو ایسی تہمت لگانے والے کو اسّی (۸۰) کوڑے مارے جاتے ہیں، یہ قرآن کا اعلان ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴

ترجمہ: اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، پھر (زنا کو ثابت کرنے پر) چار گواہ نہیں لاتے، سوتم ان کو اَسّی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان لوگوں کی گواہی تم قبول مت کرو اور یہی لوگ خود نافرمان ہیں۔

بہر حال! عبداللہ ابن ابی منافق پر دوگنا سزا جاری کی گئی؛ اس لیے کہ وہ شروعات کرنے والا تھا، اس کے علاوہ دو مسلمان صحابی: حضرت حسان رضی اللہ عنہ اور حضرت مسطح رضی اللہ عنہ، اسی طرح ایک صحابی عورت: حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا ان تینوں کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی سزا میں اسّی اسّی (۸۰) کوڑے لگوائے، اگر چہ وہ مسلمان تھے، پھر بھی ان کو کوڑے لگائے گئے، اب پورے مدینہ میں اس بات کا اعلان ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پاک دامن ہیں اور تہمت لگانے والے سراسر جھوٹے ہیں۔ (درِ منثور ۵/ ۵۴)

چند اہم ہدایات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ

ترجمہ: یقیناً جن لوگوں نے (عائشہ رضی اللہ عنہا پر جھوٹی تہمت لگا کر) یہ طوفان کھڑا کیا ہے وہ تمھارے ہی اندر کی ایک جماعت ہے، تم اس بات کو اپنے لیے برا مت سمجھو؛ بلکہ وہ تو تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔

یعنی یہ تو تمھارے لیے بڑی اچھائی کی بات ہو گئی کہ اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا

مقام و مرتبہ بلند ہو گیا اور ان کی اس پاک دامنی کو لوگ قیامت تک قرآن میں پڑھتے رہیں گے۔

پھر آگے فرمایا:

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

ترجمہ: ان میں سے ہر ایک شخص نے جتنا کیا اتنا گناہ اس کے حصے میں آیا، اور جس شخص نے ان میں سے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

یعنی جن لوگوں نے اس بہتان میں جتنا حصہ لیا اس کو تہمت میں حصہ لینے کا اتنا گناہ ہوگا۔

کُل چار طرح کے لوگ تھے

① جس نے تہمت گھڑی اور اس کو لوگوں میں پھیلایا، اس کو سب سے زیادہ عذاب: (وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ) کہ جس ظالم (عبداللہ ابن ابی) نے اس تہمت کی شروعات کی تھی، اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے دنیا اور آخرت میں کہ آخرت میں جہنم کی سزا ہے۔

② جنھوں نے اس تہمت کو سن کر اس کو مان لیا، ان کو گناہ میں دوسرا نمبر دیا گیا۔

③ جو لوگ اس تہمت کو سن کر خاموش رہے، ان کو گناہ میں تیسرا نمبر دیا گیا۔

④ اور جنھوں نے اس تہمت کو سن کر صاف کہہ دیا کہ: یہ خبر جھوٹی ہے، وہ اچھے لوگ ہیں، یہ خوش نصیب افراد ہیں۔

ایک خاص نصیحت

اس کے بعد آگے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک خاص نصیحت ہے جو ہم سب کے لیے بہت دھیان رکھنے کی ہے، وہ نصیحت یہ ہے: لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۲﴾

(ترجمہ) جب تم لوگوں نے اس (طوفان) کی خبر سنی تو ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں کے ساتھ اچھا خیال کیوں نہیں کیا؟ اور (تہمت سنتے ہی) ایسا کیوں نہ کہا: یہ کھلی تہمت ہے۔

قاعدے کی بات بتادی کہ جب تم نے ایسی تہمت والی بات سنی تو فوراً یہ کہہ دینا چاہیے تھا کہ: یہ بات جھوٹی ہے؛ اس لیے میری بہنو! اس طرح کی کوئی بھی تہمت کی بات تم سنو تو بات کو رد کرنا اور جھٹلانا ضروری ہے۔

دوسرے پر تہمت لگانا اپنے پر تہمت لگانا ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آگے کتنی پیاری بات فرمائی: (بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا) اس میں یہ نصیحت فرمائی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر تہمت لگائے تو وہ کسی دوسرے پر نہیں؛ بلکہ وہ تو اپنی ذات پر ہی تہمت ہے، تمام مسلمان مرد و عورت آپس میں بھائی بہن ہیں، اگر ایک بہن نے دوسری بہن پر تہمت لگائی تو وہ گویا اس نے اپنی ہی ذات پر تہمت لگائی اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ میں نے دوسری عورت پر تہمت لگا کر اس کو ذلیل و رسوا کر دیا؛ ایسا نہیں ہے، اس نے خود کو ذلیل اور رسوا کر دیا۔

بہت ضروری بات

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے متعلق نیک اور اچھا گمان رکھے، بدگمانی نہ کرے؛ بلکہ کوئی دوسرا انسان ہمارے مسلمان بھائی پر تہمت لگاوے اور تہمت لگانے والے کے پاس کوئی شرعی ثبوت نہ ہو تو اس کی تہمت اور الزام والی بات کو رد کر دیوے اور کہہ دیوے کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میرے خیال میں وہ مسلمان ایسا نہیں ہے جیسا کہ تم کہہ رہے ہو۔ ایک مسلمان کو بدنامی اور رسوائی سے بچانا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے، اور ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔

چار گواہ کی حکمت

﴿لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ﴾

ترجمہ: وہ (بہتان لگانے والے) اس (بات) پر چار گواہ کیوں نہیں لائے؟

یعنی جب تہمت لگانے والوں نے غلط بات پھیلائی تو مسلمانوں کے لیے ضروری تھا کہ ان سے گواہ مانگتے، شریعت کا قانون ہے کہ عام طور پر کسی معاملے کو ثابت کرنے کے لیے دو گواہ چاہیے؛ لیکن زنا کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ۔ حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس میں ایک مرد اور ایک عورت ہوتی ہے؛ اس لیے ہر ایک کی طرف سے دو دو ملا کر کل چار گواہ ہونا ضروری ہے۔

تہمت لگانے والے تین صحابہ پر اللہ تعالیٰ کا فضل

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس (چرچے) میں تم پڑے ہوئے تھے اس کی وجہ سے تم پر بڑا عذاب آپڑتا۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی کہ جو مسلمان بھولے پن میں اس تہمت پھیلانے میں شامل ہوگئے تھے اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا اور ان کو صرف اسّی اسّی کوڑے مارے گئے اور ان کو معاف کردیا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: اگر اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ کرتا تو ان کو بھی بہت بڑا عذاب آکر پکڑ لیتا اور اللہ تعالی کے عذاب کی پکڑ میں یہ لوگ بھی پھنس جاتے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جو مسلمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت میں شریک ہوگئے ان کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: تمھارا گناہ بہت بڑا تھا، دنیا و آخرت میں سزا اور عذاب آسکتا تھا؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے مہربانی اور فضل فرمایا، ایمان کی برکت، حضور ﷺ کے صحابی ہونے کی برکت سے تم کو سچی توبہ کی توفیق ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے تمھاری توبہ قبول فرمالی اور مغفرت کا وعدہ فرمایا۔ اِس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کبھی بھول سے بھی کسی مسلمان پر تہمت لگادی تو اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگ لو اور اُس مسلمان جس پر تم نے تہمت لگائی ہے سے بھی معافی مانگ کر بات کو صاف کرلو۔

اپنی پاکی اور بزرگی جتانے کی چیز نہیں

میری بہنو! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَلَاتُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى.(النجم:۳۲)

ترجمہ: تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ، وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔

ہمیشہ اِس آیت اوراس کے مضمون کوسامنے رکھنا چاہیے، ہماری بہت ساری بہنیں اپنی نیکی اوراپنی عبادت دوسروں کے سامنے فخر کے ساتھ بتلاتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت کے طور پر بتلانا الگ بات ہے اور فخر سے بتلانا کہ میں اتنی نیک ہوں اور اتنی ساری عبادت کرتی ہوں وغیرہ، یہ اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں ہے۔

جس بات کی حقیقت معلوم نہ ہواس کو کبھی بولنا نہیں چاہیے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّالَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّناً وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ.(النور)

ترجمہ: جب کہ تم اپنی زبانوں سے اس (تہمت) کوایک دوسرے کے سامنے نقل کررہے تھے اور تم اپنے منہ سے ایک ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی خبر تم کو بالکل نہیں تھی اور تم اس (تہمت والی بات) کو معمولی سمجھ رہے تھے؛ حالاں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت بڑی (گناہ کی) بات تھی۔

آج بہت سے گناہ ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو ہلکا اور آسان سمجھ رکھا ہے، اس لیے کسی بھی گناہ کو ہلکا نہ سمجھو، خاص کر جس کے ذریعہ دوسرے مسلمان کی آبرو برباد ہورہی ہو، اس سے خود کو بچاؤ، جس بات کی حقیقت ہم کو معلوم نہ ہو ایسی بات کبھی بھی اپنی زبان سے مت بولو۔

آج ہم کتنی باتیں بلا تحقیق بول دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے ہماری حفاظت فرمائے، ایسی باتیں زبان سے بولنا اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت خطرناک سمجھا جاتا ہے، اس کا بہت بڑا گناہ ہے؛ بلکہ میں تو آپ سے کہتا ہوں کہ: اگر کوئی گندی چیز یا ایسی بات اپنی آنکھ سے دیکھ بھی لو تب بھی یہ سوچو کہ میری آنکھ غلط دیکھ رہی ہے، میری مسلمان بہن یا میرا بھائی یہ غلط کام نہیں کر سکتا۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آئی

آگے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا، سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ. (النور:۱۶)

اور جب تم نے (اول) یہ (بہتان) سنا تو اسی وقت تم نے ایسا کیوں نہیں کہا کہ: ہم کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ایسی بات ہم منہ سے نکالیں، اللہ تعالیٰ تو پاک ہیں (معاذ اللہ!) یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی تک جب یہ بات پہنچی تو ان دونوں نے سب کے سامنے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کام ہو ہی نہیں سکتا ہے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کی یہ بات بہت ہی اچھی رہی۔

(روح المعانی ۹/ ۳۱۷)

اور ایسے بھی یہ دونوں میاں بیوی بہت خوش نصیب تھے کہ یہ حضرت نبی کریم ﷺ کے مدینہ میں میزبان تھے۔ آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَعِظُكُمُ اللهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ. (النور:۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم واقعی ایمان والے ہو تو آئندہ ایسی بات کبھی مت کرنا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت صاف لفظوں میں فرمادیا کہ: اب نبی کی بیوی پر اس طرح کی تہمت ہرگز نہ لگانا؛ بلکہ کسی بھی مسلمان عورت پر اس طرح کی تہمت نہ لگانا۔

غلط باتوں کے چرچے کی وجہ سے دردناک عذاب

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ وَاَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ. (النور:۱۹)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے ہو۔

فائدہ: اہلِ ایمان کا معاشرہ بے حیائی والے کاموں اور باتوں سے پاک رہنا چاہیے، غلط باتوں کا چرچا اور اس کو سیکھنا سکھانا، اس کے نت نئے طریقے بتانا یہ سب اس میں شامل ہیں، اس دور میں میڈیا کے ذریعے بہت بے حیائی کی اشاعت کا کام ہو رہا ہے جو ہرگز مناسب نہیں ہے۔ (از تیسیر القرآن)

بری خبروں کو مشہور کرنا بھی برا ہے

آج بہت سے لوگوں نے اپنی زندگی کا کام یہ بنالیا ہے کہ وہ غلط باتوں کو پھیلاتے رہتے ہیں، گندی اور برائی کی خبروں کو مشہور نہیں کرنا چاہیے، آج اخبارات اور ٹی-وی چینل اور انٹرنیٹ پر زنا یا زنا بالجبر، قتل، حملہ، ڈاکہ زنی کی خبریں روزانہ مشہور کی جاتی ہیں؛ بلکہ بعض لوگوں کے ناجائز تعلقات کو خاص انداز میں مشہور کیا جاتا ہے، جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ نوجوان لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھتے ہیں، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں تو وہ گندی چیزیں ان کے دل ودماغ میں بیٹھ جاتی ہیں اور برا کام ان کی سوچ میں ہلکا اور معمولی ہو جاتا ہے اور نفس میں ہیجان اور شہوت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور گناہ اور برائیاں اس سے بڑھتی ہیں؛ اس لیے اس قسم کی خبروں کو نہ پھیلایا جائے، اس میں پورے معاشرے کی بھلائی ہے۔

گندی خبروں کے لیے احتیاط

آج ہم میں سے بہت سوں کا حال یہ ہے کہ اس طرح بری بات سن کر خاموش تو رہتے ہیں لیکن پھر دل میں بدگمانی کرنے لگتے ہیں کہ: فلانی نے ایسا کیا وغیرہ وغیرہ۔

اِس طرح بدگمانی کرنا بھی سنگین گناہ ہے، اس کو گناہِ کبیرہ بتایا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (الحجرات:۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو؛ کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوا کرتے ہیں۔

بدگمانی شیطانی چکّر ہے

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سب شیطانی چکّر تھا:

يَاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ وَمَنۡ يَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ.(النور:۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں پر مت چلو اور جو بھی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو یقیناً وہ تو بے حیائی اور برائی کے کام کرنے کے لیے کہے گا۔

پاک دامن عورت پر تہمت لگانے والے ملعون ہیں

آگے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی بات ارشاد فرمائی:

اِنَّ الَّذِيۡنَ يَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ.(النور:۲۳)

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی (یعنی برے کاموں اور اس کے ارادے سے بے خبر) ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت بھیجی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کیسی سخت بات بیان فرمادی، میری بہنو! اللہ تعالیٰ ایسی لعنت سے ہماری حفاظت فرمائے، لعنت جس پر آتی ہے وہ دنیا و آخرت میں برباد ہو جاتا ہے، حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق پاک دامنی کا اعلان ہو جانے کے بعد بھی جو لوگ ابھی تک تہمت کو سچا مانتے ہیں، حقیقتاً وہ منافق ہی ہیں، ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت ہے، آج بھی جو لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کو سچا مانتے ہیں وہ کافر ہیں، اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

ایمان والی عورتوں کی ایک خوبی

اِس آیت میں ایمان والی عورت کی ایک خوبی ''غافلات'' بتائی گئی ہے؛ یعنی جو مسلمان عورتیں زنا کے کام سے اور اس کے ارادے سے بھی بے خبر ہیں، دور ہیں، خود کو بچائے ہوئے ہیں، وہ اچھی عورتیں ہیں، پہلے حدیث میں بھی سن لیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھولی بھالی عورت کہا گیا۔

ایک مؤمنہ عورت سیدھی سادی، بھولی بھالی ہوتی ہے، میرے مرشدِ ثانی شیخ الحدیث حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ العالی بخاری شریف کے درس میں فرماتے ہیں کہ: جو عورتیں زنا وغیرہ کے کام میں مبتلا ہوتی ہیں، وہ بہت (ચંચળ) ہوتی ہیں، اس طرح کے گندے کام اور اس کے لوازمات، مقدمات، مبادیات (یعنی زنا کی شروعات جن چیزوں سے ہوتی ہیں) ایک مؤمنہ عورت کو زیبا نہیں دیتے۔ یہ جتنی بھی آیتیں بتائی گئیں اس میں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص نصیحتیں بیان فرمائی ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے، اب ہمیں ان پر عمل کرنا چاہیے۔

لوگوں کے گناہوں کو مت اچھالو

میری بہنو! آج ہم دوسرے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر اس کو بہت اُچھالتے

ہیں، خوب اس کے چرچے کرتے ہیں؛ یہ بہت بری بات ہے، اپنی فکر کرو، خود کو گناہوں سے بچانے کی فکر کرو اور دوسروں کو بھی سمجھا بجھا کر گناہ سے بچانے کی فکر کرو۔

آپ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سوال کرنا

بخاری شریف کی ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے بھی سوال کیا کہ: عائشہ کے متعلق ان باتوں میں تم کیا جانتی ہو؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے قسم کھا کر جواب دیا کہ: اللہ کی قسم! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں خیر ہی خیر ہے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

بڑی نصیحت کی بات

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہی ایسی ہیں جن کے متعلق خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا: مجھ سے برابری کر سکتی تھیں: اس لیے کہ وہ حضور ﷺ ہی کے خاندان سے تھیں، پھوپھی زاد بہن تھیں، اور خوبصورت بھی تھیں؛ لیکن انھوں نے صحیح اور سچی بات کہہ دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے بھی صحیح اور سچی بات کہہ دی، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت حمنہ رضی اللہ عنہا (اپنی بہن کے خاطر) تہمت والے معاملے میں آ گئیں۔

دو خاص باتیں

یہاں دو باتیں خاص سمجھ کر عمل کرنا ہے: کسی بہن کے متعلق اگر ہم جانتے ہیں کہ وہ سچی ہے تو محض دشمنی نکالنے کے لیے صحیح اور حق بات کو غلط نہیں بتانا چاہیے، بعض لوگ

دشمنی نکالنے کے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور سامنے والے کے متعلق کوئی موقع ملتا ہے تو غلط باتیں پھیلانے میں لگ جاتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، کسی انسان سے کسی وجہ سے ناراضگی ہو جاوے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اس کی دشمنی میں اندھے ہو کر غلط باتیں پھیلانے لگیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ٘ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى٘ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (المائدۃ:۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے) کے لیے ہر وقت تیار رہو (اور) انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو، اور کسی قوم کے ساتھ دشمنی تم کو اس بات کے لیے نہ ابھارے کہ تم انصاف کرنا چھوڑ دو (بلکہ) تم انصاف کرو، وہ تقوے کے زیادہ نزدیک ہے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقینی بات ہے کہ جو کچھ (اعمال) تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی پوری خبر ہے۔

نوٹ: محبت کے جذبات میں مغلوب ہو کر بے جا طرف داری نہ کرنا اور عداوت کے غلبے میں بے انصافی نہ کرنا یہ تقویٰ حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (از تیسیر القرآن، ۱/ ۲۴۰)

دوسروں کے خاطر خود کی آخرت کو برباد نہ کریں

بعض مرتبہ لوگ دوسروں کے لیے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں، کوئی اپنا بڑا ہے تو اس کو راضی کرنے کے لیے دوسروں پر ظلم و زیادتی کر کے خود کی آخرت برباد کرتے ہیں، ایسا نہیں ہونا چاہیے، بعض مرتبہ کسی امیر یا بڑے ذمے دار کے ماتحت لوگ اپنے

بڑے کو راضی کرنے کے لیے دوسروں کی برائی کرنے لگتے ہیں، دوسروں پر ظلم کرنے لگتے ہیں؛ حالاں کہ بہت سی مرتبہ وہ بڑا خود ان سے شفقت و نرمی اور محبت کرتا ہے؛ لیکن نیچے کے لوگ دوسروں سے بدسلوکی کرنے لگتے ہیں، یہ غلط طریقہ ہے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کا حسنِ خاتمہ

بخاری شریف کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ خاتمہ کی دولت سے نوازا، ایک قول کے مطابق ۱۹ رہجری میں آرمینیہ میں اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ (بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)، ان کی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اچھی موت بھی ایک علامت ہے کہ وہ نیک اور پاک دامن تھے؛ اس لیے کہ کوئی آدمی کوئی غلط کام کرتا ہو تو اکثر یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ اس کو کبھی حسنِ خاتمہ اور شہادت جیسی نعمت نصیب نہیں ہوسکتی، اچھی زندگی گزارنے والوں کو اچھی موت نصیب ہوتی ہے، اللّٰھم ارزقنا منہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر ایمان پر حسنِ خاتمہ نصیب فرمائے، آمین۔

یہ بہترین قصہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اس کی اور دو آیتیں باقی ہیں جس میں خاص نصیحت ہے، اس کو ان شاء اللہ! آئندہ کل بیان کریں گے۔

میرے والدِ مرحوم کے محبوب ترین اشعار

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را	ہر زماں از غیب جان دیگر است

زندگی کے آخری ایام میں مرحوم بہ کثرت یہ اشعار پڑھتے رہتے تھے

ربنا یا ربنا! تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں	طفیلِ ذاتِ خود مجھے یہ مدعیٰ دے

مرحوم سخت بارش میں ایک روز عشا کی نماز کے لیے مسجد پہنچے، مسجد میں امام صاحب مولانا یوسف اسلام پوری اور مؤذن صاحب کے سوا اور کوئی نہیں تھا، دروازہ پر پہنچ کر امام صاحب کو یہ اشعار سنائے، مرحوم کو باجماعت نماز کا ہمیشہ بڑا اہتمام رہا۔

سجدوں کے عوض جنت ملے، مولیٰ یہ مجھے منظور نہیں
بے لوث عبادت کرتا ہوں بندہ ہوں ترا مزدور نہیں

استنبول کے مشہور کتب خانہ سلیمانیہ سے یہ اشعار بندہ نے نقل کیے ہیں

الجوهر فی الناس لا فی الحجر
والنور فی القلب لا فی البصر
والغناء فی القناعة لا فی المال
والفخر فی الادب لا فی النسب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی اور منافقین کا الزام

(قسط سوم)

اس بیان کے چنندہ جواہر پارے

میں عام طور پر ساس بننے والی خواتین سے کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوں گی، پریشان کروں گی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو! بہو کو بلا وجہ ستانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جواب دینا ہوگا۔

اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھوں گے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا، بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ بھی ساس کو نہ ستائے، اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے تو ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

ایک حدیث بتادوں، حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتی ہے۔(بیہقی حدیث: ۷۵۹۰)

صرف ایک آدمی کی وجہ سے بھی پوری قوم رحمت سے محروم ہوجاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس قطع رحمی کے گناہ کو چھوڑ دیں، پھر دیکھیں! اللہ تعالیٰ آپس کیسی رحمت عطا فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾ (النور)

ترجمہ: گندی عورتیں، گندے مردوں کے لیے مناسب ہیں اور گندے مرد، گندی عورتوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ عورتیں، پاکیزہ مردوں کے لیے مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد، پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں، جو (تہمت کی) بات وہ (منافق) لوگ کہتے ہیں وہ (نیک مرد اور عورتیں) اس سے بالکل بری (یعنی بے تعلق) ہیں، ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

مزاج اور طبیعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بات چل رہی تھی، ان کا پورا واقعہ آپ کو سنایا گیا

اور ان کے متعلق جو آیتیں قرآن میں اتاری گئیں وہ بھی سنائی گئیں، میری بہنو! ان آیتوں میں ہمارے لیے چند عبرت کی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں، بہت ہی زبردست اور ایک فطری قانون اللہ تعالیٰ نے اس میں بیان فرمایا ہے، اس کا خلاصہ عرض کرتا ہوں۔

اگر کسی بہن کی زندگی میں نیکی اور اچھائی ہوتی ہے اور شریعت کے حکم پر وہ چلنے والی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے قانون کو فالو (پورا) کرنے والی ہوتی ہے، تو اس کا ذہن اور اس کی سوچ بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے اور وہ فطری طور پر اپنے ہی جیسے نیک اور شریعت کے پابند مرد سے شادی کرنا پسند کرتی ہے، اگر کسی بہن کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے تو وہ بہن بھی شادی کے لیے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اسی طرح اگر وہ بہن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی سنتوں سے محبت کرتی ہے، تو وہ سنتوں کے پابند مرد کے ساتھ شادی کرنا پسند کرے گی، اگر کسی بہن کا کردار (character) اچھا اور پاکیزہ ہوتا ہے تو وہ بھی ایسے ہی اچھے کردار (character) اور اچھے اخلاق والے مرد سے شادی کرنا پسند کرے گی۔

اسی طرح اگر کسی بہن نے اپنی زندگی کو بدفعلی اور زناکاری سے بچایا ہوا اور اپنے آپ کو گناہ سے بچایا ہو تو شادی بھی ایسے مرد کے ساتھ پسند کرے گی جس نے اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا ہو۔

لیکن اگر کسی بہن کی زندگی اور لائن خراب ہے تو وہ بہن ایسے ہی گندے اور گناہ کرنے والے مرد کو پسند کرتی ہے، اس کا دل اور اس کی طبیعت ایسے ہی مرد کے ساتھ لگتی

ہے، یہ تجربے کی بات ہے۔

ایک عجیب فطری قانون

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک عجیب فطری قانون بیان فرمایا ہے کہ انسان کی رغبت اور اس کی پسند (Choice) بھی اپنے جیسے کی طرف ہوتی ہے، اگر کوئی بہن خود اچھی ہے تو پھر اس کی پسند بھی اچھی اور نیک ہوتی ہے اور اگر وہ خراب ہے تو اس کی پسند بھی ایسے ہی خراب مردوں کی طرف ہوگی۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جیسی تلاش ہوتی ہے ویسا ہی ملتا ہے، اِس آیت میں ہمارے لیے ایک بہت بڑا سبق اور نصیحت ہے۔

میری بہنو! اللہ نہ کرے اگر ہمارے اخلاق وعادات خراب ہوگئے تو پھر ہمارا دل یہ چاہے گا کہ ایسے ہی مرد کے ساتھ شادی کریں۔

اس لیے جن بہنوں کی زندگی میں نماز، پردہ اور دین داری ہیں وہ ایسے ہی دین دار شوہر کو تلاش کرتی ہیں، جو بہن اللہ تعالیٰ کو راضی کرکے زندگی گزارتی ہے وہ ایسا ہی چاہتی ہے کہ مجھے بھی ایسا ہی شوہر ملے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہو اور جس عورت کی زندگی فیشن والی اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہے، وہ ایسا ہی فیشن پرست، آوارہ اور آزاد شوہر تلاش کرتی ہے۔

اسی طرح جس کی زندگی میں پردہ نہیں ہے، وہ ایسا ہی سوچتی ہے کہ مجھے ایسا شوہر ملے جس کے چہرے پر شرعی ڈاڑھی نہ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف لباس پہننے والا ہو، یہ روز مشاہدے میں آنے والی ایک بات ہے۔

جوڑا بھی چاہت کے مطابق ملتا ہے

اس لیے جیسی تمھاری سوچ اور چاہت ہوگی ویسی ہی تمھاری زندگی ہوگی اور اسی کے مطابق شریک حیات(Life partner) جوڑا تلاش کیا جاتا ہے، اور ویسا ملتا بھی ہے۔

ہم رات دن دنیا میں دیکھتے ہیں اور ایسے قصے سامنے آتے رہتے ہیں، ہماری بہت ساری بہنیں ڈاڑھی والا شوہر دیکھ کر اس سے شادی کرنے سے انکار کرتی ہیں، اسی طرح اگر کوئی دین دار ہے، کُرتا، اِزار، اسلامی لباس پہنا ہوا ہوتا ہے تو ہماری بہن یہ سوچ کر شادی سے انکار کرتی ہے کہ اگر اس کے ساتھ میں شادی کروں گی تو مجھے بھی دین دار بننا پڑے گا، پردہ کرنا پڑے گا، یہ خیال کر کے شادی کرنے سے انکار کر دیتی ہے؛ کیوں کہ بہت ساری ہماری بہنیں شریعت پر عمل کرنے کو قید خانہ سمجھتی ہیں، ہم کو تو ایسا شوہر چاہیے جو ہم کو فیشن والی زندگی گزارنے دے، بغیر پردے ہمیں تفریح میں لے جائے اور ہمارے لیے ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ خرید کر دیوے۔

جو شوہر خدا اور رسول کا غدار ہو وہ بیوی کا وفادار نہیں ہو سکتا

میری بہنو! جیسی سوچ ایسی پسند؛ لیکن ایک بات قاعدے کی یاد رکھو! بہت کام آئے گی، یہ بات خاص کر میں اپنی کنواری بہنوں سے کہتا ہوں کہ: اگر تم نے ایسا فیشن پرست شوہر پسند کیا جس کی زندگی بے کار گزر رہی ہو اور اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہیں ہے، وہ آوارہ پھرتا ہے، آزاد زندگی گزارتا ہے، شریعت کے قانون پر عمل نہیں کرتا ہے تو:

وہ شوہر جو اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرتا وہ بیوی کو کیسے راضی کرے گا؟

جو اپنے پیدا کرنے والے کو راضی نہیں رکھتا وہ ہونے والی بیوی کو کیسے راضی رکھ سکتا ہے؟

جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا ہے وہ اپنی بیوی کا کیا حق ادا کرے گا؟

یہ بہت بڑا نکتہ (Point) آپ کو سوچنے کے لیے دیا ہے، اس کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا کہ جو شوہر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا غدار ہے، وہ عام طور پر بیوی کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

جو رزق دینے والے اللہ تعالیٰ سے وفاداری نہیں کر سکتا وہ اپنی بیوی سے بھی وفاداری نہیں کر سکتا ہے، چاہے شادی سے پہلے پھنسانے کے لیے کتنے ہی بناوٹی اور دھوکے کے جھوٹے وعدے کرتا رہتا ہو۔

شادی سے پہلے ہونے والے وعدوں پر ایک لطیفہ

بعض نوجوان شادی سے قبل لڑکیوں سے ناجائز تعلقات قائم کرتے ہیں۔ اس وقت لڑکا لڑکی کو پھنسانے کے لیے عجیب عجیب ناممکن چیزوں تک کے وعدے کرتا ہے، بعض مرتبہ کہتا ہے: تیرے لیے تو میں آسمان کے چاند ستارے توڑ کر لاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔

میں اس پر کہتا ہوں کہ شادی کے بعد تارے کی ضرورت نہیں، تیل کا ڈبہ وقت پر لاتے رہنا تو کافی ہے۔

کوئی کہتا ہے: تیرے لیے تاج محل بناؤں گا۔

ارے بھائی! شادی کے بعد ایک سیدھا سادہ فلیٹ یا مکان کا انتظام کر دینا بیوی کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ناجائز تعلقات (Love) پر ایک نکتہ

ہمارے نوجوان بھائی، بہن شادی سے پہلے کسی اجنبی مرد، عورت سے ناجائز محبت کرتے ہیں، اور جیسا آپ کو معلوم ہے کہ منگنی ہو جاوے، رشتہ طے ہو جاوے، پھر بھی نکاح سے پہلے تو وہ لڑکی پرائی اور اجنبی ہی ہے، اس سے تعلق رکھنا گناہ ہے، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ:

No Love Before Marriage But Love After Marriage

یعنی محبت شادی سے پہلے نہیں، شادی کے بعد ہونی چاہیے، ان شاء اللہ! شادی کے بعد والی محبت میں ثواب بھی ملے گا۔

پسند، دین داری کی وجہ سے ہونی چاہیے

ہمیشہ اپنی پسند دین دار شوہر کے لیے ہونی چاہیے؛ اس لیے کہ دین دار مرد سے اگر آپ کا نکاح ہوگا تو کبھی بھی وہ آپ پر ظلم نہیں کرے گا؛ بلکہ وہ اچھی طرح حقوق ادا کرے گا اور اگر کسی نامناسب مرد کے ساتھ تمھارا رشتہ ہو گیا ہے تو اس کے حق میں دعا کرو اور شادی کے بعد اس پر محنت کرو کہ وہ بھی دین دار بن جائے، اس کے چہرے پر ڈاڑھی آجائے، سنت کے مطابق لباس پہننے والا بن جائے، جب وہ اللہ کا فرماں بردار بن جائے گا تو پھر وہ آپ کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا، کبھی تکلیف نہیں دے گا۔

ناجائز تعلق گناہ ہے

میری بہنو! معافی کے ساتھ میں ایک بات آپ کو بتا دوں کہ بہت ساری ہماری

بہنیں شادی سے پہلے ناجائز تعلقات (افیر) میں ملوّث ہوجاتی ہیں، یہ غلط کام ہے اور یہ بہت ہی بے حیائی اور بے شرمی کی بات ہے، اس بات کو سمجھ لو کہ جو لڑکا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے کسی سے غلط تعلق قائم کرے، کیا وہ کبھی کسی عورت کو راحت اور آرام دے سکتا ہے؟ کبھی نہیں، وہ اس کو پریشان ہی کرے گا۔

اجنبی عورتوں کے ساتھ تعلقات کی مختلف حرام صورتیں

شریعت میں کسی پرائی عورت کو دیکھنا، اس سے ملنا، اس سے بات کرنا، اس کی طرف چل کر جانا، اس کے ساتھ فون پر بات کرنا، ''ای میل'' سے اس کے ساتھ تعلق میں رہنا، اسی طرح ''ٹیکس میسیج'' (sms) بھیجنا، انٹرنیٹ پر اس سے چیٹینگ کرنا، اور ایک پرائی لڑکی سے کسی طرح کا بھی رابطہ اور تعلق رکھنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتے ہیں۔

میری بہنو! اللہ تعالیٰ کے واسطے ایسے گناہوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، یہ بہت ہی بے حیائی کا کام ہے، اگر کسی سے ایسا گناہ ہوگیا ہو، تو دو رکعت توبہ کی نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیوے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب روئے۔

ایک اور غلط طریقہ

اسی کے ساتھ ایک اَور بات آپ کو بتا دوں کہ ہماری بہت ساری بہنیں منگنی کے بعد اپنے مستقبل (Future) میں ہونے والے شوہر کے ساتھ بات چیت شروع کر دیتی ہیں، تعلّق رکھتی ہیں، میری بہنو! یہ بھی گناہ ہے: اس لیے کہ منگنی کوئی نکاح نہیں

ہے،لیکن لوگ (Half marriage) سمجھتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے؛ اس لیے کہ منگنی تو صرف نکاح کا ایک وعدہ ہے، اس لیے منگنی کے بعد لڑکے لڑکی کا بات چیت وغیرہ کرنا گناہ کام ہے۔

اللہ کو ناراض کر کے سکون نہیں مل سکتا

اگر کسی میں یہ عادت ہو تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے، تو پھر ان شاء اللہ! شادی کے بعد دونوں کے درمیان اللہ تعالیٰ محبت، چین، سکون عطا فرمائیں گے، دنیا میں کوئی بھی آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کر کے چین وسکون کی زندگی نہیں گزار سکتا۔

قرآنِ کریم کی ایک عجیب بات

یہ قرآنِ مجید میں آئی ہوئی عجیب بات ہے، جس کا نتیجہ میں عرض کرتا ہوں، جس میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والو! عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے سے پہلے سوچ لو کہ ان کے شوہر کون ہیں؟ ہم نے ان کی شادی کس کے ساتھ کرائی ہے؟ جس عائشہ کے شوہر حضرت نبیِ کریم ﷺ جیسے معصوم اور پاک انسان ہوں، تو وہ عائشہ بھی کیسی پاک وپاکیزہ ہوگی!!!

شادی کے بعد عورت کا سب سے پہلا کام

شادی کے بعد بیوی کا سب سے پہلا کام یہ ہونا چاہیے کہ وہ نیک کام کرنے میں اپنے شوہر کی مدد کرے اور گناہ سے بچانے میں بھی اس کی مدد کرے، اپنے شوہر کو سمجھا

بجھا کرکسی بھی طرح نمازی بنانے کی کوشش کرے، اسی طرح اس کو اسلامی لباس، شرعی ڈاڑھی رکھنے اور اچھی عادتیں اپنانے کے لیے سمجھائے اور حرام کام کو چھوڑنے اور فلم وغیرہ کی عادت چھڑوانے کی بھی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ نے عورت کی بات میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھائے تو وہ مان لیتا ہے۔ ساتھ ہی شوہر کے حق میں دعا بھی کرو، شوہر نیک بن جاوے گا، اور دینی محنت کرنے کا بہت بڑا ثواب ان شاء اللہ! آپ کو ملے گا۔

نبی کی بیوی کافرہ ہوسکتی ہے، زناکار نہیں ہوسکتی

اللہ تعالیٰ کے ایک نبی حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھیں، ایمان نہیں لائی تھیں اور اُس زمانے میں کافرہ عورت کے ساتھ نکاح جائز تھا؛ لیکن ہماری شریعت میں اب اس طرح نکاح کرنا حرام ہوگیا ہے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کو بیان کیا ہے: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ۔

کسی کافرہ کے ساتھ نکاح مت کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آوے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی اگرچہ کافرہ تھی؛ لیکن بہت سارے سیرت لکھنے والے محدثین ومفسرین فرماتے ہیں کہ: نبی کی بیوی کافرہ تو ہوئی ہے؛ لیکن کسی بھی نبی کی بیوی زناکار نہیں ہوئی ہے؛ کیوں کہ زنا ایسی چیز ہے کہ اس سے نسب اور خاندان سب برباد ہوجاتا ہے۔ (درمنثور ۶/۳۷۶)

پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے

عام طور پر میں یہ دیکھتا رہتا ہوں کہ ہمارے یہاں انڈیا میں جب کوئی لڑکا باہر

کے ملک سے شادی کے لیے آتا ہے تو اگر وہ آؤٹ لائن لڑکا ہوتا ہے، تو وہ ایسی ہی فیشن پرست اور آؤٹ لائن لڑکی کی تلاش کرتا ہے، اس کو دین دار اور پردے میں رہنے والی لڑکی پسند نہیں آتی، اسی طرح لڑکی کا حال ہے اگر وہ آؤٹ لائن ہے، ٹی شرٹ، جنس پینٹ پہننے والی ہوتی ہے تو عام طور پر وہ ایسا ہی شوہر تلاش کرتی ہے، کچھ اس سے ہٹ کر بھی ہوتے ہیں، یہ سب اس فطری قانون کا نظارہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری سوچ اور ہماری زندگیوں کو نیک اور اچھا بنادے، آمین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عجیب واقعہ

ایک دوسری بہت بڑی عبرت کی بات اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٢﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان ہوگیا اور ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ابا جان حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت رنج ہوا، باپ کا دل بیٹی کی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے دل میں بیٹی کی عجیب محبت رکھی ہے۔

سسرالی ماؤں کو ایک نصیحت

میں عام طور پر ساس بننے والی عورتوں کو کہا کرتا ہوں کہ: اللہ کے واسطے بہو کو تکلیف مت دو، آج تم بہو؛ یعنی دوسرے کی بیٹی کو تکلیف دوگی، پریشان کروگی تو کل تمھاری بیٹی بھی کسی کے یہاں بہو بن کر جائے گی اس دن کو سوچو! اگر تم کسی کی بیٹی کو اچھی طرح رکھوگے تو تمھاری بیٹی بھی جب بہو بن کر جائے گی تو اس کو بھی اچھی طرح رکھا جاوے گا۔

بہو کو نوکرانی نہیں سمجھنا چاہیے؛ بلکہ اس کو اپنی بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا چاہیے، ہماری شریعت میں کسی کو بلا وجہ تکلیف دینا حرام ہے۔ بہو کو بلا وجہ ستانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں جواب دینا پڑے گا۔

بہو کو ایک نصیحت

اسی طرح بہو کو بھی چاہیے کہ وہ ساس کو نہ ستائے، اس کو اپنی ماں سمجھے اور اس کی خدمت کرے، ان شاء اللہ! ان کی زندگی خوشی اور محبت کے ساتھ گزرے گی، غرض یہ کہ ساس، بہو کو بیٹی سمجھ کر اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، اور بہو، ساس کو اپنی ماں سمجھ کر اس کی خدمت کرے۔

شادی کے بعد فوراً الگ ہونے کا مزاج

آج کل ایک بات یہ چل پڑی ہے کہ ابھی شادی ہوئی ہے اور دوسری طرف بہو کا

دل یہ چاہتا ہے کہ الگ رہنے چلی جائے، اور بہت سی لڑکیاں تو شادی سے پہلے ہی الگ رہنے کی شرط لگا دیتی ہیں، یہ مناسب بات نہیں ہے، ساس خسر کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ، ان سے کچھ سیکھو، ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں حاصل کرو، آج ان کے بڑھاپے میں تم ان کی خدمت کروگی تو کل تمھاری بہو تمھاری خدمت کرے گی۔ اور ہاں! اس طرح اجتماعی طور پر ساتھ رہیں تو اس میں دیور اور جیٹھ سے پردے کا خصوصی اہتمام کیا جائے؛ اس لیے کہ وہ دونوں غیر محرم ہیں۔

بیرون ملک کا المیہ

سنا ہے کہ بعض بیرونی ملکوں میں بعض لڑکیاں شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہروں سے خود سوال کرتی ہیں کہ: گھر میں کتنی Dustbin ہیں؛ یعنی بوڑھے کتنے ہیں، بہت ہی افسوس کی بات ہے، جس اسلامی معاشرے اور دینی سماج کے ستون: ادب، احترام اور خدمت ہیں اس پاکیزہ معاشرے میں اس طرح کے سوال کیے جاویں، ان سے نفرت کا اظہار کریں، بس! اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرماوے؛ ہاں! مناسب موقع دیکھ کر پھر الگ رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ بعض مرتبہ الگ رہنے کی ضرورت بھی پیش آجاتی ہے؛ لیکن ایسے موقع پر کسی ماہر عالم یا مفتی سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا رنج

بہر حال! اس واقعے سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل کو بہت تکلیف پہنچی کہ

میری بیٹی بے گناہ تھی، اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، پھر بھی میری بیٹی پر زنا کی تہمت لگائی، باپ کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا، اب قدرتی بات ہے کہ تہمت لگانے والوں میں جو منافق تھے ان کو چھوڑ کر تین بھولے بھالے مسلمان بھی تھے جو منافقین کی باتوں میں آکر تہمت لگانے میں شامل ہو گئے تھے، ان میں ایک حضرت مسطح رضی اللہ عنہ تھے، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بہت قریبی رشتے دار تھے۔

رشتے دار یا بچھو

عربی میں ایک کہاوت ہے: بعْضُ الْأَقَارِبِ کَالْعَقَارِبِ (پہلا ''الف'' کے ساتھ اور دوسرا ''عین'' کے ساتھ) یعنی بعض رشتے دار سانپ بچھو کی طرح ہوتے ہیں، جو رشتے داری کے باوجود پریشان کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے رشتے داروں کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور ان کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

غریب رشتے داروں کی فکر کرو

یہ صحابی حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بہت ہی غریب آدمی تھے اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے قریبی رشتے دار تھے؛ اس لیے ان کا پورا خیال رکھتے تھے، ان کا خرچہ پانی وغیرہ بہت پابندی کے ساتھ ان کو پہنچایا کرتے تھے، اس سے ہمیں ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ اگر ہمارے رشتے میں کوئی غریب، مسکین ہو تو اس کے خرچے کی فکر کرنی چاہیے۔

رشتے داروں کو دینے کا ڈبل ثواب

جس طرح ہم دوسرے غریبوں کو دیتے ہیں اسی طرح ہمارے رشتہ دار غریب ہوں تو ان کا زیادہ حق ہے کہ ہم ان کو نفل صدقہ، زکاۃ دیں؛ کیوں کہ رشتے دار کو دینے میں ڈبل ثواب ملتا ہے: ایک صدقہ دینے کا ثواب اور دوسرا رشتے داری کے حق کو نبھانے کا؛ اس لیے اپنے چچا کے لڑکوں میں، پھوپھی کے لڑکوں میں، خالہ کی اولاد میں، بھائی بہنوں میں کوئی غریب ہو تو ان کا خیال رکھا کرو۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کے خرچے کو بند کرنا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا پورا پورا خرچہ دیا کرتے تھے؛ لیکن اس واقعہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو ان کا خرچہ دینا بند کر دیا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح: ۴۱۴۱)

ویسے ایک باپ کا دل اپنی بیٹی کے معاملے میں بڑا حسّاس ہوا کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں دو حیثیتیں تھیں: ایک تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہونے کی وجہ سے ام المؤمنین بھی ہیں۔ مگر اندازہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ اور امّت کی ماں ہونے کی وجہ سے یہ اقدام کیا، یہ بھی عشق و محبت کا ایک حصہ ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مثالی عمل

اس میں بھی غور کرنے کا مقام ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خرچہ کب بند

کیا؟ تہمت کے زمانے میں نہیں؛ بلکہ جب براءت نازل ہوگئی، فیصلہ ہوگیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بے گناہ ہیں، تب جا کر خرچہ بند کیا اور قسم کھائی کہ میں اب سے مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ نہیں دوں گا۔

سزا اور سفارش

اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت خاص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ؕ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾

ترجمہ: اور جو لوگ تم میں بڑے درجے والے ہیں اور مال میں وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھالیویں کہ وہ رشتہ داروں کو اور محتاجوں کو اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ) نہیں دیں گے؛ بلکہ (ایسے لوگوں کا) قصور معاف کردیں اور ان کو جانے دیں، کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہوں کو معاف کردے؟ اور اللہ تو بہت معاف کرنے والے، بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

بزرگی کا تقاضا معاف کرنا ہے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ”جو بڑے درجے والے اور بزرگی والے لوگ ہیں“، مراد اس سے خصوصی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، عمومی طور پر نصیحت پوری

امت کو ہے، اللہ تعالیٰ نے جن کو اونچا مقام دیا ہے، بزرگی دی ہے، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتے داروں کو خرچہ دیں۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنھوں نے ہجرت کی ان کو خرچہ دو اور جن لوگوں نے غلطی کی ہے ان کو معاف کردو، مثلاً حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے غلطی کی؛ لیکن بزرگی اور بڑے پن کا تقاضہ یہ ہے کہ تم ان کو معاف کردو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت قرآن میں

اس آیت میں "اُولوا الفضل" سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (بخاری، کتاب التفسیر، ح:۴۷۵۷) خود اللہ تعالیٰ جس کو فضیلت اور بزرگی والا بتادیویں اس انسان کا مرتبہ کتنا اونچا ہوگا!!!

دوسری ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا.

ترجمہ: جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہیں۔

اِس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صاف لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہونا بتادیا گیا؛ اس لیے جو آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صحابی نہ مانے وہ ایمان والا نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کو معافی پسند ہے

وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا معاف کردو اور درگزر کرو اور پھر آگے فرماتے ہیں: اَلَا

تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ کیا تم کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے؟

اللہ تعالیٰ کے فرمان کا حاصل یہ ہے کہ: اے میرے پیارے ابوبکر! مسطح رضی اللہ عنہ نے تمھاری بیٹی پر تہمت لگائی ہے، امت کی ماں پر تہمت لگائی ہے اور اس کا تم کو بہت رنج ہوا ہے اور اس کی وجہ سے تم نے ان کو خرچہ نہ دینے کی قسم کھالی ہے، سو تم ان سب باتوں کو جانے دو، تم ان کو معاف کر دو اور ان کا خرچہ دینا شروع کر دو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قسم توڑ دی

دیکھو میری بہنو! اللہ تعالیٰ ہم کو کیسے اخلاق سکھا رہے ہیں؟

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا تو قسم توڑ دی اور قسم کا کفارہ ادا کر دیا اور دوبارہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ کو خرچہ دینا شروع کر دیا اور اپنی زبان سے کہنے لگے کہ: بَلٰی! وَاللهِ إِني أُحِبُّ أَنْ يَّغْفِرَ اللهُ تَعَالیٰ لِي (بخاری، کتاب التفسیر، ح:۴۷۵۷)

ہاں! قسم ہے اللہ تعالیٰ کی: میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ کو معاف کر دے۔ نہ صرف خرچہ جاری کیا بلکہ ساتھ میں قسم کھالی کہ آج کے بعد کبھی خرچہ بند نہیں کروں گا۔

دو بڑی باتیں

ایک تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اطاعت کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کے حکم پر مرمٹنے کا جذبہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اپنی چاہت آیت کے ذریعے بتلا دی تو فوراً قسم توڑ دی اور خرچہ جاری کر دیا، ایک مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی چاہت اور مرضی سے بڑھ کر

اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔

دوسری بات خود باری تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی دیکھو کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ سے بھولے پن میں ایک غلطی ہوگئی تو اس کی سزا بھی آئی اور خود اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سفارش بھی فرمادی، اور خرچہ جاری کروادیا۔

میری بہنو! سوچو! جس رشتے دار نے ستایا اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ ان کو بھی معاف کردو، اور انھوں نے اس حکم کو پورا کر کے دکھایا اور قسم کا کفارہ بھی ادا کردیا۔

عورتوں کے نام ایک خاص بات

میری بہنو! بہت دھیان سے اس پوائنٹ کو سمجھو کہ جس رشتے دار نے ہم کو ستایا ہم اس کو پوری زندگی دل میں لیے نہ پھریں؛ بلکہ اس کو معاف کر کے اس کے ساتھ اچھا تعلق شروع کریں، اس کے ساتھ محبت سے پیش آویں، اگر کسی سے غلطی ہوگئی ہے تو ہم کیوں غلطی کریں؟ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو معاف کردے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی چاہت ہے اور یہی اسلامی اخلاق ہیں۔

اللہ تعالیٰ معاف فرماوے! آج ہمارے سماج میں کیسی بُرائی ہے کہ کسی بہن یا رشتے دار کے ساتھ معمولی جھگڑا ہوگیا تو سالہا سال گزر جاتے ہیں ہم اس سے اپنا تعلق قائم نہیں کرتے، اور اس سے بات چیت بند کردیتے ہیں۔

قطع رحمی کی وعید

میری بہنو! دل میں کسی کے متعلّق کینہ بھرنے کی عادت اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں

ہے، میں آپ کو ایک خطرناک بات بتلادوں اس کو دل میں اتارلو، اگر آپ قطع رحمی کروگی؛ یعنی کسی رشتے دار سے بلا وجہ تعلق توڑ دوگی تو یاد رکھو کہ اِس طرح تعلق توڑنے والوں کی شبِ قدر میں بھی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرماتے۔

(الترغیب والترھیب ۳/ ۱۳۳۳۔ بیہقی حدیث: ۳۸۳۷)

ایک درد بھری درخواست

میری بہنو! کیا آپ چاہتی ہیں کہ اُس مبارک رات میں تمھاری مغفرت ہوجائے، یقیناً ہم سب چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمادے اور ہمارے گناہوں کو معاف کردے، میں آپ سے دردِ دل کے ساتھ ایک درخواست کرتا ہوں کہ اگر کسی رشتے دار، یا کسی بہن سے آپ کی بات چیت بند ہو، یا اس سے تعلق توڑ دیا ہے تو آج اسی مجلس سے نکلنے سے پہلے سلام کر کے بات چیت کر کے جاؤ؛ تاکہ آج کی رات اللہ تعالیٰ ہماری مغفرت فرمادے، اللہ کو خوش کرنے کے لیے اپنے اندر تواضع پیدا کرو۔

تواضع درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے

جو بہن سامنے چل کر سلام اور ملاقات میں شروعات کرے گی اس کو زیادہ ثواب ملے گا، حدیث میں آتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے واسطے جُھک جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اونچا کرتے ہیں۔ میری یہ چاہت ہے کہ آج کی مجلس میں آپ یہ کام کر کے جائیں، جس اخلاص اور محبت سے ملاوی (Malawi) کے مسلمان مجھے بلاتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی محبت کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں عطا فرمائے، میں چاہتا ہوں کہ یہاں رہنے والے

تمام مسلمان بھائی بہن آپس میں خوب محبت سے رہیں، کوئی کسی سے ناراض نہ رہے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا درجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

ایک بات اور بھی سنو! اِن تین بھولے بھالے مسلمانوں میں ایک حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تھے، یہ بھی بڑے صحابی تھے اور شاعر تھے، انھوں نے حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت اچھے اچھے اشعار پڑھے ہیں۔

ایسے زبردست شاعر تھے کہ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بُرائی اور بے ادبی میں اشعار کہتے تھے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کو زبردست اشعار سے جواب دیتے تھے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور لاڈلے شاعر سمجھے جاتے تھے، ان کی شاعری کتاب کی شکل میں عربی زبان میں چھپی ہوئی ہے جس کا نام ہے ''دیوانِ حسان بن ثابت''۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے میں شامل تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جانتی بھی تھیں کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بھی تہمت لگانے والوں میں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا دل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جیسا بنادے

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دریا دلی دیکھو، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ ایسا دل ہماری تمام بہنوں کا بنادے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کے پاس ملاقات کے لیے آتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انہیں بہت عزت سے (پورے شرعی پردے کے ساتھ) گھر میں بٹھاتیں، بخاری شریف کی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کسی نے کہا بھی کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو کیوں تم اپنی خدمت میں آنے کی اجازت دیتی ہو؟ ان کو روک دینا چاہیے۔

کہنے والے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ تہمت والے واقعہ میں شامل تھے؛ اس لیے ان سے تعلق مت رکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جواب دیتی ہیں: کافر لوگ جب نبی کریم ﷺ کی گستاخی کرتے، بُری شاعری آپ کے لیے کہتے تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ ان کی بری شاعری کا جواب دیتے تھے، حضور ﷺ کی طرف سے دفاع (Difence) کرتے تھے۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، ح:۴۱۴۶)

میری بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل ہم کو دعوت دیتا ہے کہ جس نے غلطی کی ہو اور جس نے ہم کو ستایا ہو اس کو معاف کر دو اور اس کے ساتھ عزت سے پیش آؤ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اخلاقِ عالیہ

روایت میں ہے کہ اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کی برائی کرتا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس برائی کرنے کو بالکل پسند نہ کرتیں؛ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دل سے ان کو معاف کر دیا تھا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، عن عروۃ بن زبیر، ح:۴۱۴۵)

دیکھو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دل کیسا تھا، ان کے خلاف کسی کو بولنے بھی نہیں دیتی تھیں جب کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے غلطی بھی ہوئی تھی، اب ہم اپنے حالات کے بارے میں سوچیں کہ اگر ہم کو کسی نے ستایا ہو تو ہم اس کی بُرائی کرنے میں آگے آگے رہتے ہیں، اور جب کوئی اس کی برائی ہمارے سامنے کرتا ہے تو ہم خوش ہوتے ہیں، جب کہ یہ اسلامی اخلاق نہیں ہے، ہمارا کام ہے کہ ہم اس کو معاف کر دیں۔

رشتے داروں سے صلہ رحمی

ایک حدیث آپ کو بتادوں، اللہ کرے اس حدیث پر میرا اور آپ سب کا عمل ہوجائے، کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ صلہ رحمی کرے؛ یعنی رشتے داری نبھائے، اس کا حق ادا کرے، وہ ہمارے ساتھ اچھا تعلق رکھے اور اس کے بدلے میں ہم بھی اس کے ساتھ اچھا تعلق کریں، تو یہ اچھی بات ہے لیکن کمال تو یہ ہے جو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

کوئی رشتے دار ہمارے ساتھ تعلق توڑے، تو ہم اس کے ساتھ تعلق جوڑیں اور محبت کا معاملہ کریں، جو رشتے داری کو کاٹے ہم اس کو جوڑیں اور ظلم کرنے والوں کو بھی معاف کردیں۔ (الترغیب والترہیب ۳/۳۸۰)

میری بہنو! اپنے دلوں کو ایسی گندگی سے پاک کردو، کسی کے بارے میں کوئی بُرائی، عداوت اپنے دل میں نہ رکھو، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑو؛ اس لیے اسی مجلس میں آپسی سلام، مصافحہ کرکے جاؤ۔

قطع رحمی کی وعید

ایک حدیث اور سن لو! حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس کا حاصل یہ ہے کہ: جس قوم میں ایک مرد یا ایک عورت ایسی ہو جو قطع رحمی کرے؛ یعنی جو رشتے داری کے تعلق کو کاٹنے والی ہو تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو رحمت کی نظر سے نہیں دیکھتا ہے، پوری قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہوجاتی ہے۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر ۲/۳۵۱۔ الادب المفرد ۶۳۰۔ بیہقی حدیث: ۷۵۹۰)

اللہ اکبر! صرف ایک آدمی کی وجہ سے پوری قوم رحمت سے محروم ہو جاتی ہے اور آج تو گھر گھر میں رشتے کٹے ہوئے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہم پر کیسے آئے گی؟ اس لیے ہم اس قطع رحمی کے گناہ کو چھوڑ دیں، پھر دیکھو! اللہ تعالیٰ آپس میں کیسی محبت عطا فرماتے ہیں۔

عورت کیسی ہو؟

حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی سے متعلق جو آیتیں اتاری گئیں ان آیتوں میں سے ایک آیت یہ بھی تھی:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

اِس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی تین خوبیاں اور تین کمال بیان کیے ہیں:

۱ اَلْمُحْصَنٰتِ؛ یعنی پاک دامن، جس کی زندگی حرام کام اور زنا سے پاک ہو۔

۲ اَلْغٰفِلٰتِ؛ یعنی جو گناہ کے ارادے سے بھی پاک ہو اور ایسے گندے کاموں کی اس کو خبر تک نہ ہو۔

۳ اَلْمُؤْمِنٰتِ؛ یعنی جن کے دلوں میں ایمان مضبوط ہو۔

اللہ تعالیٰ کو عورتوں کا ایسا بھولا پن پسند ہے؛ اس لیے آیت میں ''غافلات'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، اس پر تھوڑی بات عرض کر دوں کہ عورت کی یہ خوبی اللہ تعالیٰ نے پسند

فرمائی ہے کہ عورت ''محصنات اور غافلات'' ہو۔

عورتوں کو زیادہ تعلیم دینا اچھا نہیں ہے

اسی آیت کے حوالے سے ایک بات اُور کہہ دوں کہ: لڑکیوں کو زیادہ تعلیم (Education) دینا بھی اچھی چیز نہیں ہے کہ لڑکیوں کو کالجوں میں بھیج کر بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرائیں؛ کیوں کہ آج کل کالجز اور اسکولوں کا جو ماحول ہے اس کو آپ خوب اچھی طرح جانتی ہیں کہ بے حیائی، بے پردگی اور گناہ عام ہے، ایسے خطرناک بے حیائی والے ماحول میں بے فائدہ اونچی اونچی ڈگریاں حاصل کرنے کے لیے بھیجنا مناسب نہیں ہے۔

عورتوں کو پردے کے ساتھ تعلیم دینا درست ہے

ہاں! اگر کسی جگہ دین داری کا ماحول ہو اور پردے کا نظم ہو، اسلامی شریعت کے قوانین کا پورا لحاظ ہو تو ہم لڑکیوں کو پردے کے ساتھ 'گائینک' (Gaenik) بنائیں تو اچھی بات ہے؛ تاکہ عورتوں کو عورتوں کے لائن کی بیماریاں، عورتوں کی ولادت کے مسائل وغیرہ میں مدد ہو سکے؛ اس لیے ایسے اچھے ماحول میں ڈاکٹری کروا دیویں، اس کے علاوہ دوسری ڈِگریاں دلوانا اور اس کے لیے کالجوں کے بے حیائی والے ماحول میں رکھ کر تعلیم حاصل کروانا، ہرگز مناسب نہیں ہے۔

بہر حال! تین صفتیں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی بیان فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ اس واقعے میں جتنی نصیحتیں اور عبرت کی باتیں بیان کی ہیں ان پر ہم سب کو عمل کرنے کی

توفیق عطا فرمائے، آمین۔

شیعہ کا عقیدہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ جو پورا واقعہ میں نے آپ لوگوں کو سنایا کہ ان پر زنا کی تہمت لگائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے پاک ہونے کا اعلان بھی کر دیا؛ لیکن اب بھی دنیا میں ایک جماعت ہے جو شیعہ کے نام سے مشہور ہے، یہ جماعت آج بھی یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نَعُوْذُ بِاللهِ! غلط کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے غلط عقیدوں سے ہماری حفاظت فرمائے، وہ انسان کیسا بد بخت ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں زنا کا عقیدہ رکھے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں شیعوں کی بدتمیزیاں

بلکہ ہمیں تو اچھی طرح معلوم ہے کہ شیعہ لوگ اپنی مجلسوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام کے ساتھ ان پر لعنت بھیجتے ہیں، اور ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نفرت اتنی زیادہ ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کا نام عائشہ نہیں رکھتے۔

اس لیے جو جماعت ایسے گندے عقیدے والی ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی رکھتی ہو تو ان کے سامنے صحیح بات رکھو، ان کو سمجھاؤ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ لوگ غلط عقیدہ رکھتے ہو ''تمھارا کا یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے''، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو پاک اور نیک تھیں، اگر ایسا ہی گندہ عقیدہ رکھو گے تو تمھارا ایمان باقی نہیں رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل اور مکمل ایمان نصیب فرمائے اور ایسے گندے عقیدے

رکھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کامل محبت عطا فرمائے، ان کے پاکیزہ طریقے پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، ہماری دینی بہنوں کو جنت میں ان کی معیت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حضرت نبیِ کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا پاکیزہ واقعہ

اِس واقعے کے وقت موجود نو (۹) ازواجِ مطہرات

① حضرت عائشہ بنت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

② حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت امِ حبیبہ بنت حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت امِ سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔

⑤ حضرت سَودہ بنت زَمعہ رضی اللہ عنہا۔

⑥ حضرت زینب بنت جَحش رضی اللہ عنہا۔

⑦ حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی رضی اللہ عنہا۔

⑧ حضرت صفیہ بنت حُیَی اسرائیلی رضی اللہ عنہا۔

⑨ حضرت جُویریہ بنت حارث مُصطلِقی رضی اللہ عنہا۔

اِن کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں میں سے دو کا انتقال ہو چکا تھا:

① حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔

② حضرت زینب بنت خُزیمہ رضی اللہ عنہا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نَحْمَدُہ وَنَسْتَعِیْنُہ وَنَسْتَغْفِرُہ وَنُؤْمِنُ بِہ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہ وَمَنْ یُّضْلِلْہ فَلَا ھَادِیَ لَہ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہ لَا شَرِیْکَ لَہ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَاِمَامَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہ وَرَسُوْلُہ، صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہ وَ عَلٰی اٰلِہ وَاَصْحَابِہ وَذُرِّیَّاتِہ وَ اَھْلِ بَیْتِہ وَاَھْلِ طَاعَتِہ، وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَۃَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَھَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ط وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾ (احزاب)

ترجمہ: (اے نبی!) تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ! میں تم کو کچھ مال سامان (تحفہ میں) دے دوں اور میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں ﴿۲۸﴾ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقیناً اللہ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے ﴿۲۹﴾ اے نبی کی عورتو! جو تم میں سے کھلی بے حیائی کا کام کریں تو ایسی عورت کی

سزا بڑھا کر دوگنا عذاب کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا تو اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

یہ قرآنِ مجید کے اکیسویں پارے میں سے ''سورۂ احزاب'' کی آیتیں ہیں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں، ان آیتوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک خاص واقعہ بیان فرمایا ہے، وہ واقعہ آج آپ کی خدمت میں بیان کرنا ہے اور اس واقعے میں جو نصیحت اور عبرت کی باتیں ہیں وہ سنانی ہیں اللہ تعالیٰ ان پر مجھے، آپ کو اور پوری دنیا کے مسلمان بھائی، بہنوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آج کے زمانے میں کچھ حالات مسلمانوں میں ایسے ہوگئے ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ قصہ سننا اور اس میں آئی ہوئی نصیحتوں کو زندگی میں اپنانا ہمارے لیے ضروری ہوگیا ہے، خاص طور پر آج ہمارے مسلمان مردوں میں اور ہماری دینی بہنوں میں بھی، ایک بہت بڑی فکر کی بات ہے کہ گھر کے خرچے بہت زیادہ بڑھ رہے ہیں، گھر میں پہننے اوڑھنے کا سامان، استعمال کے برتن، کپڑے، کھانے پینے کی چیزیں اس سب کے پیچھے ہمارا روپیہ بہت زیادہ خرچ ہو رہا ہے اور مال خرچ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے ہمارا وقت بہت زیادہ برباد اور ضائع ہوتا ہے، ساتھ ہی ساتھ ہماری دماغی صلاحیتیں: ذہن اور سوچ اس کے پیچھے لگے رہتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ بے ضرورت خرچ کرنا اچھی چیز نہیں ہے۔

پانچ طرح کے بڑے نقصانات

اس میں پانچ طرح کے بڑے نقصان ہیں:

(۱) مال و دولت اور روپے پیسے کا برباد ہونا۔

② اپنا وقت برباد ہونا۔

③ اس کے پیچھے اپنی صلاحیت اور سوچ کا برباد ہونا۔

یہ تین تو بڑے خطرناک نقصان ہیں۔

④ اس کی وجہ سے ہم خود کو بڑا اچھا، اونچا، مال والا سمجھتے ہیں اور دوسروں کو نیچا اور حقیر جانتے ہیں۔

⑤ آج ہم نے ان چیزوں کو دکھلاوے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

ان پانچ خطرناک برائیوں، گناہوں اور نقصانات میں تقریباً پوری دنیا کے مسلمان آج مبتلا ہو رہے ہیں، ایسے حالات میں یہ آیت اور اس آیت میں آیا ہوا قصہ اور اس میں آئی ہوئی نصیحت سننا اور اس پر عمل کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہو جاتا ہے۔

ام المؤمنین؛ یعنی امت کی مائیں

یہ قصہ خود میرے اور آپ کے آقا تاجدارِ مدینہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک گھرانے کا ہے۔

حضور ﷺ کی پاک بیویوں کو ہم ''ماں'' کہتے ہیں۔ عربی میں ''أم المؤمنین'' کہتے ہیں، أم المؤمنین کا معنی ہوتا ہے: تمام مسلمانوں کی ماں۔ اور جب ہم جمع کا صیغہ بولتے ہیں تو کہتے ہیں: أمھات المؤمنین؛ یعنی نبی کریم ﷺ کی پاک بیویاں جو قیامت تک آنے والے تمام ایمان والوں کی مائیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضورِ پاک ﷺ کی پاک بیویوں کو یعنی ہماری ماؤں کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

قصے میں بڑی حکمت ہے

یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھ لو کہ ان کے اس قصے میں ایک بڑی حکمت ومصلحت ہے، ایسا سمجھو کہ ان سے یہ کروایا گیا؛ تاکہ قیامت تک آنے والے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک سبق مل جائے؛ ورنہ اس دنیا میں حضرت نبیِ کریم ﷺ کی مبارک بیوی جیسی کوئی عورت نہیں ہوسکتی، خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ: پوری دنیا کی عورتوں میں حضرت نبیِ کریم ﷺ کی بیویوں کا ایک خاص درجہ اور ایک خاص فضیلت ہے۔

آپ ﷺ کے گھر میں فقر وفاقہ

حضرت نبیِ کریم ﷺ کے گھر میں ہمیشہ فقر وفاقہ رہتا تھا، جس کی وجہ سے گھر والوں کو بھوکا رہنا پڑتا تھا، خود حضرت نبیِ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے:

اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي مِسْكِيْنا وأَمِتْنِي مسكينا وَاحْشُرْنِي فِي زُمْرَةِ المساكين.

(ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب مجالسۃ الفقراء، ح:۴۱۲۶)

ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! آپ مجھے ساری زندگی مسکین بنائے رکھیو اور مسکین کی حالت میں موت دیجیو اور مساکین کی جماعت میں ہی میرا حشر کیجیو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا

حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو اللہ تعالیٰ مکہ، مدینہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیتے؛ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی کبھی مال داری کی دعا نہیں مانگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت اختیاری تھی، لوگ جو ہدیہ دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو زیادہ تر فوراً صدقہ فرما دیتے تھے، اپنے پاس رکھتے نہیں تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دو وقت پیٹ بھر کر نہیں کھایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک دو دن تک مسلسل جَو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ (ترمذی، ابواب الزہد، باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واہلہ، ح: ۲۳۵۷)

حالاں کہ اُس زمانے میں جَو گیہوں کے مقابلے میں سستا ہوتا تھا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں کا یہ حال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے خرچ کے لیے جو عنایت فرماتے تو وہ بھی ثواب کے شوق میں صدقہ کر دیتی تھیں اور کچھ اندازہ ایسا بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر کا جو خرچہ دیتے تھے وہ اتنا زیادہ نہیں ہوتا تھا کہ روزانہ روٹی بنائی جا سکے، ایک روز روٹی تو ایک روز کھجور کھا کر دن گذرتا تھا۔

آج کھجور کھا کر دن گزارنے کی بات تو سمجھ میں بھی نہیں آتی، کھجور کو تو ہم کھانے کے بعد یا پہلے لذت اور مزے کے طور پر یا ناشتے یا تبرک کے طور پر کھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے کئی رات لگا تار

بھوکے گزار دیتے، رات کو کھانے کے لیے کچھ نہیں ملتا تھا۔

(ترمذی، ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ح:۲۳۶۰)

تندوری روٹی

ایک عجیب بات سنو! حدیث شریف سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے پوری زندگی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا، آج کل ہمارے یہاں میدے کی روٹیاں کیسی عام ہورہی ہیں۔ لوگ شوق سے ''تندوری روٹی'' کہہ کر کھاتے ہیں؛ حالاں کہ اس کا ہضم ہونا بھی مشکل ہے؛ اس لیے میں آپ کو بھی مشورہ دیتا ہوں کہ میدہ استعمال نہ کرو تو اچھا ہے، میدے کی روٹی ہمارے معدے کے لیے بڑی بھاری ہوا کرتی ہے۔

چھلنی میں آٹا

حضور ﷺ کے مبارک زمانے میں عام طور پر گھروں میں چھلنیاں تک نہیں ہوتی تھیں، آٹا گھروں میں ہاتھوں سے پیستے تھے، پھر چھاج (سوپڑا) میں رکھ کر اسے پھونک مار دیتے جس کی وجہ سے تنکے وغیرہ اڑ جاتے، پھر روٹی بنا لیتے۔ (ترمذی، باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ح: ۲۳۶۴) ہم کو تو چھنے ہوئے آٹے کی عادت ہوگئی ہے؛ حالاں کہ بغیر چھانے ہوئے آٹے کی روٹی ہضم بھی جلدی ہوتی ہے اور مفید بھی ہے، مکہ، مدینہ اور دوسرے بعض ملکوں میں آج بھی ایسی روٹی ملتی ہے، الحمد للہ! میں اس کو بڑے شوق سے کھاتا ہوں۔

اگرچہ چھلنی سے آٹا چھاننا کوئی گناہ نہیں ہے، استعمال کر سکتے ہیں، گھریلو کیچن کے

سامان میں سب سے پہلی نئی چیز (بدعت) جوامت میں آئی وہ چھلنی ہے۔

گھریلو حالات پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رونا

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو انھوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمانے لگیں کہ: میں جب پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہوں، میرا رونے کو دل چاہتا ہے اور رونے لگتی ہوں؛ یعنی حضرت نبیِ کریم ﷺ کی گھریلو زندگی میں کھانے، پینے میں جو تکلیف کے دن گزرے ہیں اس کو یاد کر کے رونا آتا ہے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: تمھارا دل کیوں رونے کو چاہتا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ: حضور ﷺ ہم سے جدا ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے؛ لیکن کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت اور روٹی سے یا گوشت یا روٹی سے پیٹ بھرنے کا موقع نہیں آیا۔ (شمائل ترمذی، باب ماجاء صفۃ خبز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ح:۱۴۹۔ خصائل نبوی، ص:۱۶۱)

آج ہمارے گھروں کے حالات یہ ہیں کہ صبح، دوپہر اور شام تینوں اوقات میں قسم قسم کا کھانا تیار کیا جاتا ہے اور اس کے لیے مال اور وقت کی بڑی قربانیاں دی جاتی ہیں۔

ادھار غلے سے گزران

حضورِ اکرم ﷺ نے ایک یہودی کے یہاں اناج، غلہ ادھار خریدا، یہ اناج دینے والا یہودی تھا؛ اس لیے اس نے اس اناج ادھار دینے پر رہن (گروی) میں کوئی چیز مانگی، آپ ﷺ کے پاس ایک زرہ تھی؛ یعنی لوہے کا لباس تھا جس کو آپ جنگ کے موقع

پر استعمال فرماتے، آپ ﷺ نے وہ زرہ اس یہودی کے یہاں گروی رکھ دی، اور حالت یہ ہوئی کہ جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کا لوہے کا وہ لباس اسی یہودی کے پاس گروی تھا۔ (ترمذی، ابواب البیوع، باب ما جاء فی الرخصۃ فی الشراء الی أجل، حدیث: ۱۲۱۴)
اندازہ لگاؤ کہ اناج بھی ادھار لینا پڑا، کیسی فقر والی زندگی ہوگی۔

اب تو قرض کے مقاصد ہی بدل گئے

آج کے زمانے میں حالات ایسے ہیں کہ بہت سے لوگ مزے کے لیے قرض لیتے ہیں، شاندار مکان، شاندار گاڑیاں، شاندار شادیاں کرنے کے لیے قرض لیے جاتے ہیں، اور بہت سے تو ایسے ہوتے ہیں کہ قرض واپس کرنے کی نیت بھی نہیں ہوتی اور بہت سارے لوگ گنجائش کے باوجود نہیں دیتے، یہ کتنی بری عادت ہے، اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے فرماتے ہیں کہ کوئی واقعی ضرورت پیش آگئی اور خود کے پاس انتظام نہیں ہے تو واپس کرنے کی نیت سے قرض لے لو اور دعا اور کوشش میں لگے رہو ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ادا کروا دیں گے۔ باقی بلا وجہ قرض لینا اور لے کر اسے واپس نہ کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

مکان

مدینے میں حضور ﷺ کا کوئی خاص قسم کا عمدہ مکان بھی نہیں تھا، ازواجِ مطہرات کے لیے مٹی کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے کمرے ہوا کرتے تھے، اسی میں زندگی گزاری؛ لیکن ان سیدھے سادے حجروں کا حال دینی اعتبار سے نرالا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ

نے ان حجروں کا قرآن میں ذکر فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَآءِ الْحُجُرَٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

ترجمہ: (اے نبی!) جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے (یا باہر) سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔ (الحجرات)

غربت کا حال

"بخاری شریف" کی ایک حدیث ہے، واقعی ہم سب کو ہلا دینے والی عجیب حدیث ہے، ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اُس زمانے میں ہمارے پاس عام طور پر ایک ہی کپڑا پہننے کے لیے ہوا کرتا تھا، جب میلا ہو جاتا تو اسی کپڑے کو گھر میں رہ کر صاف کرتے اور دھو لیتے تھے، پھر اسی کپڑے کو پہن لیتے تھے۔

(بخاری، کتاب الحیض، باب ھل تصلی المرأۃ فی ثوب حاضت فیہ، ح: ۳۱۲)

میری دینی بہنو! ذرا سوچو تو سہی! آج دنیا میں بہت سے غریبوں کے پاس بھی پندرہ، بیس جوڑی کپڑے ہوتے ہیں اور یہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا جن کے لیے اللہ نے قرآن میں آیات اتاریں وہ بیان فرماتی ہیں کہ: اس زمانے میں عورتوں کے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا، ذرا سی دیر کے لیے اللہ کی نعمت کو سوچو! آج اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنے کپڑے دیے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی عورتیں کمزور تھیں

یہ روایت بھی بخاری شریف میں ہے کہ کھانے پینے کے لیے سامان نہیں ملتا تھا

جس کی وجہ سے عورتیں اُس زمانے میں ایک دم کمزور، دبلی پتلی ہوا کرتی تھیں، پہلے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت کا واقعہ سنایا تھا، اس میں آپ نے سنا تھا کہ جس اونٹ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بٹھایا جاتا تھا اور بیٹھنے کے لیے جو ہودج باندھا جاتا تھا، وہ ہودج اٹھانے والے صحابہ یہ سمجھے کہ ماں عائشہ اندر ہیں؛ اس لیے اٹھا کر اس کو رکھ دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی کمزور اور دبلی پتلی تھیں کہ ان کو وزن کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث الافک، حدیث: ۴۱۴۱)

غربت کی عجیب حالت

ایسے حالات بھی ہوتے کہ حضور ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر گھر آتے تو بالکل بھوکے ہوتے، گھر آکر اپنی بیویوں سے پوچھتے: کسی کے گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟

اگر کسی بیوی کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو حضرت نبی کریم ﷺ کھا لیتے اور بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ تمام بیویوں کے گھر سے جواب ملتا کہ آج کسی کے گھر میں کچھ نہیں ہے، تو حضرت نبی کریم ﷺ فرماتے: چلو! آج میں روزے کی نیت کر لیتا ہوں۔ اور نفل روزہ رکھ لیتے تھے۔ (مسلم شریف، کتاب الصیام، حدیث: ۱۱۵۴)

نو-نو بیویوں کے مکان ہیں؛ لیکن بعض مرتبہ ایسا بھی موقع آیا ہے کہ کسی ایک کے گھر بھی کھانے کی کوئی چیز نہیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ روزہ رکھ لیتے تھے، ایسی غریبی میں زندگی گزرا کرتے تھے۔

ہجرت کے چوتھے یا پانچویں سال مدینۂ منورہ میں کچھ ایسے حالات آئے کہ پورے عرب کے کافروں نے آپس میں اتحاد کر کے مدینۂ منورہ پر حملہ کیا، جس کو ہم

غزوۂ احزاب؛ یعنی احزاب کی لڑائی کہتے ہیں، اسی ''احزاب'' کی نسبت سے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے پوری سورت اتاری، جس کو ''سورۃ الاحزاب'' کہتے ہیں۔

امہات المؤمنین کی ایک درخواست کا ارادہ

اِس احزاب کی لڑائی کے فوراً بعد مدینہ کے یہودیوں (بنوقریظہ) کے ساتھ جنگ ہوئی، مدینہ میں دو بڑے یہودی خاندان رہتے تھے: ایک بنوقریظہ اور دوسرا بنونضیر۔

بنوقریظہ کے یہودی خاندانوں کو جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ہرادیا تو وہاں سے بہت سارا مال ملا، حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صحابہ میں تقسیم فرمادیا، اس کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے گھروں میں خوش حالی آئی، ان کی عورتوں کو کچھ راحت ہوگئی۔

اس پر حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویوں نے سوچا کہ غنیمت میں اتنا سارا مال آیا اور حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا سارا صحابہ کو دیا تو خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اپنا غنیمت کا حصہ آیا ہوگا؛ لہذا ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا چاہیے کہ آپ کو جو حصہ ملا ہے اس میں سے ہمیں کچھ دیجیے؛ تاکہ ہمارے گھروں میں جو فقر کی حالت ہے وہ ختم ہوجائے۔

(طبری ۱۰/ ۲۸۸)

امہات المؤمنین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں

تمام ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت خوش تھے اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت خوش تھیں، یہ عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینا نہیں چاہتی تھیں، بس! وہ یوں چاہتی

تھیں کہ تھوڑی سی راحت اور سہولت ہو جائے۔

ازواجِ مطہرات کے کمرے

اُس وقت سب بیویوں کے کمرے الگ الگ تھے، آج جہاں مسجدِ نبوی میں ہم صلاۃ وسلام پڑھنے جاتے ہیں اور جتنا جالی مبارک کا احاطہ ہے، اتنے احاطے میں تمام نو کے نو بیویوں کے کمرے بنے ہوئے تھے۔

میری دینی بہنو! اندازہ لگاؤ! کتنی کم جگہ میں یہ تمام عورتیں رہا کرتی تھیں، سب عورتیں اپنے گھر سے نکل کر آپ ﷺ کے پاس آئیں اور آکر آپ ﷺ کے پاس بیٹھ گئیں، اور بات چیت کرنا شروع کی۔

قیصر وکسریٰ کی بیویوں کا حال اور امہات کی درخواست

اس زمانے میں دنیا میں دو بڑی حکومتیں تھیں: ایک عیسائی لوگوں کی جس کا مرکز روم تھا، جس کا سب سے بڑا بادشاہ ''قیصر'' کہلاتا تھا۔

دوسری آگ کی عبادت کرنے والے مجوسی، پارسی لوگوں کی، جس کا مرکز فارس وایران تھا، جس کے بادشاہ کو ''کسریٰ'' کہتے تھے۔

ازواجِ مطہراتؓ نے اللہ کے رسول سے بات چیت کے دوران یہ کہا، اے اللہ کے نبی! یہ قیصر وکسریٰ کی بیویاں کتنے شاندار کپڑے پہنتی ہیں، کتنے اچھے زیورات وغیرہ پہنتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو دونوں جہاں کا بادشاہ بنایا ہے، اور ہم جیسی فقر والی زندگی گزارتی ہیں، وہ آپ کے سامنے ہیں۔

دوسری بات یہ کہی کہ: قیصر وکسریٰ کی بیویوں کے لیے خدمت اور گھر میں کام کرنے کے لیے باندیاں ہیں، اور ہم کو سارے کام خود کرنا پڑتے ہیں، خود آٹا پیسنا پڑتا ہے، ہاتھ سے چکی چلانی پڑتی ہے، خود کپڑے دھونے پڑتے ہیں، خود برتن دھونے پڑتے ہیں، خود اپنے گھر میں جھاڑو دینا پڑتی ہے، خود پانی نکالنا پڑتا ہے، خود جانوروں کو دانہ چارہ ڈالنا پڑتا ہے، گھر کے سب کام خود کرنے پڑتے ہیں، اے اللہ کے نبی! بہت زیادہ تکلیف والی زندگی ہم گزارتی ہیں۔

مطالبے کا خلاصہ

امہات المؤمنین اس درخواست سے کوئی بڑی زیب وزینت والی زندگی نہیں چاہتی تھیں، شاندار عمدہ مکان نہیں چاہتی تھیں، بہت سے قیمتی لباس نہیں چاہتی تھیں، بس! ان کے عرض کرنے کا خلاصہ یہ تھا کہ گھر کا جو ضروری خرچہ ملتا ہے اس میں کچھ زیادتی ہوجائے۔ یہ بات انھوں نے انسانی تقاضے کے پیشِ نظر عرض کی تھی۔

مطالبے پر آپ ﷺ کو تکلیف

اب یہ بات حضرت نبیِ کریم ﷺ کو ناگوار معلوم ہوئی۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ: جس گھرانے میں اللہ تعالیٰ کی وحی اترتی ہو وہاں کی معمولی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ آپ ﷺ کو اس سے بہت غم ہوا، اتنا غم ہوا کہ آپ ﷺ بالکل خاموش ہوگئے۔

حضور ﷺ کی شادیوں کا ایک اہم مقصد

آپ ﷺ کو غم اِس لیے ہوا کہ اِن عورتوں نے میرے ساتھ جو شادی کی ہے اس کی

قیمت انھوں نے نہیں سمجھی کہ: نبی کے ساتھ ہماری شادی یہ کوئی دنیا کی راحت کے لیے نہیں ہوئی؛ بلکہ ہماری یہ شادی اللہ کو خوش کرنے اور اللہ کے دین کی خاطر ہوئی ہے؛ تا کہ یہ آپ ﷺ کی گھریلو زندگی سیکھیں اور سیکھ کر قیامت تک آنے والے مردوں اور عورتوں کو پہنچا دیں، اس مبارک مقصد سے اتنی ساری شادیاں ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ کا بیویوں سے الگ ہونے کی قسم کھانا

آپ ﷺ کو اتنا غم ہوا، اور آپ ﷺ اتنے ناراض ہوئے کہ آپ ﷺ نے قسم کھالی کہ: میں ایک مہینے تک تم لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا، تم سے دور رہوں گا۔

(کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ۵۱۹۱)

حضور ﷺ کی قسم کی وجہ

دراصل آپ ﷺ ان کی تربیت کرنا چاہتے تھے، ان کو سکھانا چاہتے تھے اور ان کے واسطے سے قیامت تک آنے والی امت کی عورتوں کو سکھانا چاہتے تھے کہ اپنے شوہر کی طرف سے جو کچھ ملے اس پر شکر ادا کرو، قناعت کرو، مطالبے کرنا مناسب نہیں ہے۔

اس کی کوشش کرتے رہنا کہ دنیا میں راحت ملے، دنیا میں مزا ملے، یہ اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہیں ہے۔ آپ ﷺ عملی طور پر یہ چیز سکھانا چاہتے تھے؛ اس لیے کہ یہ ازواجِ مطہرات قیامت تک آنے والی امت کے لیے ایک نمونہ ہے؛ اس لیے آپ ﷺ نے ان کی تربیت کے عظیم مقصد سے اِس طرح ایک مہینے تک جدا رہنے کی قسم کھائی؛ تا کہ امت کی عورتیں ان کو دیکھ کر سیکھیں۔

تربیت سے چمک

میری بہنو! گلے کے ہار میں جو ہیرا چمکتا ہے اس کو بہت گِھسا جاتا ہے، تب وہ چمک کر آپ کے گلے میں آتا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ ہیرے کو جتنا گھستے ہیں اتنا چمکتا ہے، امت کی ان ماؤں کی تربیت کر کے حضرت نبیِ کریم ﷺ روحانی طور پر ان کو چمکانا چاہتے تھے؛ تاکہ قیامت تک آنے والی امت کو ان کا نور اور ان کی روشنی نصیب ہو۔

قسم کھانے کے بعد آپ ﷺ بالا خانہ (First Floor) پر چلے گئے اور فیصلہ کر لیا کہ میں ایک مہینے تک یہیں رہوں گا، اور وہیں سے حضور ﷺ نماز پڑھانے مسجد میں آتے، کسی کام کے لیے جانا ہوتا تو تشریف لے جاتے۔

طلاق دینے کی غلط افواہ

پورے مدینے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ آپ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی اور سب لوگ گھبرانے لگے، ڈرنے لگے کہ: اب کیا ہوگا؟ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو بہت فکر میں پڑ گئے کہ میری بیٹی عائشہ کو طلاق ہو گئی! اور اللہ کے نبی ﷺ ناراض ہو گئے تو میری بیٹی کی آخرت خراب ہو جائے گی، اللہ ناراض ہو جائیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی فکر ہوئی کہ اگر میری بیٹی حفصہ کو طلاق ہو گئی اور حضور ﷺ ان سے ناراض ہو گئے تو میری بیٹی کی آخرت برباد ہو جائے گی، اللہ ناراض ہو جائیں گے۔ (کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ۵۱۹۱)

لڑکی کے ماں، باپ کو اس سے عبرت لینا چاہیے

اسی فکر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے، اور اپنی بیٹیوں کو ڈرایا، دھمکایا اور سمجھایا۔

میری دینی بہنو! یہ حدیث ہم کو یہ سکھاتی ہے کہ: اگر ہماری بیٹی کے سسرال سے کوئی شکایت آوے تو پہلے ہم اپنی بیٹی کو سمجھائیں، بیٹی کو ڈرائیں، یہ نہیں کہ اپنی بیٹی کی غلط طرف داری لے کر اس کے سسرال والوں کے ساتھ جھگڑنے لگ جائیں۔

ضروری دنیوی تقاضے کے وقت دین سیکھنے کا آسان طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ: میں اپنے گھر پر تھا اور مسجدِ نبوی سے مکان دور بھی تھا۔ مدینہ میں جو ''عوالی'' کا حصہ ہے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ میرے ایک انصاری پڑوسی تھے، ہم نے انصاری پڑوسی کے ساتھ باری بنا رکھی تھی کہ ایک دن وہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو باتیں بیان فرمائے وہ سن کر وہ مجھے بتلا دیتے تھے، دوسرے دن میں جاتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک باتیں سن کر پڑوسی کو بتلا دیتا تھا، اسی طرح کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو تو بھی ایک دوسرے کو بتا دیتے تھے، چوں کہ معاش کی فکر کی وجہ سے دونوں کا روزانہ مجلس میں پہنچنا ہمارے لیے مشکل تھا۔ (کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ۵۱۹۱)

یہ بھی دین سیکھنے کا طریقہ ہے کہ اگر اپنا کوئی اہم اور ضروری کام ہو اور اس ضروری

کام کی وجہ سے ہم دین کی مجلس میں نہ جا سکیں تو ہم اپنی دوسری بہن کو، پڑوسی بہن کو، سہیلی کو کہہ دیں کہ: دینی مجلس میں جو باتیں بیان کی جائیں وہ مجھے بعد میں آ کر سنا دینا، یہ طریقہ بھی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کا طرز

اس سلسلے کی ایک آنکھوں دیکھی بات عرض کروں:

ایک مرتبہ ایک تبلیغی اجتماع میں خصوصی بیان چل رہا تھا، پرانے کام کرنے والے ذمہ دار احباب کا مجمع تھا اور حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ بڑی قیمتی اصولی باتیں بیان فرما رہے تھے تو مجمع میں اکثر حضرات اس بیان کے اقتباسات اپنے اپنے طور پر لکھ رہے تھے، مرحوم یوسف بھائی ڈرائیور بھی بڑے فکر مند ذمے داروں میں سے تھے، ان کو کوئی اہم شدید تقاضے سے دورانِ مجلس جانا تھا، انھوں نے کرسی سے قریب جا کر حضرت مولانا محمد عمر صاحبؒ سے اجازت طلب کی اور وجہ بتلائی، اس پر مولانا محمد عمر صاحبؒ نے فرمایا: یہاں جو حضرات موجود ہیں ان سے بعد میں بقیہ باتیں سن لینا۔

یہ ترتیب سب کے لیے مفید ہے، کوئی طالب علم، اسٹوڈنٹ مجلسِ درس سے کسی عذر کی وجہ سے غیر حاضر رہے تو بعد میں حاضرین سے استفادہ کر لیوے۔

میاں بیوی میں نفرت کا پیدا ہونا

اسی طرح میاں بیوی کو بھی بہت ہی احتیاط کرنا چاہیے، آپس میں بعض مرتبہ بعض فضول اور لغو باتوں کا مذاکرہ اِس طرح ہو جاتا ہے کہ وہ ناراضگی اور نفرت تک پہنچنے کا

ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس لیے دل لگی کی باتوں میں بے جا فضول باتیں جو جھگڑے کا باعث بن سکتی ہیں ان سے خاص طور پر پرہیز کریں، آج کل یہ دیکھ رہے ہیں کہ میاں، بیوی ایک دوسرے کے سامنے اپنے ماضی کے واقعات اور حالات کا مذاکرہ کرتے ہیں، اپنے گزرے ہوئے زمانے میں کیا کیا کارنامے انجام دیے، اس کی وجہ سے شادی کے چند دنوں کے بعد ہی طلاق تک نوبت آجاتی ہے، ہاں! اگر اپنے فائدہ کی کوئی بات ہے تو ٹھیک ہے؛ ورنہ اپنا گزرا ہوا زمانہ، خاص کر وہ زمانہ جس میں گناہ سرزد ہوئے اس کا ہرگز تذکرہ نہ کریں؛ بلکہ توبہ، ندامت، اور اِخفا سے کام لیویں، اسی میں خیر ہے۔

کیا غسّانی آگئے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُس دن مجلس میں پہنچ نہیں سکے تھے، اس دن ان کے پڑوسی ساتھی باری کے مطابق مجلس میں حاضر ہوئے تھے، عشا کے وقت وہ گھر پر واپس آئے اور آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دروازہ انھوں نے کھٹکھٹایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی دیر رات سے ہمارے پڑوسی نے کیوں دروازہ کھٹکھٹایا؟ دروازہ کھولنے میں تھوڑی سی تاخیر ہوئی تو وہ پڑوسی صحابی بار بار دروازہ کھٹکھٹاتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں گھبرا گیا کہ کوئی بڑی بات ہے جس کی وجہ سے میرے پڑوسی نے بار بار اتنی زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا ہے، میں نے گھبرا کر دروازہ کھولا اور اپنے پڑوسی سے پوچھا: بھائی! کیا بات ہے؟

انھوں نے کہا کہ: ایک بڑا زبردست قصہ ہو گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھا کہ: کیا غسّان کے بادشاہ نے حملہ کردیا ہے؟
غسان کا بادشاہ عیسائی تھا، اور اس زمانے میں یہ بات چل رہی تھی کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والا ہے۔

اُس انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! اس سے بھی بڑی بات ہوئی ہے۔

حدیث شریف میں لفظ ہے "بل اعظم منه و اطول" یعنی حملے سے زیادہ لمبا چوڑا واقعہ پیش آگیا ہے اور وہ یہ ہے کہ: حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، ایسی خبر مجھے پہنچی ہیں۔

(کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجہا، عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ح:۵۱۹۱)

جنگ اور حملے سے بھی بڑی بھاری چیز طلاق ہے

دیکھو! غور کرو! اِس روایت کے الفاظ پر جو وہ انصاری صحابی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے ہیں کہ: دشمن کے حملے سے بھی بڑا خطرناک واقعہ پیش آیا؛ یعنی طلاق کا واقعہ۔

ان حضرات کی نظر میں طلاق دشمن کے حملے سے بھی زیادہ خطرناک بات تھی۔

اس لیے دینی بہنو! طلاق مانگنے سے بچو، اور جن اسباب سے طلاق ہوسکتی ہے ان سے بچو اور مردوں کو بھی سخت احتیاط کرنا چاہیے، طلاق اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت ہی ناراضگی کی چیز ہے، ان شاء اللہ! اس پر تفصیلی بیان کسی دوسرے موقع پر کروں گا۔

رات کے وقت شدید ضرورت کے بغیر کسی کے گھر نہیں جانا چاہیے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے فوراً کپڑے بدلے؛ چوں کہ آدمی اپنے گھر

میں معمولی کپڑے کے ساتھ ہوتا ہے؛ اس لیے کپڑے پہنے اور میں گھر سے نکلا اور فجر کی نماز حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ پڑھی۔

یہ ادب بھی سیکھنے کا ہے کہ رات کو دیر سے کسی کے گھر جا کر پریشان نہ کریں، کوئی نہایت اہم اور Emergency معاملہ ہو تو ٹھیک ہے، رات میں اطلاع دے دی جاوے؛ البتہ کوئی اہم بات نہیں ہے، فوری بتلانا ضروری نہیں ہے تو خواہ مخواہ کسی کے آرام میں خلل نہ ڈالیں، صبح بتلا دیویں۔

بعض لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ: معمولی معمولی باتوں میں بھی لوگوں کو رات، آدھی رات پریشان کرتے ہیں، صبح ہونے تک کا بھی انتظار نہیں کرتے؛ حالاں کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ: اگر صبح بتائیں گے تو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی، کوئی کام رُکا ہوا نہیں ہے؛ لہٰذا ان باتوں کا لحاظ کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ کا طرزِ عمل

غزوۂ تبوک کے وقت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور ان کے جو ساتھی شریک نہ ہو سکے ان حضرات کی قبولیتِ توبہ پچاس (۵۰) روز بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس وقت آئی جب رات کا ایک تہائی حصہ گذر چکا تھا، حضرت نبیِ کریم ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، انھوں نے عرض کیا کہ: حضور! اجازت ہو تو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اسی وقت توبہ کے قبول ہونے کی خبر دی جائے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہوا تو ابھی لوگوں کی بھیڑ ہو جائے گی اور رات کی نیند مشکل ہو جائے گی۔ اس لیے رات کے وقت خبر نہ دی گئی، ہاں! جب فجر کی نماز ہوئی

تب اس توبہ کے قبول ہونے کی خبر دی گئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر، حدیث: ۴۶۷۷)

اِس مبارک عمل سے ہم کو یہ نصیحت ملی کہ اس طرح رات میں لوگوں کی نیند خراب نہ کریں، مناسب وقت پر خبر دی جائے۔

بے وقت فتویٰ پوچھنے کے متعلق ایک عجیب واقعہ

میرے استاذ حضرت مولانا قاری رشید احمد بزرگ سملکی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے، مولانا مرحوم پہلے ''کوساڑی'' (سورت ضلع کا ایک گاؤں) میں دینی خدمت کی نسبت سے مقیم تھے، تقریباً ذی الحجہ کی دوسری رات تھی، مولانا عشا کے بعد آرام فرمارہے تھے، رات میں تقریباً گیارہ بجے کے بعد ایک صاحب مولانا کی قیام گاہ پر آئے اور آواز دے کر مولانا مرحوم کو نیند سے بیدار کیا کہ: حضرت! ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے، میں بہت پریشانی میں ہوں، ذرا تشریف لائیے۔

مولانا تیار ہوکر مکان سے باہر آئے اور وہ آنے والا آدمی ہاتھ میں ٹارچ لے کر آیا تھا، وہ مولانا کو لے کر روانہ ہوا، کچے پرانے راستے، اندھیری رات، بارش کا موسم، راستے پر کیچڑ، کافی دور بستی سے باہر کھیت میں مولانا کو لے کر گیا اور کھیت میں اس نے ایک بھینسا (piidi) باندھا ہوا تھا، اس کے کان پر ٹارچ کے ذریعے روشنی ڈال کر کہنے لگا: مولانا! اس کے کان پک گئے ہیں اور کچھ پیپ اور خون بھی نکل رہا ہے، ذرا بتایئے کہ یہ جانور قربانی کے لیے چل جاوے گا یا نیا خریدنا ہوگا؟

حضرت مولانا مرحوم نے فرمایا: بھائی! کیا صبح ہونے والی نہیں تھی؟ ابھی تو عید میں پورے آٹھ دن باقی ہیں، ابھی اِس وقت فوری اس مسئلے کی کیا ضرورت تھی؟

تو دیکھیے! جو کام صبح بھی ہوسکتا تھا، اِس کے لیے رات میں اس طرح پریشان کرنا مناسب نہیں ہے۔

پیرس میں بندے کا ایک ذاتی واقعہ

جب میرے حضرت: حضرت شیخ الحدیث مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم کے ساتھ فرانس جانا ہوا تو ایک صاحب پیرس میں مجھے ملے، جب بیان ختم ہوا تب وہ ملاقات کے لیے آئے، حالاں کہ بیان اور مصافحوں کے بعد ہمارا آگے دوسرا نظام بھی بنا ہوا تھا، مجھ سے فرمانے لگے کہ: بیٹھو! بات کرنی ہے۔

میں نے ان سے عرض کیا کہ: کوئی ضروری بات ہو تو فرماؤ، آگے جانا ہے۔

کہنے لگے: نہیں! ذرا تفصیل سے بات کرنی ہے۔

میں نے ان سے کسی دوسرے وقت قیام گاہ پر آنے کے لیے بتایا تو اِس پر وہ ناراض ہوگئے اور ایک جگہ کا نام لے کر کہنے لگے کہ: تم گجرات کے مفتی لوگ بھی فلاں جگہ کے مفتیوں کی طرح ہوگئے کہ یوں کہتے ہو کہ: ابھی وقت نہیں ہے، دوسرے وقت آنا۔ میں نے ان کو آگے کے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے متعلق بتایا، پھر بھی ناراضگی بھرے ملفوظات کا سلسلہ جاری رہا۔

ملاقات کے لیے اوقات کی رعایت

اسی لیے کسی بزرگ، عالمِ دین کی ملاقات کرنے کے لیے پہلے ان کے متعینہ اوقات اور نظام کو جان لینا چاہیے، پھر اس کے مطابق ان کی خدمت میں حاضری دینی

چاہیے، ہر آدمی اپنی فرصت اور سہولت سے جاوے گا تو ان علما کا کیا ہوگا؟ ان کے ذمے بہت سارے کام ہوتے ہیں، سبق پڑھانا ہے، اس کے لیے مطالعہ کرنا ہے، فتاویٰ یا دینی کتاب لکھنی ہے، ذاتی ضروریات ہیں، دوسری ذمے داریاں ہوتی ہیں، اور عام طور پر علما صبح جلدی اٹھ جاتے ہیں، دوپہر میں تھوڑا سا مسنون قیلولہ کا تقاضا ہوتا ہے، ان سب باتوں کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے۔ متعلقین اور احباب مختلف مزاج اور طبیعت کے ہوتے ہیں، بعض لوگ صبح سویرے اٹھنے والے اور صبح جلدی فجر کے وقت حاضری چاہتے ہیں؛ حالاں کہ اِس وقت معمولات اور ضروریات دونوں سلسلے ہوتے ہیں، پھر مدرسہ کے تدریسی اوقات ہوتے ہیں۔

خاص کر اتوار اور چھٹی کے دن بہت سے لوگوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ خود تو دیر سے آرام فرما کر اٹھیں گے، ناشتے سے شکم سیر ہوں گے اور پورے نشاط کے ساتھ گیارہ بجے مدرسے کی چھٹی ہوئی کہ علما کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں کہ: چلو! آج چھٹی ہے تو حضرت سے مل کر آویں، ذرا دعا کی درخواست کر کے آویں اور خود چوں کہ ہر طرح فارغ ہوتے ہیں؛ اس لیے بلا وجہ ادھر اُدھر غیر ضروری سوالات میں وقت گذارتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ حضرت درس سے ابھی فارغ ہوئے، دوپہر کا کھانا کھانا ہے، آرام کرنا ہے، پھر ظہر کے بعد دوسری ذمے داری ہے۔

بہت سے حضرات کو رات دیر تک نیند نہیں آتی تو وہ عشا کے بعد تشریف لا کر ''عالموں کی صحبت میں سکون حاصل کر کے نیند آوے'' وہاں تک ٹلنے کا نام نہیں لیتے: اس لیے ملاقات اور مسائل پوچھنے کے اوقات کی خاص رعایت کرنی چاہیے، اہم، فوری

اور ضروری مسئلے کے لیے آنے میں حرج نہیں؛ لیکن اُس وقت میں بھی "بس کام سے کام"، سلام، ضروری بات پوچھیں، فوراً واپس ہوجائیں، یا فون سے یا ٹیکس میسیج لکھ کر بھی مسئلہ پوچھ سکتے ہیں، یہ سب صورتیں ہیں، ان کا لحاظ کیا جائے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا رونا

بہر حال! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجدِ نبوی میں پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا کر فوراً پہلی منزل (بالا خانے) پر تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی نماز پڑھنے کے بعد اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ: کیا حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو طلاق دے دی ہے؟ اُس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں کہ: ہم کو معلوم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو طلاق دی کہ نہیں دی؛ لیکن بات اتنی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف نہیں لاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری بیٹی رو رہی تھیں اور رونا آنا بھی فطری اور ضروری بات تھی کہ ان کے شوہر اللہ کے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں اور ناراض ہو کر گھر پر نہیں آتے، اس بات پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں۔

(کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ۵۱۹۱)

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اپنی بیٹی کے گھر سے باہر نکلا اور نکل کر مسجدِ

نبوی میں گیا، مسجد میں منبر کے پاس گیا تو دیکھا کہ بہت سارے صحابہ وہاں بیٹھے ہیں اور وہ سب رو رہے ہیں (کہ نبی کا غم سب کا غم تھا)، میں تھوڑی دیر ان رونے والوں کے پاس بیٹھا رہا۔ (کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ۵۱۹۱)

ہر خبر کی پہلے تحقیق کرنی چاہیے

لیکن تھوڑی دیر کے بعد میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں سیدھا آپ ﷺ کے پاس جاؤں، اور خود آپ ﷺ سے پوچھوں کہ: بات کیا ہے؟

میری دینی بہنو! یہی اصل طریقہ ہے، کوئی بھی خبر ہم سنیں تو اس کو دوسروں سے کہنا شروع نہ کر دیں؛ بلکہ جن کے بارے میں وہ خبر ہے، پہلے جا کر ان سے پوچھنا چاہیے کہ ہم نے ایسا سنا ہے، پتا نہیں یہ بات صحیح ہے کہ غلط ہے، آپ ہمیں صحیح بات بتا دیجیے۔

کوئی جواب نہیں ملا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلے اور حضرت نبیِ کریم ﷺ کی ملاقات کے لیے پہنچے، آپ ﷺ کے کمرے کے دروازے پر ایک حبشی غلام چوکی کر رہے تھے، ان کا نام حضرت رافع رضی اللہ عنہ تھا، حضرت عمر نے ان سے کہا کہ: میں آپ ﷺ سے ملنا چاہتا ہوں، تم جا کر میرے لیے اجازت لے کر آؤ۔ وہ اندر گئے، حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: عمر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب خادم نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاموش رہنے کی خبر دی تو میں واپس چلا گیا، اور مسجد میں منبر کے پاس جو صحابہ تھے وہاں بیٹھ

گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر میرے دل میں خیال آیا کہ: میں آپ ﷺ کے پاس جاؤں، میں دوسری مرتبہ حضور ﷺ کے دروازے پر گیا اور جا کر میں نے رافع رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے لو، مجھے ملنا ہے۔

میری دینی بہنو! حدیث میں آتا ہے کہ اس طرح تین مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے، حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا، حضور ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس چلے گئے، اسی طرح تینوں مرتبہ ہوا۔

اجازت طلبی کرنے کے آداب

اس سے ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ کسی کے گھر میں ایسے نہیں چلے جاتے، پہلے اجازت لی جائے، جب اجازت ملے تو اندر جاویں۔

دوسری بات یہ سیکھنے کو ملی کہ جب کسی کے گھر میں جانے کی اجازت نہ ملے تو گھر میں گھس نہیں جانا چاہیے؛ بلکہ واپس چلے جانا چاہیے۔

جب تیسری مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس جا رہے تھے تو حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر بلایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اب مجھے اجازت مل گئی، آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور میں آپ ﷺ کے پاس مکان میں داخل ہوا۔

اجازت مل گئی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت لے کر پہلے ہی پہنچ چکے تھے، دیکھا کہ حضور ﷺ بہت غمگین اور خاموش ہیں، اس وقت تک حضور ﷺ کی بیویاں وہاں جمع ہو گئیں

تھیں، شاید یہ منظر دیکھنے کے لیے کہ کیا بات ہوگی، کیا مشورہ ہوگا؛ چوں کہ یہ دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی پیارے اور چہیتے تھے، جب بھی کوئی مسئلہ پیش آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے مشورہ کرتے، تمام بیویاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھی ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ چاپ بیٹھے ہوئے ہیں۔

(کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ۵۱۹۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دل دل میں سوچنے لگے کہ: مجھے کچھ ایسی بات کرنی چاہیے جس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آجائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوجائیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمت کرکے بولنا شروع کیا اور سب سے پہلے اپنی بیوی کے بارے میں بولے کہ: اے اللہ کے نبی! اگر خارجہ کی بیٹی: میری بیوی میرے پاس زیادہ خرچہ مانگتی تو مَیں تو اس کی گردن توڑ دیتا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تم دیکھ رہے ہو یہ میری بیویاں میرے پاس سے خرچہ زیادہ مانگ رہی ہیں۔ (فتح الباری ۹/ ۳۵۸)

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے کھڑا ہونا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُس وقت کھڑے ہوئے اور کھڑے ہوکر ارادہ کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر مارے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ کھڑے ہوکر اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی گردن پر ماریں؛ لیکن حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری

میں یہ حضرات ایسا کر نہیں سکتے تھے، بس! زبان سے اپنی بیٹی کو سمجھا دیا، بیٹی! جو غلطی ہوگئی سو ہوگئی؛ لیکن آج سے نیت کرلو کہ آئندہ کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تم زیادہ خرچہ کا مطالبہ نہیں کروگی۔ (فتح الباری ۹/ ۳۵۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو عجیب بات فرمائی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہاں تک فرمایا: بیٹی! اگر کوئی مجبوری آجائے تو میرے پاس سے لے لینا؛ لیکن کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ نہ کرنا؛ اس لیے کہ تمھارے مانگنے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تکلیف ہوگی، اور دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو جو رنج اور غم ہوا تو تمھاری آخرت خراب ہوجائے گی۔

(فتح الباری ۹/ ۳۵۲)

مدینے کا عجیب ماحول

دوسری طرف پورے مدینے میں ایک عجیب ماحول ہے، ہر جگہ یہ بات چل رہی ہے کہ حضرت نبیِ کریم نے صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؛ حالاں کہ حقیقی بات یہ تھی کہ طلاق نہیں دی تھی، صرف ناراض ہوگئے تھے اور خفا ہوکر اوپر کے کمرہ میں چلے گئے تھے اور کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر چٹائی کے نشان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب میں حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، وہاں پر ایک پلنگ تھا، جس پر سی

بندھی ہوئی تھی اور اس کے اوپر کوئی بستر نہیں تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ چٹائی اس پلنگ پر بچھی ہوئی تھی اور بستر نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اس رسی اور چٹائی کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر پڑے ہوئے تھے، اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن پر صرف نیچے لنگی تھی، اوپر کپڑا نہیں تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پلنگ پر آرام فرما رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں کھڑا رہا اور کھڑے کھڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: حضور! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نظر اٹھائی اور ارشاد فرمایا: نہیں! میں نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے۔

پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: حضور! مدینہ میں تو سب یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی، آپ مجھے اجازت دیجیے، میں جا کر اعلان کروں کہ آپ نے اپنی بیویوں طلاق نہیں دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

(کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ۵۱۹۱)

اچھی اور سچی بات لوگوں کو بتانا چاہیے

اِس سے ہم کو ایک اَور سبق ملا کہ کوئی سچی، اچھی بات ہم کو معلوم ہو تو وہ سچی اور اچھی بات دوسروں کو بتلانی چاہیے، کوئی غلط بات، غلط افواہ، جھوٹی بات چل رہی ہو اور ہم کو سچی بات معلوم ہو تو ہمیں وہاں بتلا دینا چاہیے کہ ایسا نہیں ہے، سچائی ایسی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے اور مسجد کے دروازے پر پہنچے اور بہت اونچی آواز سے اعلان فرمایا: اے مسلمانو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے، صرف ایک مہینے تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے۔

کوئی بھی بات ہو پہلے اپنے بڑوں کے سامنے رکھنی چاہیے

ایسے موقع کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آیت اتاری ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ. (نساء:۸۳)

ترجمہ: اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے بغیر) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس (خبر) کو رسول کے پاس یا اصحابِ اختیار کے پاس لے جاتے تو ان میں سے جو لوگ اس کی کھوج نکالنے والے ہیں، وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔

یعنی منافقین کے پاس کوئی بات پہنچتی ہے، گھبرانے کی، ڈر کی، خوف کی، یا کوئی امن و سکون کی؛ یعنی کوئی اچھی بات آوے یا کوئی فکر والی بات آوے، تو وہ منافق لوگ اس کو پھیلا دیتے ہیں؛ حالاں کہ اس خبر کو پہلے نبی کریم ﷺ کے پاس لے جانا چاہیے، اور سمجھ دار لوگوں کے پاس لے جانا چاہیے؛ تاکہ صحیح واقعہ کیا ہے، صحیح بات کیا ہے وہ سامنے آجاوے۔

میری دینی بہنو! اِس آیت نے ہم کو بہت بڑا سبق دیا کہ کوئی بھی بات سنو تو فوراً اس کو لوگوں کے درمیان مت پھیلاؤ، پہلے بڑے لوگوں کے پاس، ذمہ دار لوگوں کے پاس جا کر اس کی تحقیق کر لو، اس سے بہت سارے فتنوں سے حفاظت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے، آمین۔

کسی کی بات معلوم ہو تو کیا کریں؟

اگر کسی انسان کی کوئی خاص بات ہے، اور ایسی بات کے بارے میں اگر تحقیق کرنا کسی وجہ سے تمھارے لیے ضروری ہو تو خود ان سے ملاقات کر کے ادب، محبت اور نرمی کے ساتھ پوچھ لو کہ: میں نے تمھارے بارے میں ایسی بات سنی ہے، کیا صحیح ہے؟۔ سب کے سامنے زور زور سے نہیں پوچھنا چاہیے، غصے کے ساتھ اور طنز کرتے ہوئے نہیں پوچھنا چاہیے۔

بہر حال! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے دروازے پر اعلان کیا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطمینان ہو گیا، صحابہ رضی اللہ عنہم کا غم دور ہو گیا، رونا بند ہو گیا اور سب صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے کام میں لگ گئے۔ (فتح الباری ۹/ ۳۵۹)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمرے کا آنکھوں دیکھا منظر

اب جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات ہے میری بہنو! دھیان سے سننے کے لائق ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے کمرے کو دیکھا، اس کمرے میں ایک چیز بھی ایسی نہیں تھی جس پر نظر جم سکے؛ یعنی دیکھنے کے لائق چیز ہو، بس! صرف جانور کے تین چمڑے وہاں ایک کونے رکھے ہوئے تھے اور ایک آدھ پیالہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے دل میں خیال آیا کہ یہ قیصر اور کسریٰ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ کتنے عیش و آرام میں زندگی گزارتے ہیں؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ نے دنیا اور آخرت دونوں کا سردار بنایا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ مبارک پر رسی والی چٹائی

پر سونے کی وجہ سے نشان پڑے ہوئے ہیں!!!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دنیا کے لیے عجیب سوال

میں نے ہمت کی اور حضرت نبیِ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ: حضور! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر روزی کا دروازہ کھول دیوے، اللہ آپ کی امت کو مال و دولت سے نواز دیوے اور فقیری وغریبی دور ہو جاوے، یہ فارس کے لوگ بڑے مال دار ہیں؛ حالاں کہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔

عرض کرنے کا حاصل یہ ہے کہ وہ رومیوں اور پارسیوں کے پاس اتنا سارا مال ہے، اتنی ساری دولت ہے، عالی شان بنگلوں میں رہتے ہیں، نرم نرم بستر پر سوتے ہیں، اور آپ تو دونوں جہاں کے سردار ہیں، پھر بھی آپ ایسی غریبی میں زندگی گزار رہے ہیں، آپ اللہ سے دعا کر دیں، اللہ آپ کی دعا قبول کر لیں گے۔

دنیا کے متعلق حضور ﷺ کا جواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: اُس وقت آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، جیسے ہی میں نے یہ درخواست کی تو آپ ﷺ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا:

اے خطاب کے بیٹے! کیا تجھ کو ابھی شک ہے کہ ان کافروں کو جو نعمت ملی ہے وہ نعمت ہم کو نہیں ملی؟ یاد رکھو! ان کافر، یہود و نصاریٰ کو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دی ہیں تو صرف اس لیے کہ ان کو دنیا میں اچھی چیزیں جو دینی تھیں اللہ تعالیٰ نے دے دیں، آخرت میں ان کے لیے کوئی نعمت نہیں ہوگی۔ (فتح الباری ۹/ ۳۶۰)

میری دینی بہنو! حدیث میں یہ جو جملہ آیا ہے وہ دھیان اور توجہ دینے کے قابل ہے، کتنی زبردست بات فرمائی کہ ان کافروں کو اللہ نے دنیا میں جو راحت و آرام دیا، جو مال و دولت دیا یہ اس لیے کہ سب کچھ ان کو دنیا میں مل جاوے اور وہ آخرت کی نعمتوں سے محروم کر دیے جاویں۔ حدیث میں یہ بھی آیا ہے:

الدُّنیَا سِجنُ المُؤمِنِ وَ جَنَّۃُ الکَافِرِ. (مسلم، کتاب الزہد والرقاق، ح:۲۹۵۶)

ترجمہ: دنیا مؤمن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے۔

آج ہمارے گھر میں کام کرنے والوں کے پاس جیسا پلنگ ہوتا ہے، شاید ایسا پلنگ بھی ہمارے حضور ﷺ کے گھر میں نہیں تھا، ہمارے گھر کے کام والوں کے پاس جیسے گدے اور تکیے ہوتے ہیں، آپ ﷺ کے پاس ایسا بھی نہیں تھا۔

میری دینی بہنو! گھر میں خوب صورت قالین اور غالیچے اور کارپیٹ نہیں تھی، گھر میں چمڑے ہوتے تھے، اس پر اللہ کے نبی ﷺ بیٹھتے تھے اور لکڑی کا پلنگ اور پلنگ بھی رسی والا اور اس رسی کے اوپر بچھانے کے لیے چادر بھی نہیں ہوتی تھی، اس پر آرام کرنے کی وجہ سے میرے حضور ﷺ کے بدنِ مبارک پر نشان پڑ جاتے تھے، کیسی غریبی میں زندگی گزاری؟ کیسی فقیری میں زندگی گزار دی؟

حضور ﷺ نے کبھی دنیا کی فراوانی کی دعا نہیں مانگی

میری دینی بہنو! اگر حضور ﷺ چاہتے تو دعا کر دیتے اور اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے لیے صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیتے، مروہ پہاڑ کو سونے کا بنا دیتے، احد پہاڑ کو سونا بنا دیتے، اللہ چاہتے تو مدینہ پاک میں حضرت نبیِ کریم ﷺ کے لیے سونے کا محل بنا دیتے، چاندی

کا محل بنا دیتے؛ لیکن حضور ﷺ نے پوری زندگی کبھی اللہ تعالیٰ سے دنیا کی دعا نہیں مانگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور جنتی دستر خوان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی تھی، قرآن میں وہ دعا موجود ہے:

رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآٮِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ‌ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ۝۱۱۴ (مائدہ)

ترجمہ: مریم کے بیٹے عیسیٰ نے دعا کی: اے اللہ! ہمارے رب! آپ ہم پر آسمان سے (کھانے کا بھرا ہوا) خوان اتار دیجیے جو ہمارے لیے یعنی ہمارے پہلے اور بعد (کے زمانے میں آنے) والے سب لوگوں کے لیے عید کا دن رہے اور وہ (خوان) آپ کی (قدرت کی) نشانی ہو جاوے اور آپ ہم کو روزی دیجیے اور آپ تو روزی دینے والوں میں سب سے اچھے ہیں۔

میری دینی بہنو! آپ ﷺ تمام نبیوں میں افضل اور تمام نبیوں کے سردار ہیں، اگر آپ ﷺ دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دنیا میں جنت کا محل عطا فرما دیتے؛ لیکن آپ ﷺ نے اللہ سے دعا نہیں مانگی۔

فضول دنیا کا خیال آنا بھی بُری بات ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھ سے بھول ہوگئی کہ جو میں نے حضور ﷺ کو ایسی فضول درخواست کی، میں نے فوراً عرض کیا: حضور! آپ میرے لیے استغفار کیجیے۔ (کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال

زوجھا،۵۱۹۱)

میری دینی بہنو! سوچنے کی چیز ہے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ: میرے دل میں جو یہ خیال آیا کہ: ہمارے پاس ان کے جیسی دنیا نہیں ہے ایسا خیال آنا بھی بہت بڑی غلطی تھی؛ اس لیے کبھی اپنے دل میں یہ خیال بھی مت لانا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو بنگلہ دیا، مجھے جھونپڑا دیا، کبھی دل میں بھی فریاد بھی مت کرنا؛ بلکہ یہ سوچو کہ جس مکان میں میرے اللہ نے مجھے رکھا، میں اپنے اللہ سے خوش ہوں۔

اس لیے کہ اس طرح کا خیال لانا اللہ کے سامنے فریاد وشکایت ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے ناراضگی ہوتی ہے۔ جس میں اللہ کی خوشی اس میں ہماری خوشی، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ جنت میں ہمیں عالی شان نعمتوں سے نوازیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہماری سوچ کو حضور ﷺ جیسی بنادے

میری دینی بہنو! جو آپ ﷺ کی سوچ اور چاہت مبارک تھی اللہ تعالیٰ میری اور آپ کی چاہت کو ایسا بنادے، آج جو ہماری سوچ ہے کہ: ہمارا گھر اچھا ہو جائے، ہمارا سامان اچھا ہو جائے، ہمارے برتن اچھے ہو جائیں، بس! ہماری تمام سوچ دنیوی ترقی میں لگی رہتی ہے، اور آخرت اور دینی کاموں کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں ہے۔

دنیا سے زیادہ اس کی فکر کرو کہ ہماری قبر اچھی ہو جائے، ہماری جنت اچھی ہو جائے اور جنت میں ہمارا محل اچھا ہو جائے؛ اس لیے اپنی سوچ، فکر، محنت، اور اپنی کوشش جنت کمانے کے پیچھے لگاؤ، عبادت میں لگاؤ، نیکی میں لگاؤ، اچھے کاموں میں لگاؤ، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ہم سے راضی اور خوش ہو جائیں گے۔

ایک بزرگ کی عجیب بات

ایک بزرگ کی بات سنا کر مجلس مکمل کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہیں یہ کیسے پتہ چلتا ہے؟ ایک اللہ کے ولی نے فرمایا کہ: تم اپنے دل میں سوچو کہ دل سے تم اللہ سے راضی ہو کہ نہیں؟ اگر تم دل میں اللہ سے راضی ہو تو سمجھ لو کہ اللہ بھی تم سے راضی ہیں، اور اگر تمھارے دل میں اللہ کے لیے فریاد ہے، شکایت ہے تو سمجھو کہ اللہ کو بھی تم سے فریاد ہے۔

ہم سب اپنے دل کو دیکھ لیں، اللہ نے ہم کو جو دیا، جیسی زندگی میں رکھا اس زندگی سے ہم خوش ہیں کہ نہیں؟

اللہ ہم سب کے دل کو ایسا بنا دیں کہ وہ مالک جس حال میں رکھے اس حال میں ہم راضی رہیں۔

ایک پیاری دعا

میری دینی بہنو! حدیث میں ہم کو ایک دعا بتلائی گئی، بہت پیاری دعا ہے، آپ یاد کر لو اور اللہ تعالیٰ سے مانگا کرو:

اَللّٰھُمَّ لاَ تَجْعَلِ الدُّنْیَا اَکْبَرَ ھَمِّنَا وَلاَ مَبْلَغَ عِلْمِنَا.

(ترمذی، ابواب الدعوات، عن عبداللہ بن عمرؓ، ح: ۳۵۰۲)

ترجمہ: اے اللہ! دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصود نہ بنایئے، اور ہمارے علم کی انتہا نہ بنایئے۔

آج ہماری فکر، ہماری سوچ میں اگر کوئی سب سے بڑی چیز ہے تو دنیا ہے، دنیا کی

راحت ہے، دنیا کا آرام ہے، دنیا کا مال وسامان ہے، دنیا کے کپڑے ہیں، دنیا کے عیش وآرام کی چیزیں ہیں، ہماری ہر وقت کی فکر اسی کی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں ایک ایک دن کو گنتی تھی، ایک ایک دن پہاڑ توڑنے سے زیادہ مشکل، ظاہر ہے کہ اللہ کے نبی ناراض ہو کر الگ چلے جاویں تو کتنا رنج، کتنا غم ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کی قسم کھائی ہے، کیسے مہینہ نکلے گا؟ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی میں جمع ہوتے، جمع ہو کر بات کرتے، مشورہ کرتے، پھر اپنے اپنے کام پر اور اپنے اپنے گھروں پر چلے جاتے۔

اسلامی مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: قدرتی بات ایسی ہوئی کہ انتیس (۲۹) دن ہوئے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خوش تو ہو گئیں: لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ: آپ نے قسم کھائی تھی کہ: آپ ایک مہینہ تک نہیں آئیں گے اور آج تو انتیس دن ہوئے ہیں؟

حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس مہینے میں ۲۹/دن پر چاند ہو گیا ہے، یہ خوش نصیبی کی بات تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہینے کی قسم کھائی تھی مگر قدرتی بات یہ ہوئی کہ ۲۹/دن پر چاند ہو گیا، ۳۰/دن پورے نہیں ہوئے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ح:۵۱۹۱)

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے قرآنِ مجید میں آیت اتری، عجیب آیت ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

ترجمہ: (اے نبی!) تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتی ہو تو آؤ! میں تم کو کچھ مال سامان (تحفہ میں) دے دوں اور میں تم کو اچھی طرح رخصت کر دوں ﴿۲۸﴾ اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیک عورتوں کے لیے بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۲۹﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب یہ آیت اللہ تعالیٰ نے اتاری تو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے میرے پاس تشریف لائے، چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گھما گھما کر اشاروں میں بات کی؛ کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر لڑکی تھیں، چھوٹی عمر میں ان کی شادی ہوئی تھی۔

ساس، خسر کو ہدایت

درمیان میں ایک خاص نصیحت کرنا مناسب سمجھتا ہوں، عام طور پر چھوٹی لڑکیوں میں زیادہ تجربہ نہیں ہوتا ہے، اپنے شوہر کو کیا جواب دینا، اپنے ساس-خسر کو کیا جواب دینا، اس کا تجربہ نہیں ہوتا ہے، وہ بے چاری کم عمر، بھولی بھالی لڑکی، جو چاہے منہ سے

بول لیتی ہے، اسکول میں پڑھ رہی تھی، تعلیم پوری ہوئی، ماں-باپ نے شادی کرادی، مدرسہ میں پڑھنے گئی تھی، مدرسہ پورا ہوا، ماں-باپ نے شادی کرادی، اور وہ سسرال میں آگئی۔

لہٰذا اب ساس اور خسر کی ذمے داری ہے کہ ایسی کم عمر بہو گھر میں آئی ہو تو ذرا اس کو سنبھال لیویں، یہ سمجھیں کہ یہ بے چاری میری بیٹی کی طرح ہے، اپنی اسکول، اپنا مدرسہ، اپنا کورس پورا کر کے فوراً شادی کر کے آئی ہے، ابھی گھر میں زندگی کیسے گزارنا ہے اس نے سیکھا نہیں ہے۔

بہو کو ہدایت

بہو کو بھی یہ سوچنا چاہیے کہ میری ساس تجربہ رکھتی ہے، وہ اگر مجھے کوئی بات کہے تو میں محبت سے سن لوں اور اس کے مطابق کام کروں، اس سے میری زندگی میں ہی فائدہ ہونے والا ہے، مجھے ہی کچھ سیکھنے کو ملے گا، دونوں طرف سے سمجھ داری ہوگی تو ساس اور بہو کے درمیان ان شاء اللہ! جھگڑے نہیں ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو چیزوں کا اختیار دیا

بہر حال! حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ: عائشہ کی عمر بہت کم ہے؛ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہلے اشاروں میں سمجھانا شروع کیا اور سمجھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عائشہ! میں تم سے ایک بات کہنے والا ہوں؛ لیکن جواب دینے میں کوئی جلدی مت کرنا؛ بلکہ پہلے اپنے والدین کے پاس جانا، ان سے مشورہ کرنا اور مشورہ کر کے مجھ کو

جواب دینا۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی کہ: آپ ﷺ جانتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کی امی جدائی کا مشورہ نہیں دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: یہ مجھ پر خاص عنایت تھی کہ مجھے والدین سے مشورہ کیے بغیر رائے ظاہر کرنے سے حضرت نبیِ کریم ﷺ نے منع فرمایا۔

(کتاب المظالم، باب الغرفة والعلیة الشرفة وغیر الشرفة، ۲۴۶۸)

ماں باپ توجہ دیں

میری دینی بہنو! اُس زمانے کے ماں، باپ ایسے ہوتے تھے کہ وہ ایسی بات کہتے تھے جس کی وجہ سے بیٹی کا گھر نہ ٹوٹے، آج کے ماں، باپ کو بھی یہی طریقہ اپنانا چاہیے، سسرال ہے اونچ نیچ تو ہوتی ہی ہے؛ لیکن ماں، باپ کو ہمیشہ اپنی بیٹی کو سمجھا سمجھا کر رکھنا چاہیے، ماں باپ کبھی بیٹی کی محبت میں جذبات میں آ کر کچھ کہہ دیتے ہیں اور لڑکی وہ بات اپنے دل پر لے لیتی ہے، یہی چیز اختلاف کو بڑھا دیتی ہے، اور پھر گھر ٹوٹ جاتا ہے؛ اس لیے ماں، باپ کو اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

ازواجِ مطہرات کو ہدایت

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے آیت کے مطابق اختیار والی بات بتائی، جس کا حاصل یہ تھا کہ: دیکھو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ: اگر تم چاہتی ہو کہ دنیا میں آرام ملے، دنیا میں رونق ملے، دنیا میں شاندار گھر ملے،

دنیا میں شاندار کپڑے ملے، تو نبی کے گھر میں تو تم کو نہیں ملے گا؛ اس لیے میں تم کو کچھ دے دوں، اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں؛ یعنی میں تم کو طلاق دے دوں، پھر تم عدت پوری کر لو، اور پھر مزے سے زندگی گزارو۔

اور اگر تم اللہ کے رسول کو چاہتی ہو، آخرت کو چاہتی ہو اور نبی کے ساتھ اسی غریبی میں زندگی گزارنا چاہتی ہو تو یاد رکھو! تم میں سے جو بھی نیکی پر ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑا ثواب عطا فرمائیں گے۔

یہ دو باتیں ہیں، ان میں سے ایک اختیار کر لو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیارا جواب

میری دینی بہنو! قربان جاؤں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر، ہزار مرتبہ قربان جاؤں، اللہ پوری امت کی طرف سے اس نیک عورت کو جزائے خیر عطا فرمائے، جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے ان دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کی بات فرمائی تو کتنا پیارا جواب دیا:

اے اللہ کے نبی! یہ کوئی ایسی بات ہے کہ میں اپنے ماں، باپ کو پوچھنے جاؤں، ہرگز نہیں! میں بالکل اپنے ماں، باپ کو پوچھنے نہیں جاؤں گی، مجھے ماں باپ سے مشورہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں:

فإني أريد الله ورسوله والدار الاخرة.

(کتاب المظالم، باب الغرفة والعلية الشرفة وغير الشرفة، ۲۴۶۸)

میرا فیصلہ یہ ہے کہ میں اللہ کو چاہتی ہوں، اللہ کے نبی کو چاہتی ہوں، آخرت کو

چاہتی ہوں؛ یعنی دنیا میں جیسا ملے اس پر خوش رہوں گی، جو غریبی، فقیری ہوگی، اس میں رہوں گی؛ لیکن حضور! میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتی۔

یہ اتنا پیارا جواب تھا کہ بڑی بڑی تجربہ والی عورتیں بھی ایسا جواب نہیں دے سکتیں۔

حضور ﷺ نے یہ جواب سنا تو خوش ہو گئے، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر خوشی آ گئی، اور رنج وغم دور ہو گیا۔

شادیاں ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں

میری دینی بہنو! شادیاں جو ہوتی ہیں وہ ہمیشہ کے لیے ہوتی ہیں، چند دنوں کے لیے نہیں ہوتیں، یہ دنیا اور آخرت کا معاملہ ہے، جب کبھی کسی کے گھر میں شادی کر کے جاؤ تو یہ نیت لے کر جاؤ کہ اب تو میرا جنازہ بھی اسی گھر سے نکلے گا اور آخرت میں جنت میں بھی اسی شوہر کے ساتھ زندگی گزار دیں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست

حضور ﷺ اپنی تمام بیویوں کے پاس باری باری یہ اختیار والی بات لے کر تشریف لے جانے والے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک درخواست کی:

حضور! میں نے آپ کو جو جواب دیا ہے، میں نے جو فیصلہ کیا ہے، آپ اپنی دوسری بیویوں کو میرا جواب نہ بتائیں۔

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر کسی نے مجھے سوال کیا کہ: عائشہ نے کیا جواب دیا؟ تو میں ان کو بتلادوں گا اور میں چھپاؤں گا نہیں، اللہ نے مجھے فتنہ کھڑا کرنے کے

لیے دنیا میں نہیں بھیجا؛ بلکہ خوش خبری سنانے کے لیے، تعلیم دینے کے لیے، معلّم اور استاذ بنا کر بھیجا ہے۔ (فتح الباری ۸/ ۶۷۰)

حضرت نبیِ کریم ﷺ کی مبارک تعلیم دیکھو کہ ایک اچھی بات تھی اس کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: میں چھپاؤں گا نہیں، بتلا دوں گا۔

اچھی بات چھپانی نہیں چاہیے

میری دینی بہنو! کوئی بھی اچھی بات آپ کو معلوم ہو تو اس کو نہ چھپاؤ، دوسروں کو بتلا دو، دوسروں کو بھی فائدہ ہوگا، دوسرے بھی عمل کریں گے، اور اس کا ثواب ہم کو ملے گا، اچھی چیز اور اچھی بات کبھی چھپانے کی نہیں ہوتی۔

تمام بیویوں کا ایک ہی جواب

پھر آپ ﷺ دوسری بیویوں کے گھر تشریف لے گئے، اور سب کو یہ دو اختیار بتلائے۔

قربان جاؤں میں امت کی اُن ماؤں پر، تمام بیویوں نے ایک ہی جواب دیا: اے اللہ کے نبی! ہم تو اللہ کو چاہتی ہیں، اللہ کے رسول کو چاہتی ہیں، آخرت کو چاہتی ہیں، ہم کو دنیا کا آرام نہیں چاہیے، دنیا کی غریبی چلے گی؛ لیکن اللہ کے نبی کو چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتیں۔ (بخاری، کتاب النکاح، باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا، ح:۵۱۹۱)

حضرت نبیِ کریم ﷺ اس جواب سے بہت خوش ہوئے اور قرآن کی آیتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا یہ جواب پسند فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے امہات المؤمنین کو انعام

اللہ تعالیٰ نے ان تمام عورتوں (امّہات المومنین) کو بڑے بڑے انعام دیے، ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ ہماری عقل حیران رہ جاتی ہے:

① سب سے پہلا انعام اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ: ان تمام بیویوں کو جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ سب سے اونچے مقام پر رہنا نصیب ہوگا۔

② ان کے لیے اللہ کی طرف سے اعلان ہو گیا کہ تم جو بھی نیک کام کروگی، اللہ تعالیٰ تمھاری نیکی پر تم کو دوگنا ثواب عطا فرمائیں گے۔

③ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کی ماں بن گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سب کی ماں بننے کا خاص اعزاز عطا فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نسبی اعتبار سے باپ ہیں؛ لیکن امتی ہونے کے اعتبار سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ماں ہیں۔

اسی طرح حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نسبی اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں؛ لیکن امتی ہونے کے اعتبار سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ماں ہوتی ہیں۔

④ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں بڑا اجر اور ثواب عطا فرمائیں گے۔

⑤ پانچواں عجیب انعام دیا کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ: تمھارے نکاح میں یہ سب بیویاں وفادار ہیں، آپ کو دل سے چاہنے والی ہیں، اب آپ آئندہ کسی دوسری نئی عورت سے شادی نہیں کریں گے۔

⑥ چھٹا انعام یہ ملا کہ یہ جب پوری امت کی مائیں بن گئیں تو آپ ﷺ کے

انتقال کے بعد کوئی مرد ان کے ساتھ شادی نہیں کرسکتا؛ گویا آپ ﷺ کسی عورت سے شادی نہیں کرسکتے اور یہ کسی مرد سے شادی نہیں کرسکتیں۔

⑦ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشی مل گئی، سبحان اللہ! یہ بہت بڑا انعام ہے۔

⑧ ان کو آخرت میں اللہ تعالیٰ بہترین روزی عطا فرمائیں گے۔

⑨ اب ان کو نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ بہترین زندگی گزارنے کا موقع ملے گا، ایسی بہترین زندگی کہ حضور ﷺ سے دین سیکھ کر قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو آپ کے واسطے سے دین سیکھنے ملے گا کہ نبی کی گھریلو زندگی کیسی ہوتی ہے؟۔

گویا امت کے لیے امّہات المؤمنین کو معلمہ اور سکھانے والی بنادیا۔

ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی معلمہ ہیں

خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. (احزاب:۳۴)

ترجمہ: اور تمھارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں، ان کو یاد رکھو۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور اس علم کو یاد رکھو جس کا تمھارے گھروں میں چرچا رہتا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی آیتیں: یعنی قرآن کی آیتیں اور حکمت سے مراد: رسول ﷺ کی سنتیں ہیں، اس کو تم سیکھو اور عمل کرو اور امت تک پہنچاؤ۔ امّہات المومنین کے مکانات میں قرآن نازل ہونا بھی ان کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔

نبیِ کریم ﷺ کے انتقال کے بعد بڑے بڑے صحابہ حضور ﷺ کی بیویوں کے پاس

آتے اور پردے کے پیچھے بیٹھ کر حضور ﷺ کا دین سیکھتے۔

دوسروں کو دین سکھانا ضروری ہے

ابھی جو آیت میں نے درمیان میں آپ کو پڑھ کر سنائی، اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو شخص، چاہے مرد ہو یا عورت رسول ﷺ سے کوئی آیت یا حدیث سنے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ امت کو پہنچاوے، حضور ﷺ کے صحابہ اور صحابیات نے اس حکم کو پورا کرکے دکھایا، اب ہمارے لیے ضروری ہے کہ دین کی جو بات ہم سیکھیں، وہ دوسروں کو ضرور پہنچائیں، ان شاء اللہ! تبلیغ کا ثواب بھی ملے گا اور جس کو پہنچایا اگر وہ عمل کرے تو اس کا ثواب بھی ملے گا۔ (معارف القرآن ۷/۱۴۱)

ازواجِ مطہرات کی ایک اور فضیلت

انھی آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بات اور فرمائی:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کے اہلِ بیت! (گھر والو) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دور رکھے، اور تمھیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔

اِس آیت میں آپ ﷺ کے تمام گھر والے شامل ہیں، اور آپ ﷺ کی تمام پاک بیویاں بھی شامل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو شیطان کے اغوا سے محفوظ اور سلامت رکھیں گے، اللہ تعالیٰ نے ان کو تہذیبِ نفس، دل کی صفائی، باطنی نورانیت عطا فرمائی۔

ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک امتیازی مقام

ازواجِ مطہرات کا تمام عورتوں میں ایک خاص امتیازی مقام بیان فرمایا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ. (الاحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

یعنی حضور ﷺ کے نکاح میں ہونے کی نسبت سے عالم کی تمام عورتوں سے یقیناً افضل ہو، یہ ان کا ایک خاص امتیازی مقام بھی ظاہر ہو گیا۔

میری بہنو! یہ مقام اللہ نے امہات المؤمنین کو عطا فرمایا، بڑے بڑے صحابہ، بڑے بڑے تابعین آتے تھے اور امت کی یہ مائیں ان کو سبق پڑھاتی تھیں، نصیحت کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کا دین سکھایا کرتی تھیں، اتنا اونچا مقام اللہ نے ان کو عطا فرمایا۔

میری دینی بہنو! یہ قصہ جو قرآن میں آیا، بخاری شریف میں آیا، یہ قصہ میں نے آپ کو سنایا، اس کے ساتھ ساتھ بہت سی نصیحت کی باتیں بھی آگئیں، وہ سب بھی میں نے آپ کے سامنے عرض کر دیں۔

ایک خاص نصیحت

لیکن اخیر میں اس قصے کو سامنے رکھ کر ایک خاص نصیحت دینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ جیسی ماں ہوتی ہے ایسی بیٹی ہوتی ہے، بیٹی اپنی ماں کے راستے پر چلا کرتی ہے، ہم سب کی مائیں حضرت نبیِ کریم ﷺ کی پاک بیویاں ہیں، آؤ! ہم سب یہ سبق لیویں کہ جیسی ہماری ماؤں کی پسند تھی ہماری پسند بھی ایسی ہو جائے۔

ہم دنیا کے دیوانے نہ بنیں، دنیا کا مال، دنیا کی دولت، دنیا کا سامان، دنیا کے کپڑے، دنیا کی راحت کے چکر میں نہ پڑیں؛ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر کے زندگی گزارنے کی فکر کریں، ہماری سب سے بڑی فکر، ہماری سب سے بڑی کوشش، ہماری سب سے بڑی سوچ اللہ اور اس کے رسول کو راضی اور خوش کرنے والے کاموں کی ہونی چاہیے، جیسا نمونہ ہم کو ہماری ماؤں سے ملا، وہ ہماری زندگی میں آجاوے۔

میری دینی بہنو! قناعت، شکر، صبر: یہ تین چیزیں اگر ہماری زندگی میں آگئیں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوں گے، اور ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا، ماں خدیجہ رضی اللہ عنہا، ماں زینب رضی اللہ عنہا، جنّت کی عورتوں کی سردار: فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کو جنت کا داخلہ عطا فرمائیں گے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی زندگی، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی زندگی یہ سب آپ کے لیے نمونہ ہے، ان کے جیسی سادگی والی زندگی اپناؤ۔

دوسری نصیحت

دوسری بات یہ ہے کہ امہات المؤمنین حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب کا رشتہ رکھتی تھیں، میری دینی بہنو! ایک نکتے کی بات سمجھ لو! اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو میرے نبی کے قریبی لوگ ہیں ان کی زندگی میں سادگی ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی پسند ہے، اس واقعے کے بیان میں یہ حکمت سمجھ میں آتی ہے کہ زندگی سادگی والی گزارو، اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے۔

تیسری نصیحت

تیسری نصیحت یہ ملی کہ نبیِ کریم ﷺ کی محبت ان پاک بیویوں کے دلوں میں دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ تھی، دنیا کی راحت اور آرام سے بھی زیادہ نبیِ کریم ﷺ کی محبت تھی، میری دینی بہنو! اس قصے کو سن کر آج سے نیت کریں ہم بھی اپنے دلوں میں نبیِ کریم ﷺ کی محبت سب سے زیادہ پیدا کریں گے۔

اور جس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت زیادہ ہوگی وہ زندگی کا ہر کام نبیِ کریم ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق کرے گا؛ اس لیے سنتیں سیکھو، اور سنت کو زندگی میں لاؤ۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے، آمین۔

شادیاں سنت کے مطابق ہوں

میری دینی بہنو! ماشاء اللہ! ہم عبادت بہت کرتے ہیں، نیکیاں بہت کرتے ہیں، ذکر، تسبیح، تلاوت بہت کرتے ہیں؛ لیکن جب کبھی ہمارے گھر میں کوئی پروگرام آتا ہے، منگنی آجاتی ہے، شادی آجاتی ہے تب امتحان ہوتا ہے کہ ہمارے دل میں حضور ﷺ کی محبت کتنی ہے؟ لہذا نیت کر کے جاؤ! ہم اپنی شادیوں کو، اپنی منگنیوں کو، ہمارے گھر کے پروگراموں کو بھی نبیِ کریم ﷺ کی مبارک سنت کے مطابق بنائیں گے تو ان شاء اللہ! حضور ﷺ کی کامل محبت ملے گی، حضور ﷺ کا پیار ملے گا اور قیامت کے دن نبیِ کریم ﷺ کے نورانی، مبارک ہاتھوں سے حوضِ کوثر کا پانی ملے گا، حضور کی شفاعت ملے گی۔

اِس واقعے کے وقت کی ازواجِ مطہرات کے مبارک نام

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس واقعے کے وقت نبیٔ کریم ﷺ کے نکاح میں نو (۹) بیویاں تھیں، پانچ ان میں سے قریشی خاندان کی تھیں:

① حضرت عائشہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

② حضرت حفصہ بنت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت ام حبیبہ بنت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہا۔

④ حضرت ام سلمہ بنت امیہ رضی اللہ عنہا۔

⑤ حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

اس سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ اپنے خاندان میں (قریبی رشتہ دار میں) نکاح کرنے سے کوئی بیماری پیدا نہیں ہوتی، جیسا کہ آج کل بعض ڈاکٹر لوگوں کو ایسی غلط باتیں بتاتے ہیں۔

اور دوسری چار دوسرے خاندان کی تھیں:

① حضرت زینت بنت جحش رضی اللہ عنہا۔ ② حضرت میمونہ بنت حارث ہِلالی رضی اللہ عنہا۔

③ حضرت صفیہ بنت حُیَی رضی اللہ عنہا۔ ④ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

اور یہ نو بیویاں حضور ﷺ کی وفات کے وقت بھی حیات تھیں۔

ان کے علاوہ آپ ﷺ کی پاک بیویوں میں ایک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا اور دوسری حضرت زینب بنت خُزَیمہ رضی اللہ عنہا کا مدنی زندگی میں انتقال ہوگیا تھا۔ (بغوی [اردو] ۵/ ۹۵)

یہ سب نام اس لیے بھی بتائے کہ ہمارے گھر میں اولاد ہوں تو ان مبارک ناموں کے مطابق ہم نام رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ہماری ان تمام ماؤں کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان شاء اللہ! کسی موقع پر ان تمام امہات المؤمنین کے واقعات آپ کو سناؤں گا۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

قصدِ طیبہ

از: فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

بڑھاپا ہے، چلا ہوں سوئے طیبہ	لرزتا لڑکھڑاتا، سر جھکائے
گناہوں کا ہے سر پر بوجھ بھاری	پریشاں ہوں اسے اب کون اٹھائے
کبھی آیا جو آنکھوں میں اندھیرا	تو چکرا کر قدم بھی ڈگمگائے
کبھی لاٹھی کبھی دیوار پکڑی	کبھی پھر بھی قدم جمنے نہ پائے
نہ بیٹا ہے نہ پوتا ہے نہ بھائی	کوئی گھر کا نہیں جو ساتھ جائے
نہیں کچھ آرزو اب واپسی کی	وہیں رکھے خدا واپس نہ لائے
مگر چلتا رہوں گا دھیرے دھیرے	دیا والا میری نیا لکھائے
وہاں جا کر کہوں گا گڑگڑا کر	سلام اس پر جو گرتوں کو اٹھائے
سلام اس پر جو سوتوں کو جگائے	سلام اس پر جو روتوں کو ہنسائے
سلام اس پر جو اجڑوں کو بسائے	سلام اس پر جو بچھڑوں کو ملائے
سلام اس پر جو بھوکوں کو کھلائے	سلام اس پر جو پیاسوں کو پلائے

حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کا ایک عجیب واقعہ

حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مختصر تعارف

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف پیچھے گذر چکا۔

نام: حفصہ۔

نسب: حفصہ بنت عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزی بن ریاح بن عبد اللہ بن قُرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لُوی غالب بن فہر بن مالک القرشیہ العدویہ۔

والدہ کا نام: زینب بنت مظعون۔

پیدائش: بعثتِ نبوی سے پانچ سال قبل جب کہ قریش خانۂ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے۔اس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔

نکاح: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے حضرت خُنَیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں، انھوں نے حبشہ اور مدینہ دونوں جانب ہجرت کی تھیں، غزوۂ احد میں زخمی ہوکر مدینۂ منورہ میں وفات پائی۔

اپنے شوہر خنیس رضی اللہ عنہ اور اپنے والدین کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ سے نکاح کا مہر: ۴۰۰ درہم۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شادی کے وقت عمر: ۲۰ سال۔

وفات: ۶۳ سال کی عمر پا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شعبان ۴۵ھ میں مدینۂ منورہ میں انتقال فرما گئیں، اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

(الطبقات الکبری لابن سعد ۱۰/ ۶۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی،اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا
نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا
بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ
فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ ۝۴ (التحریم)

ترجمہ: اے نبی! جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں تم اپنی بیویوں کی خوشی حاصل کرنے کے لیے (قسم کھا کر) ان کو کیوں حرام کرتے ہو؟ اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کردیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾ اور (وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب نبی نے اپنی کسی بیوی (یعنی حفصہ رضی اللہ عنہا) کو (راز کے طور پر) چپکے سے ایک بات کہی تھی، پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہ رضی اللہ عنہا کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس

بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلا دی اور کچھ بات نظر انداز کر دی (یعنی نہیں بتلائی) پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلا دی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلا دی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی ﴿۳﴾ (اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کر لو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں اور اگر تم دونوں نے اس (نبی) کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کی تو (یاد رکھنا کہ) یقیناً اللہ تعالیٰ اس (نبی) کا ساتھ دینے والے ہیں اور جبرئیل اور نیک ایمان والے بھی (ساتھ دینے والے ہیں) اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں۔ ﴿۴﴾

سورۂ تحریم

قرآنِ مجید کے اٹھائیسویں (۲۸) پارے میں ایک سورت ہے جس کا نام ''سورۃ التحریم'' ہے، یہ سورت مدنی ہے؛ یعنی حضرت نبیِ کریم ﷺ کے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد یہ سورت نازل ہوئی ہے، اِس سورت میں ایک واقعہ بیان کیا گیا جو خود حضرت نبیِ کریم ﷺ کے گھریلو زندگی، فیملی لائف میں پیش آیا تھا۔

اِس واقعے میں بڑی کام کی اور بڑی قیمتی نصیحت کی باتیں ہیں، اللہ تعالیٰ اس کو سمجھ کر اپنی زندگی میں اپنانے کی اور دوسروں تک پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرماوے، آمین۔

کسی حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا ہمارے اختیار میں نہیں

پہلے شریعت کا ایک مسئلہ سمجھ لو! جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اسے کوئی اپنی مرضی سے حلال نہیں کر سکتا، ہمارے دین میں حلال اور حرام کا اصلی اختیار اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح جو چیز شریعت میں حلال ہو اس کو کوئی مرد یا عورت عقیدے کے اعتبار سے حرام ماننے لگے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے اور کفر کا خطرہ ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بکری، گائے اور بھینس کا دودھ حلال کیا ہے، اب کوئی کہے کہ: میرا عقیدہ ایسا ہے کہ میں اِن کا دودھ کو حرام مانتا ہوں۔ تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اِس سے انسان کے کافر ہو جانے کا خطرہ ہے؛ بلکہ بہت سے علما کہتے ہیں کہ: وہ کافر ہو ہی گیا۔

کسی ضرورت کی وجہ سے حلال کو حرام سمجھنا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو اپنے عقیدے کے اعتبار سے حلال ہی سمجھے؛ لیکن کسی ضرورت یا کسی مصلحت کی وجہ سے قسم کھا کر اس کو اپنے اوپر حرام کر لیوے تو ایسا کرنا جائز تو ہے؛ لیکن اچھا نہیں ہے اور قسم توڑ کر کفارہ دینا ضروری ہے، جیسے کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے دودھ نہیں پیوں گا تو کسی ضرورت اور مصلحت کی وجہ سے قسم کھائی ہے تو یہ جائز تو ہے؛ لیکن بہتر نہیں ہے، قسم توڑ دیوے، دودھ پینا شروع کر دیوے اور قسم کا کفارہ ادا کر دیوے اور بغیر ضرورت اِس طرح کی قسم کھا کر کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا یہ گناہ کا کام ہے۔

ثواب کی نیت سے حلال چیز کو عملاً چھوڑ دینا؟

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کسی حلال چیز کو ثواب کی نیت سے ہمیشہ کے لیے عملاً چھوڑ دینا بدعت اور گناہ کا کام ہے، یہ ''رہبانیت'' کا ایک حصہ ہے جو ہمارے دین میں جائز نہیں ہے، جیسے بہت سارے لوگ- جو غلط سمجھ رکھتے ہیں-بعض چیزوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور اس چھوڑنے کو ثواب سمجھتے ہیں، یہ بدعت ہے اور گناہ کا کام ہے۔

بیماری کی وجہ سے کوئی حلال چیز چھوڑ دینا؟

البتہ جسمانی یا روحانی بیماری کی وجہ سے، کسی میڈیکل پروبلم کی وجہ سے اگر کوئی حلال چیز استعمال کرنا چھوڑ دیوے تو یہ جائز کام ہے، جیسے بعض لوگوں کو دودھ سے ایلرجی ہوتی ہے، دودھ پیا تو بیمار ہو گئے یا پیٹ میں کوئی تکلیف ہو گئی، اب وہ اس کو حلال سمجھے؛ لیکن جسمانی بیماری کی وجہ سے اسے چھوڑ دیوے تو یہ جائز ہے۔

واقعہ کی ابتدا

حضرت نبیِ کریم ﷺ کی فیملی میں ایک عجیب قصہ ہو گیا، اس قصے سے آپ کو فیملی لائف کی بہت ساری چیزیں-إن شاء اللہ- سیکھنے کو ملے گی۔

خاندان کے اعتبار سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی

حضور ﷺ کی بیویوں میں ایک مبارک نام ''حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا'' کا ہے، یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، یہ وہ خوش نصیب عورت ہے کہ ماں اور باپ دونوں

کی طرف سے ان کا خاندان آگے جا کر حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ مل جاتا ہے، ان کے ابا حضرت عمر رضی اللہ عنہ قریشی ہیں اور ان کی ماں ''زینب بنتِ مظعون رضی اللہ عنہا'' بھی قریش کے خاندان سے ہیں؛ یعنی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یہ قریشیہ عورت ہیں۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش

حضرت نبیِ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اس سے پانچ (۵) سال پہلے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش ہوئی تھی، پانچ سال پہلے یعنی جس سال مکہ کے قریشی کافروں نے کعبہ شریف کو پورا نیا بنایا تھا، اُس وقت حضرت نبیِ کریم ﷺ کی عمر مبارک پینتیس (۳۵) سال کی تھی؛ گویا کہ حضرت حفصہ اور حضور ﷺ کی عمر کے درمیان پینتیس (۳۵) سال کا فرق تھا۔ آپ کے ماموں حضرت عثمان ابن مظعون رضی اللہ عنہ چودھویں ۱۴/ نمبر پر ایمان لائے تھے۔ آپ کی اماں حضرت زینب بنت مظعون رضی اللہ عنہا بالکل شروع میں اسلام لائی تھیں اور ہجرت سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ایک مہاجر صحابی حضرت خُنَیس بن حُذافہ سَہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، حضرت خنیس مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، جو شاعر بھی تھے، بڑے بہادر بھی تھے، حضرت خنیس رضی اللہ عنہ بھی بالکل شروع زمانے میں اسلام لائے تھے، انھوں نے حبشہ (ethiopia) اور مدینہ دونوں کی طرف ہجرت کی تھی، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت خنیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت

کر کے مدینۂ منورہ آئی تھیں۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ۱۰ / ۶۴)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر کی وفات اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی بیٹی کے دوسرے نکاح کا فکر

حضرت خنیس رضی اللہ عنہ اُحد کی لڑائی میں زخمی ہوئے اور مدینۂ منورہ واپس آ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ جب بیٹی بیوہ ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں بہت فکر ہوئی، اِن ہی دِنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی - حضرت نبیِ کریم ﷺ کی صاحب زادی - حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا - کا بھی انتقال ہوا تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بغیر بیوی کے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اِس سلسلے میں سامنے سے جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہو گئی ہے، تم ان کے ساتھ شادی کر لو؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: میں سوچ کر جواب دوں گا۔ اس لیے کہ شادی کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ آدمی جلدی جلدی جواب دے دیوے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دوسری ملاقات میں کہا: میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نکاح کی پیش کش

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ: میری بیٹی حفصہ بیوہ ہو گئی ہے، تم ان کے ساتھ نکاح کر لو۔

دیکھو! ایک باپ خود جا کر اپنی بیٹی کی شادی کرانے کے لیے پیش کش (offer)

کر رہے ہیں، اس لیے کوئی نیک اور دین دار لڑکا نظر آوے تو سامنے سے اِس طرح پیش کش کرنا جائز ہے، کوئی بری بات نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے؛ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہیں دیا کہ، میں شادی کروں گا کہ نہیں کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دل میں بڑی تکلیف بھی ہوئی کہ ابو بکر تو کوئی جواب بھی نہیں دیتے۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب عرض الانسان ابنتہ او اختہ علی اھل الخیر، حدیث: ۵۱۲۲)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی عثمان رضی اللہ عنہ سے بہتر شخص سے

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی منع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبیِ کریم ﷺ کے پاس آئے اور حضرت عثمانؓ و حضرت ابو بکرؓ پوری بات کہہ سنائی۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے بہت پیارا جواب دیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: حفصہ کی شادی ایک ایسے انسان سے ہوگی جو عثمان سے بھی بہتر ہے اور عثمان کی شادی ایسی عورت سے ہوگی جو حفصہ سے بھی بہتر عورت ہے۔ (فتح الباری ۹/ ۲۲۰)

چناں چہ ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھی افضل؛ یعنی حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ ہوگئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی بہتر؛ یعنی حضرت نبیِ کریم ﷺ کی دوسری بیٹی حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس طرح یہ جوڑے سیٹ ہو گئے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مہر اور وفات

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا جب نبیِ کریم ﷺ سے نکاح ہوا تو یہ ہجرت کا تیسرا سال تھا اور چار سو درہم ان کا مہر رکھا گیا۔ ۴۱ھ جمادی الاول کے مہینے میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا مدینۂ منورہ میں انتقال ہوا، اُس وقت مروان حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، انھوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی جنازے کی نماز پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں، آج بھی وہاں ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک موجود ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جواب نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پتہ چل گیا تھا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خود حضرت نبیِ کریم ﷺ شادی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؛ لیکن حضور ﷺ کا ارادہ ایک راز کی بات تھی؛ اس لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے راز کی بات ظاہر نہیں کی۔

پھر بعد میں جب حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوگئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتلایا کہ مجھے حضور کا ارادہ معلوم تھا؛ لیکن میں حضور ﷺ کا راز ظاہر نہیں کر سکتا تھا؛ اس لیے میں نے آپ کو کوئی جواب نہیں دیا تھا، آپ میری طرف سے کوئی رنج نہ کریں، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یوں کہا کہ: اگر حضرت نبیِ کریم ﷺ شادی نہ کرنے والے ہوتے تو میں ضرور تمھاری بیٹی سے شادی کر لیتا۔

(بخاری، کتاب النکاح، باب عرض الانسان ابنتہ او اختہ علی اھل الخیر، حدیث: ۵۱۲۲)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک خوش نصیبی

جب حضور ﷺ سے نکاح ہو گیا تو اب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین بن گئیں؛ یعنی تمام ایمان والوں کی ماں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بہت نیک عورت تھیں، ان کی نیکی کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ خود حضرت نبیِ کریم ﷺ نے سامنے سے ان کے ساتھ شادی کا ارادہ کیا، یہ ان کی خوش نصیبی کی بہت بڑی نشانی ہے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی دوسری خوش نصیبی یہ ہے کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ: تم میرے نبی سے جا کر کہو کہ: حفصہ کو طلاق نہ دیویں۔

دیکھو! حضور ﷺ نے طلاق کا ارادہ کیا تھا؛ لیکن خود اللہ تعالیٰ نے جبرئیلِ امین کو بھیج کر یوں کہلوایا کہ: حفصہ بہت نماز پڑھنے والی ہے، بہت روزے رکھنے والی ہے، جنت میں ان کا نام تمھاری بیویوں میں ہے؛ اس لیے تم ان کو طلاق مت دینا۔

(ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی المراجعۃ، ح: ۲۲۸۳۔ فتح الباری ۹/ ۳۵۷)

چناں چہ جب اللہ کے یہاں سے یہ پیغام آیا تو حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ختم کر دیا اور ان کو اپنی بیویوں میں باقی رکھا۔ حضرت نبیِ کریم ﷺ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تقریباً ساٹھ (۶۰) احادیث نقل کرتی ہیں، اِس سے اندازہ لگاؤ کہ ان کے حدیث نقل کرنے سے امّت کو کتنا بڑا فائدہ ہو گیا۔

اصل واقعہ

اب ذرا اصل واقعہ سنو! حضرت نبیِ کریم ﷺ کی جتنی بھی بیویاں تھیں ہر ایک بیوی کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی، نیز ہر بیوی کی یہ چاہت تھی کہ حضور ﷺ میرے ساتھ محبت زیادہ رکھے؛ تاکہ حضور ﷺ کا دھیان اور توجہ ان کی طرف زیادہ ہو، حضور ﷺ کی برکت ان کو زیادہ ملے۔

ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرنا بہت بڑا امتحان

انسان کی جب ایک بیوی ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مکمل حسن سلوک کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا آسان ہوتا ہے؛ لیکن ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ہر بیوی کے ساتھ محبت کا برتاؤ کر کے نبھانا بہت بڑا امتحان ہوا کرتا ہے، ایسے موقع پر بڑے بڑے انسان ہل جاتے ہیں، اس معاملے میں حضرت نبیِ کریم ﷺ بڑے مضبوط اور ثابت قدم تھے، حضور ﷺ نے برابر ہر ایک بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے دکھایا، حضور ﷺ ذرہ برابر ہلے نہیں، یہ بھی حضرت نبیِ کریم ﷺ کا ایک معجزہ تھا کہ تمام بیویوں کا حق ادا فرماتے تھے، ہر بیوی حضور ﷺ سے خوش رہتی تھی، ہر ایک کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضور ﷺ کو میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

عصر کے بعد آپ ﷺ کا معمول

حضور ﷺ کے یہاں رات گزارنے کے لیے ہر ایک بیوی کی باری مقرر تھی، جس کی باری ہوتی رات کو اس کے گھر پر تشریف لے جاتے؛ لیکن عصر کی نماز سے جب

فارغ ہوجاتے تو آپ ﷺ تمام بیویوں کے گھر پر تھوڑی تھوڑی دیر تشریف لے جاتے، ہر بیوی کی خیر خبر پوچھتے، دل جوئی کرتے، اس کے بعد آپ ﷺ اپنے کام میں مشغول ہو جاتے، روزانہ عصر کے بعد آپ کا یہی معمول تھا۔ رات کو سونے کی باری الگ ہوتی تھی۔ (مظہری ۱۸/ ۱۱۷)

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شہد کا شربت

ایک مرتبہ آپ ﷺ ام المؤمنین حضرت زینب بنتِ جَحش رضی اللہ عنہا -جن کا پورا قصہ گذشتہ سال آپ کو سنایا تھا- کے گھر تشریف لے گئے، ان کو کسی نے شہد (honey) ہدیے میں دیا تھا، انھوں نے اس شہد کا شربت بنا کر حضرت نبیِ کریم ﷺ کو پلایا، دو چار دن وہ شربت پلایا ہوگا، شربت پینے کی وجہ سے تھوڑی دیر لگ گئی؛ گویا دوسری بیویوں کے یہاں عصر بعد جتنا وقت حضور ﷺ رُکتے تھے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں شربت پینے کی وجہ سے تھوڑا زیادہ رُکے، حضور ﷺ کے ان کے یہاں زیادہ رُکنے کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک آیا۔ (مظہری ۱۸/ ۱۱۷)

سوکنوں کا آپس میں مشورہ

سوکنوں کے درمیان ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ کھینچا تانی ہوتی ہے اور یہ چیز کوئی بری اور غلط بھی نہیں ہے۔

اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی دوسری سوکن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ کیا، دونوں بڑے باپ کی بیٹیاں تھیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کی بیٹی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی، دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور مشورہ کر کے یوں طے کیا کہ: جب حضور ﷺ ہمارے یہاں تشریف لاوے تو ہم یوں کہیں گے کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے ''مَغافِر'' کی بو آرہی ہے۔(مظہری ۱۸/ ۱۱۷)

یہ مغافر ایک قسم کا گوند ہوتا تھا جس میں تھوڑی سی بد بو ہوا کرتی تھی۔

آپ ﷺ بد بو سے نفرت فرماتے تھے

حضرت نبیِ کریم ﷺ کو بد بو بالکل پسند نہیں تھی؛ یہاں تک کہ حضور ﷺ کچا پیاز اور لہسن بھی نہیں کھاتے تھے، جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے تو ایک دن ان کی بیوی ام ایوب رضی اللہ عنہا نے کھانے میں لہسن استعمال کیا، حضور ﷺ نے اس دن کھانا نہیں کھایا اور ارشاد فرمایا کہ: لہسن اور پیاز میں بد بو ہوتی ہے اور میرے پاس اللہ کے فرشتے آتے ہیں اور بد بو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بس! اس دن سے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نے ہمیشہ کے لیے کھانے میں پیاز اور لہسن ملانا چھوڑ دیا۔

(کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الرخصۃ فی اکل الثوم مطبوخا، ح: ۱۸۰۷)

بد بو ختم کر کے استعمال کرنا چاہیے

لیکن ہمارے یہاں اس کو پکا کر اس کی بد بو ختم کر دیتے ہیں؛ اس لیے اس طرح استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز اگر کوئی کچی پیاز سلاڈ میں کھائے اور اس کے بعد منہ صاف کر لیوے اور بد بو ختم کر دیوے تو اچھی بات ہے کہ نماز میں فرشتوں کو

تکلیف نہ ہو، گھر میں کسی کو تکلیف نہ ہو۔

آپ کے منہ سے "مَغافِر" کی بو آرہی ہے

جب حضرت نبیِ کریم ﷺ عصر کے بعد ازواجِ مطہرات کے یہاں پہنچے تو بیویوں میں سے دو چار بیویوں نے کہا کہ: حضور! آپ کے منہ میں سے مغافر کی بدبو آرہی ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے مغافر نہیں کھائی ہے، میں نے تو شہد کا شربت پیا ہے۔ انھوں نے کہا: ہوسکتا ہے کہ وہ شہد کی مکھی مغافر پر بیٹھ کر آئی ہو، اس کی وجہ سے اس کا اثر شہد میں بھی آگیا ہو۔ (مظہری ۱۸/ ۱۱۸)

جیسے جو شہد کی مکھی نیم کے درخت پر بیٹھتی ہے تو اس شہد میں اس کے کڑوے پن کا اثر آتا ہے اسی طرح جس علاقے کا شہد ہوتا ہے اس علاقے میں جو پھل فروٹ زیادہ ہوں تو اس کا اثر شہد میں آتا ہے۔

آپ ﷺ کا شہد استعمال نہ کرنے کی قسم کھانا

جب یہ بات حضرت نبیِ کریم ﷺ نے سنی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے سامنے قسم کھالی کہ: آئندہ میں شہد نہیں کھاؤں گا اور ساتھ میں حضور ﷺ نے یوں بھی فرمایا: حفصہ! یہ بات تم کسی کو نہ بتلانا کہ میں نے شہد نہ کھانے کی قسم کھائی ہے؛ اس لیے کہ زینب کو پتہ چل جائے گا تو ان کا دل دُکھے گا۔ (مظہری ۱۸/ ۱۱۸)

بات صاف صاف کرنی چاہیے

یہاں حضور ﷺ کے طرزِ عمل سے ایک بات سیکھنے کو ملی کہ جب ان بیویوں نے کہا کہ: آپ کے منہ سے بدبو آرہی ہے تو حضور ﷺ نے بناوٹی بات نہیں کی، صاف فرمادیا کہ: میں نے شہد پیا تھا، معلوم ہوا کہ اِس طرح صاف صاف بات جو کہی جاتی ہے اس میں بڑی خیر اور بھلائی ہوتی ہے، گول مول کرنے سے بات اَور بگڑتی اور زیادہ خراب ہوجاتی ہے۔

اپنی بیوی کا دل خوش کرنا

حضرت نبیِ کریم ﷺ نے اپنی بیویوں کا دل خوش کرنے کے لیے یہ قسم کھائی تھی۔

بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے، ان سے حسنِ سلوک کرنا بہت اچھی بات ہے؛ لیکن یہ تو نبی کی فیملی ہے، قیامت تک کے لیے نمونہ ہے، کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس میں قیامت تک امت کے لیے تنگی ہوجائے، امت کے لیے تکلیف کی چیز ہوجائے؛ اس لیے اس بات کو اللہ تعالیٰ آگے چلنے نہیں دینا چاہتے تھے: اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں سورۂ تحریم کی یہ آیاتِ کریمہ نازل فرمائیں جو میں نے آپ کو پڑھ کر سنائی۔

واقعہ کے سلسلے میں دوسری روایت

بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک باندی تھی، جن کا نام "ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا" تھا، وہ مصر کی تھی، مصر کے بادشاہ مُقوقَس نے حضرت نبیِ کریم ﷺ

کے لیے ہدیے میں بھیجی تھی اور ان سے حضرت نبی کریم ﷺ کے ایک بیٹے ”حضرت ابراہیم ؓ“ پیدا ہوئے تھے، حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کی قبر مدینہ میں مسجدِ قبا کے قریب ہے۔ ان کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ اپنی ضرورت پوری فرماتے تھے، اس کی وجہ سے دوسری بیویوں کے دل میں تھوڑی سی ناراضگی ہوئی۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اسی بنا پر حضرت نبی کریم ﷺ نے قسم کھالی کہ: اب میں ماریہ کے ساتھ نہیں سوؤں گا۔ (مظہری ۱۸ / ۱۱۸۔طبری ۱۲ / ۱۴۸) اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کی یہ سورت نازل فرمائی، جس میں ارشاد فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾

ترجمہ: اے نبی! اللہ تعالیٰ نے جو چیز آپ کے لیے حلال کی ہے وہ آپ نے قسم کھا کر کیوں چھوڑ دی؟

یعنی شہد آپ کے لیے حلال ہے، ماریہ قبطیہ آپ کی باندی ہے، آپ کے لیے حلال ہے تو آپ نے اس کو کیوں چھوڑ دیا؟

پھر آگے اللہ فرماتے ہیں:

﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ﴾

ترجمہ: آپ اپنی بیویوں کا دل خوش کرنا چاہتے ہیں۔

اس پر کوئی نکیر نہیں کی گئی، معلوم ہوا بیویوں کا دل خوش کرنا بہت اچھی بات ہے: لیکن بیویوں کا دل خوش کرنے میں شریعت کے خلاف کام نہیں ہونا چاہیے، اللہ کا کوئی حکم نہیں ٹوٹنا چاہیے۔

داڑھی کی تشکیل

میں نے آتے ہی جمعہ کے دن مسجد میں مردوں کے سامنے داڑھی کے متعلق مسئلے بیان کیے تھے کہ داڑھی منڈوانا بھی گناہ اور ایک مٹھی سے کم کٹوانا یہ بھی گناہ اور ناجائز ہے۔ بہت سے مرد- اللہ جانے! صحیح بات یا بناوٹی بات، وہ تو آپ جانتے ہیں- بیویوں کا نام لیتے ہیں کہ ہماری بیوی ہم کو اجازت نہیں دیتی۔

آپ پر یہ تہمت باقی نہ رہے؛ اس لیے آج ہی اپنے شوہروں کی تشکیل کرو کہ: دیکھو! ایک مٹھی پوری داڑھی رکھنا شریعت کا حکم ہے؛ اس لیے تم داڑھی رکھو، ہم کو اس پر کوئی اشکال نہیں ہے، تم داڑھی نہیں رکھو گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں گنہگار بنو گے۔

آگے فرمایا:

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ②

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والے، بہت رحم کرنے والے ہیں ﴿۱﴾ پکی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تمھاری قسموں (کی پابندی) سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمھارے کام بنانے والے ہیں اور وہ (اللہ تعالیٰ ہر کام کو) پوری طرح جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ شہد پینا بھی شروع کر دیں اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سونا بھی باقی رکھیں؛ چناں چہ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور یہ دونوں چیزیں اپنے استعمال میں جاری رکھی۔ (طبری ۱۲/ ۱۴۹)

انسان اپنے فائدے کی چیز زیادہ دیر تک چھپاتا نہیں ہے

حضور ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہا تھا کہ: یہ بات کسی سے کہنا مت؛ لیکن اپنے فائدے کی چیز زیادہ پیٹ میں رہتی نہیں ہے،لوگ دوسروں کے سامنے بیان کر ہی دیتے ہیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً یہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی۔ یہ ایک غلط بات ہوگئی کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا راز ظاہر کردیا، یہ چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں آئی۔(مظہری ۱۸/ ۱۱۸۔طبری ۱۲/ ۱۴۸)

بڑی بے شرمی کی بات

اِس سے ہم کو ایک بہت اہم سبق ملتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جو باتیں ہوتی ہیں وہ کسی اور کو نہیں بتلانا چاہیے، خاص طور پر خانگی زندگی (پرسنل لائف) اور بیڈروم کی باتیں کبھی کسی عورت کے سامنے ہر گز ہرگز نہیں بتلانا چاہیے، یہ بڑی بے شرمی کی بات ہے اور بڑا خطرناک گناہ کا کام ہے۔

اللہ سے کوئی چیز چھپا نہیں سکتے

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کے راز کی بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتلادی، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کا حکم آیا کہ تم کو اس پر توبہ کرنا چاہیے۔سوال یہ ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چپکے چپکے بتایا تھا تو حضرت نبی کریم ﷺ کو کیسے پتہ چلا؟ دراصل اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیج کر حضرت نبی کریم ﷺ کو بتلا دیا؛اس لیے کہ انسان کسی بات کو چھپانے کی کتنی بھی کوشش کرے؛لیکن اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنا چاہیں

تو وہ چیز چھپ نہیں سکتی، وہ چیز ظاہر ہو ہی جاتی ہے۔

دوسروں کی غلطی کو چھپانا چاہیے

اس لیے دینی بہنو! آج دنیا میں تم دوسروں کی نامناسب بات کو چھپاؤ، اگر تم سے کوئی غلطی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اسے چھپائیں گے، اگر کسی کی بات لوگوں کے سامنے ظاہر کر دی تو یاد رکھو! ہو سکتا ہے ہم سے کوئی غلطی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سزا کے طور پر لوگوں کے سامنے اس کو ظاہر کر دیوے، دنیا میں ظاہر کر دے یا آخرت میں ظاہر کرے۔

ایسے موقع پر انسان کا دماغ کہاں جاتا ہے؟

حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بہت اچھے انداز میں فرمایا: حفصہ! میں نے تم سے کہا تھا: میں نے قسم کھائی ہے کہ میں شہد نہیں کھاؤں گا یا ماریہ کے پاس نہیں جاؤں گا وہ بات تم کسی کو مت کہنا، تم نے دوسری بیوی کو کیوں بتلا دیا؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فوراً سوال کیا کہ: حضور! آپ سے کس نے کہا؟ (طبری ۱۲/۱۴۹)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذہن ادھر گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو کہہ دیا ہوگا، ایسے موقع پر اسی طرح دماغ چلتا ہے۔

نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز ظاہر کرنے پر گرفت

حضرت نبی کریم ﷺ نے بڑا پیارا جواب دیا، میری بہنو! قربان جاؤں اِس خاندان پر! حضور ﷺ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کے درمیان میں جو بات ہو رہی ہے، وہ سوال و جواب بھی

اللہ تعالیٰ قرآن میں بہ طور آیت اتار رہے ہیں، یہ ان کے مقدس، ان کے پاکیزہ اور نیک ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے، ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ﴾

پھر جب وہ بات اس بیوی نے (کسی دوسری بیوی یعنی عائشہؓ کو) بتلادی اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اس (نبی) کو خبر دی تو اس (نبی) نے (اس راز کو ظاہر کرنے والی بیوی کو) کچھ بات جتلادی اور کچھ بات نظر انداز کردی (یعنی نہیں بتلائی)۔

﴿فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾

پھر جب اس (نبی) نے اس (راز ظاہر کرنے والی) بیوی کو (کچھ) بات بتلادی تو وہ (تعجب سے) کہنے لگی کہ: آپ کو یہ بات کس نے بتلادی؟ تو اس (نبی) نے کہا کہ: مجھے تو (اُس اللہ تعالیٰ نے جو) بڑے جاننے والے، بڑی خبر رکھنے والے نے اطلاع دی۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے صاف ایسا جواب عنایت فرمایا کہ پوری بات دب گئی: کہ سب سے زیادہ جاننے اور خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے بتلایا ہے، حضور ﷺ نے فوراً جھگڑا ختم کردیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی مجھے خبر دی ہے۔

توبہ کرلو

پھر اللہ تعالیٰ کے یہاں سے یہ حکم نازل ہوا:

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا﴾

(اے نبی کی دونوں بیویاں!) اگر تم اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرلو (تو یہ تمھارے لیے بہتر ہے) کہ تم دونوں کے دل اس کی طرف مائل ہو ہی گئے ہیں۔

تم دونوں نے ایک معمولی غلطی اور چوک کرڈالی جو نامناسب بات تھی؛ یعنی اس طرح آپس میں مشورہ کر کے حضور ﷺ کو شہد پینے سے روکنا، ماریہ سے روکنا؛ یہ ایک نامناسب بات تھی اور پھر حضور ﷺ کے راز کی بات دوسرے کو بتلا دینا یہ بھی ایک نامناسب بات تھی، تم دونوں اعتدال کے راستے سے ہٹ گئیں؛ اس لیے تم دونوں کو توبہ کرنا چاہیے۔

واقعے کو نقل کرنے کی ایک توجیہ

ظاہر بات ہے کہ حضور ﷺ کی یہ بیویاں ضرور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے ہی والی تھیں، یہ سچی پکی توبہ کے لیے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرنے والی عورتیں تھیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کے گھرانے کی ایسی خفیہ (personal) باتوں کو ظاہر فرما کر پوری امت کو یہ بات بتلادی کہ: یہ گھرانہ، یہ خاندان باہر سے بھی پاک ہے اور اندر سے بھی پاک وصاف ہے، کوئی بھی ان کے بارے میں دل میں گندا اور میلا خیال نہ لاوے، یہ نیک اور نورانی گھرانہ ہے۔

حسنِ اخلاق کا بہترین درس

اس میں ایک بہت بڑا سبق ہمیں یہ دیا گیا کہ حسنِ معاشرت اور اچھے اخلاق یہ ہیں کہ اگر بیوی کو شوہر کی طرف سے اور شوہر کو بیوی کی طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آجاوے، اپنی مرضی اور اپنی خوشی کے خلاف بات پیش آجاوے تو اس کا اندازہ لگالینا چاہیے، عفو ودرگذر اور معاف کردینا چاہیے، اگر اس پر ہنگامہ کھڑا کیا اور شور مچایا تو ہوسکتا

ہے کہ یہ چیز آگے بڑھ کر بڑے جھگڑے میں تبدیل ہوکر-نعوذ باللہ- طلاق تک نوبت پہنچ جائے؛ اس لیے اپنی طبیعت کے خلاف، مزاج کے خلاف کوئی بات آوے تو معاف کردینا چاہیے، نرمی سے کام لینا چاہیے، بات کوٹال دینا چاہیے۔

کسی سے غلطی ہوجائے تو اس کو بدنام نہیں کرنا چاہیے

دوسری ایک اہم بات یہ ہے کہ: جس بیوی نے حضرت نبیِ کریم ﷺ کا راز کھول دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کا نام قرآنِ مجید میں ذکر نہیں فرمایا، اِس سے ہمیں یہ سبق دیا کہ اچھے اخلاق یہ ہیں کہ جن کی طرف سے کوئی غلطی ہوجاوے تو اس غلطی کرنے والے کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ جب کبھی کسی کی غلطی بیان فرماتے تھے تو عمومی بیان فرماتے تھے کہ: کچھ لوگ ایسے ہیں، کچھ لوگوں سے ایسا ہوگیا، نام نہیں لیتے تھے۔

ایک چنگاری پورے آشیانے کو ویران کرسکتی ہے

نیز دیکھیے! شکایت اور فریاد کے موقع پر بھی حضرت نبیِ کریم ﷺ نے الزام نہیں لگایا؛ اس لیے کہ فیملی لائف میں چھوٹی چھوٹی باتیں کبھی کبھی خطرناک ہوجاتی ہیں، جیسے ایک چنگاری پورے آشیانے اور گھرانے کو جلاسکتی ہے۔

بڑے گھرانے کی عورتوں کو نصیحت

خاص کر کوئی عورت کسی بڑے گھرانے کی ہو تو اس کو اپنے ماں باپ، بھائی وغیرہ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے کہ میں تو بہت بڑے خاندان کی ہوں، بعض بہنیں بڑے

خاندان کی ہوتی ہیں تو سسرال میں جانے کے بعد وہ ''اپنا بڑے گھر کا ہونا'' بتلاتی رہتی ہیں اور وہاں ایک نرالے انداز میں رہتی ہیں، یہ عادت مناسب نہیں ہے، سسرال میں آکر نرمی کے ساتھ رہنا چاہیے، ان شاء اللہ! اس کی وجہ سے تمھاری شادی والی زندگی بہت اچھی طرح گزرے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو فیملی لائف میں بہت اعتدال، بہت نرمی کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرماوے، اور جیسے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی نماز پڑھنے والی، روزہ رکھنے والی تھیں اللہ ایسے صفات زندگی میں اپنانے کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائے، آمین۔

ایک اہم بات

ایک اور بات بھی سن لو! حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن بعض لوگوں کو لایا جائے گا، ان کو دیکھ کر لوگ کہیں گے کہ: اَکَلَ عِیَالُهُ حَسَنَاتِهِ۔ اس کی نیکی اس کے گھر والوں نے کھالی۔ (قرطبی ۱۸/ ۹۴)

بہت سی مرتبہ انسان اپنے گھر والوں کی وجہ سے، بچوں کی وجہ سے نیکی کو برباد کر دیتا ہے، بخیل بن جاتا ہے، بزدل بن جاتا ہے؛ اس لیے اولاد سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے، گھر والوں سے کبھی کوئی غلطی ہو جائے تو بد دعا نہیں کرنی چاہیے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے لیے دعا کرنی چاہیے، اور اصلاح کی کوشش کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو امہات المؤمنین سے سچی پکی محبت وعقیدت نصیب فرماوے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ظِہار کا واقعہ

(حصہ: ۱)

مختصر تعارف

نام: خولہ۔

نسب: خَولہ بنتِ ثَعلبہ بن اصرم بن فہر بن ثعلبہ بن غَنْم بن عوف الانصاریہ رضی اللہ عنہا۔

زبردست فصاحت وبلاغت کی مالک تھیں۔

خوب سیرت ہونے کے ساتھ خوب صورت بھی تھیں۔

آپ کے شوہر کا نام حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھا، جو کہ مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے واقعے کو قرآنِ کریم میں بیان کیا گیا، اس سے ان کی فضیلت اور شرف وعزت میں نہایت اضافہ ہوگیا ہے۔

(مظہری ۹/۱۹۱۔ طبری ۳/۱۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② (المجادلة)

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں ﴿۱﴾ جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہوجاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں (تیسیر القرآن)۔

سورۂ مُجادلہ کی وجہِ تسمیہ اور ایک خوبی

یہ اٹھائیسویں پارے کی آیتیں ہیں، یہاں سے ایک نئی سورت شروع ہوتی ہے جس کا نام ’’سورۃ المُجَادَلَة‘‘ ہے۔ مجادلہ کا مطلب ہوتا ہے: بحث و مباحثہ، جھگڑا۔

ایک صحابیہ عورت کی اپنے شوہر کے ساتھ لڑائی ہوئی تھی، اس سلسلے میں اس نے حضرت نبیِ کریم ﷺ کے ساتھ بحث ومباحثہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اِس سورت میں اُس واقعے کو بیان فرمایا ہے؛ اِس لیے اِس پوری سورت کا نام اس عورت کے لڑنے، جھگڑنے اور بحث ومباحثہ کرنے کی وجہ سے ''سورۂ مجادلہ'' ہوگیا۔ (روح المعانی ۴/ ۱۹۷)

اِس سورت کی ایک خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام کی تمام بائیس (۲۲) آیتوں میں سے ہر ہر آیت میں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام آیا ہے۔

اِس واقعے سے ایک بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان کچھ بحث و مباحثہ اور جھگڑے کا ہونا پرانی بات ہے اور ایسے جھگڑے کی باتیں عورتیں دوسروں کو بتلاتی بھی ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں عورتوں پر مظالم

اِس واقعے سے پہلے ایک بڑی اہم بات سمجھ لینی چاہیے کہ آپ ﷺ جس زمانے میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے اُس وقت عورتوں پر بہت زیادہ ظلم ہوتے تھے، معصوم لڑکیوں کو زندہ زمین میں دفن کر دیا جاتا تھا، بہت سے لوگ ظلم کرنے کے لیے خواہ مخواہ عورتوں کو ایسے ہی چھوڑ دیتے تھے، عام طور پر یتیم لڑکیوں کے ساتھ ان کے والی اس طرح کیا کرتے تھے: نکاح کرنے کے بعد نہ اس کا حق ادا کرتے تھے، نہ اس کو خرچ دیتے تھے، نہ اس کے ساتھ سوتے تھے، اس کو ایسے ہی چھوڑے رکھتے تھے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک طلاق دے دی اور عورت کو لٹکائے رکھا، طلاق دینے کے بعد اس کا نکاح ختم بھی نہ کرتے کہ وہ بے چاری دوسری جگہ شادی کرلیوے،

نہ اپنی بیوی بنا لیتے کہ شوہر کی خوشی اور سکھ دیکھنے کو ملے، طلاق کی کوئی حد متعین نہ تھی، جتنی چاہے طلاق دیتے تھے اور پھر رجوع کر لیتے تھے، اور بعض مرتبہ اس سے بھی خطرناک ظلم کرتے تھے اور وہ خطرناک ظلم ''ظِہار'' کی شکل میں ہوتا تھا۔

ظہار کا مطلب

''ظِہار'' یہ عربی لفظ ہے۔ عربی زبان میں پیٹھ اور کمر کے حصے کو ''ظَھْرٌ'' کہتے ہیں، اسی سے یہ لفظ ''ظہار'' بنا ہے۔ ظہار کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو کسی ایسی عورت کے ساتھ جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے، جس سے وہ کبھی شادی نہیں کر سکتا، جیسے: ماں، بہن، بیٹی، خالہ، پھوپھی، ان میں سے کسی کے بدن کے ساتھ یا بدن کے کسی ایسے حصے کے ساتھ تشبیہ دیوے جس کی طرف دیکھنا اس مرد کو منع ہو، مثلاً اپنی بیوی کو اپنی ماں یا بہن کی پیٹھ کی طرح بتلاوے اور بیوی سے یوں کہے: تو میرے لیے میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے، اِس کو شریعت کے قانون (LOW) میں ''ظہار'' کہتے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں ظہار کی حیثیت

حضرت نبی کریم ﷺ جس زمانے میں تشریف لائے اس وقت یہ ظہار طلاقِ مغلظہ سے بھی زیادہ سنگین اور خطرناک چیز تھی، اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کر دیا تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا۔ غرض لوگ اس زمانے میں عورتوں پر قسم قسم کے ظلم کرتے تھے، آج بھی ایسے بیوقوف مرد ہیں جو عورتوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ

تعالیٰ ایسے ظالموں کے دلوں میں اپنی بیویوں کے لیے محبت پیدا فرمائے، حقوق ادا کرنے کا جذبہ پیدا فرمائے، ظلم سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

”ظہار“ زبانی ظلم ہے

ایک ظلم تو ہاتھ اور بدن، عمل اور کام سے ہوتا ہے، اور ایک ظلم زبان سے ہوتا ہے، جیسے عورت کو بلا وجہ گالیاں دے رہا ہے، بلا وجہ عورت پر غصے ہو رہا ہے، بلا وجہ جھگڑے کر رہا ہے، بلا وجہ طلاق دے رہا ہے، بلا وجہ ظہار اور لعان کر رہا ہے، یہ سب چیزیں زبانی ظلم ہیں اور اسلام ہر طرح کے ظلم کو منع کرتا ہے۔

ظِہار کرنا زبان سے ظلم کرنے کی ایک خطرناک شکل تھی اور اس کے علاوہ بھی غلط طریقے سے عورتوں پر ظلم ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کی پیاری تعلیمات میں ہر مصیبت کا علاج ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے ذریعے اتنی پیاری تعلیم انسانوں کو عطا فرمائی، اتنا پیارا سبق دیا جس کے ذریعے زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی بھی مصیبت ہو وہ مصیبت ختم ہو جاتی ہے، ظلم مٹ جاتا ہے، عورتوں کو اطمینان سے زندگی گذارنے کا موقع ملتا ہے اور ظلم، مصیبت اور تکلیف سے اس کی حفاظت ہوتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی عنایت اور بہت بڑی مہربانی ہے۔

ظِہار جاہلیت کے زمانے میں عورت کے لیے ایک بہت بڑا ظلم تھا، اسلام میں ظہار کے لیے جو قانون اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا، اس کے ذریعے حقیقت

میں اِس ظلم کو ختم کیا گیا اور مرد جو غلط بات بولتا تھا اس غلط بات بولنے کی اس کو سزا دی گئی؛ تا کہ آئندہ وہ خود کو غلط بات بولنے سے بچائے۔

بیوی سے اظہارِ محبت میں بھی حدودِ شریعت ضروری ہے

ساتھ میں ایک اہم ہدایت میاں بیوی کو یہ دی کہ شادی کے بعد کی زندگی میں مرد اور عورت دونوں کو اپنی زبان کی بہت زیادہ حفاظت کرنی چاہیے، کوئی بھی بات بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے کہ اس بات کی وجہ سے کوئی بڑا حادثہ نہ ہو جائے، شوہر اپنی بیوی کے ساتھ محبت رکھے اور رکھنی چاہیے؛ لیکن محبت کو ظاہر کرنے کے لیے جب کوئی بات بولے تو بہت احتیاط سے سنبھل سنبھل کر بولے، شریعت کی حد میں رہ کر محبت کی بات بولے۔

ہر ایک سے محبت کا طریقہ الگ ہوتا ہے

یہی چیز دیکھ لو! آپ کے شوہر کو اپنی سگی ماں سے بھی محبت ہوتی ہے؛ لیکن ماں کی محبت اور بیوی کے محبت میں بہت بڑا فرق ہے، اب اگر ایک شوہر محبت میں ڈوب کر اپنی بیوی کو اپنی ماں جیسے الفاظ بول دیوے کہ: تو میری ماں جیسی ہے، تیری پیٹھ میری ماں کی پیٹھ جیسی ہے، تو پھر محبت کے بجائے بہت بڑا نقصان ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے محبت کی بھی حد بتلادی، محبت ظاہر کرنے کا طریقہ بھی سکھلایا۔

بیوی کو اچھے الفاظ سے بلانا چاہیے، خود حضرت نبی کریم ﷺ اپنی چہیتی اور لاڈلی بیوی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''حمیراء'' کہہ کر پکارتے تھے، حمیراء یہ پیار بھرا لفظ ہے، محبت بھرا لفظ ہے؛ لہٰذا شوہر اپنی بیوی کو محبت سے بلاوے، بیوی شوہر کو محبت

سے بلاوے؛ لیکن جو بات بولے اس میں حد رہے، اگر اس کے بولنے میں قابو نہیں رہا تو محبت ظلم میں بدل جائے گی اور بڑا نقصان ہو جائے گا۔

نبیوں کی زبان پر بیوی کے لیے ادب بھرے الفاظ

قرآنِ کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے:

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۹ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝۱۰ (طٰه)

ترجمہ: اور (اے محمد!) کیا تمھارے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کا واقعہ پہنچا؟ ﴿۹﴾ جب ان (موسیٰ) کو (طور پہاڑ پر ایک) آگ نظر آئی تو اپنی بیوی سے کہا کہ: تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید کہ میں اس میں سے تمھارے پاس کوئی شعلہ لے آؤں یا آگ کے پاس مجھے راستے کا پتہ (بتانے والا کوئی) مل جائے ﴿۱۰﴾

اس میں "امکثوا" جمع کا صیغہ ہے، اسی طرح "اٰتیکم" میں "کُم" جمع کی ضمیر ہے۔

شوہر کے لیے اہم نصیحت

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو جمع کے صیغے سے (Respect) خطاب کر رہے ہیں، جس کا ترجمہ ہماری زبان میں "آپ" ہوتا ہے۔

ہم بھی اپنی بیوی کو اس طرح بلاوے: "آپ یہاں تشریف لائیں"۔

یعنی "آپ" کے لفظ سے بلاوے، یا کم از کم "تم" کہیں۔

ہمارے یہاں تو توہین کے جتنے بھی الفاظ ہوسکتے ہیں اس کا اول خطاب بیوی سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری زبان کی اصلاح فرمائے، آمین۔

نکاح کے خطبے میں پڑھی جانے والی آیتوں میں تقوے کی تاکید

ہمارے یہاں جب نکاح ہوتے ہیں تو خطبے میں تین آیتیں پڑھنا سنت ہے اور تینوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا حکم دیا گیا اور ڈرنے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ شادی سے پہلے مرد نے جیسا چاہا ویسا بولا، عورت جیسے چاہے ویسے بولی، اگر چہ اس میں بھی شریعت کے قانون کا لحاظ رکھنا ضروری تھا؛ لیکن شادی کے بعد میاں بیوی کو بہت ہی زیادہ سنبھل سنبھل کر بولنا ہے، اگر بولنے میں ذرا سی بھی غلطی ہوگئی تو پوری زندگی کا نقصان ہوسکتا ہے۔

طلاق کوئی گالی نہیں ہے

طلاق کوئی گالی تھوڑی ہے؟ بعض مردوں نے طلاق کو گالی سمجھ رکھا ہے کہ کسی انسان کے ساتھ جھگڑا ہوتا ہے تو گالی بولتے ہیں؛ اگر چہ یہ منافق کی نشانی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ: منافق کی چار نشانیاں ہیں۔ اس میں ایک نشانی یہ ہے کہ کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوجاوے تو گالی گلوچ کرے، فسق وفجور کی باتیں بولے۔

(ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی علامۃ المنافق، ح: ۲۶۳۲)

اس لیے دینی بہنو! ہمیں کسی کے ساتھ جھگڑا ہی نہیں کرنا اور اگر خدانہ خواستہ کسی سے جھگڑا ہوجائے تو گالی گلوچ اور ادھر اُدھر کی باتیں نہیں بولنی چاہییں، سچ بات بولیں۔

بہر حال! جب مرد کسی پرائے مرد سے لڑتا ہے تو گالی بولتا ہے اور بیوی سے لڑتا ہے تو طلاق کا لفظ بولتا ہے؛ گویا- نَعُوْذُ بِاللہ - طلاق کو بھی گالی سمجھ لیا، یہ بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑا غلط کام ہے۔ اسلام سے پہلے ایسے بڑے بڑے ظلم ہوا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے حضرت نبی کریم ﷺ کو بھیج کر ایسے تمام ظلم ختم کروائے، عورتوں کو حقوق عطا فرمائے، عورتوں کو عزت کے ساتھ زندگی گزارنے کا مقام عطا فرمایا۔

صاحبِ واقعہ کا نام اور تعارف

اِس آیت میں جس عورت کا قصہ ہے ان کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں فرمایا؛ لیکن نام جان لینا ایک فضیلت کی چیز ہے، عزت اور شرافت کی چیز ہے؛ اس لیے کہ ان کا واقعہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے، اُس عورت کا نام "حضرت خولہ رضی اللہ عنہا" تھا۔ آج کل لوگ بیٹیوں کے نئے نئے نام ڈھونڈتے ہیں، خود ایسے ایسے جدید (لیٹسٹ) نام ہم کو بتلاتے ہیں جس میں کوئی دم نہیں ہوتا ہے، ایک دم معمولی فیشن ایبل نام ہوتے ہیں، نئے نام رکھنے ہوں تو صحابیہ عورتوں کے نام جو آج تک رواج میں نہیں ہے وہ رکھو!

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ابّا کا نام "ثعلبہ" تھا، انصاریہ عورت تھیں، ان کی شادی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔

لیجیے! مرد کا بھی نیا نام: حضرت اوس آ گیا، یہ صحابی کا نام ہے، اِس آیت میں ان کا قصہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، یہ مشہور صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہوتے ہیں۔

خوب صورتی اور مال داری اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمتیں

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا خوب صورت تھی؛ لیکن مزاج میں تھوڑا غصہ تھا اور ایسا ہوتا ہے۔ (قرطبی ۱۷/۱۷۶) حالاں کہ ایسا کرنا نہیں چاہیے، اللہ تعالیٰ نے خوب صورتی دی ہے، مال دار گھر کی بیٹی بنایا ہے تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اس کی وجہ سے مزاج میں غصہ نہیں لانا چاہیے اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے۔

واقعہ کیا ہوا تھا

ایک مرتبہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھی، نماز کے درمیان ان کے شوہر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی ان پر نظر پڑی - اندازہ ایسا ہے کہ رکوع یا سجدے کی حالت میں بیوی کو انھوں نے پیچھے کی طرف سے دیکھا ہوگا - حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے دل میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی ضرورت پوری کرنے کا ارادہ پیدا ہوا - محبت ایسی چیز ہے کہ کون سی ادا پسند آجاوے ہم کہہ نہیں سکتے - جب وہ نماز سے فارغ ہوئی تو انھوں نے اپنی بیوی کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلایا، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے انکار کر دیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو کچھ بیماری تھی؛ شاید دماغ کی کمزوری تھی اور دماغ کی کمزوری میں ان کو کبھی کبھی دورہ پڑتا تھا اور اسی حالت میں انھوں نے اپنی بیوی کو بلایا اور بیوی نے انکار کر دیا، اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور غصے میں انھوں نے اپنی زبان سے کہہ دیا کہ: تو میرے لیے ایسی ہے جیسی میری ماں کی پیٹھ ہے۔ حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ بولنے کو تو بول گئے مگر پھر شرمندہ ہوئے کہ میں

نے یہ کیا بول دیا۔(قرطبی ۱۷/ ۱۷۶)

ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے؛ ورنہ بعد میں افسوس ہوتا ہے

عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ غصے میں میاں بیوی کچھ بول دیتے ہیں، کوئی نامناسب بات ہوجاتی ہے اور بعد میں دونوں کو پچھتاوا ہوتا ہے۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے بول تو دیا؛ لیکن ان کو بعد میں بہت افسوس ہوا، اور نہایت شرمندگی ہوئی۔

میاں بیوی کا آپس میں مباحثہ اور معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حضرت اوس رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے کہ: میرے خیال میں مسئلہ ایسا ہے کہ اب تو مجھ پر ہمیشہ حرام ہوگئی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: نہیں! اللہ کی قسم! طلاق نہیں ہوئی۔ شوہر کہہ رہے ہیں: تو ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ دونوں میں تکرار ہونے لگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود تھے، قرآن اتر رہا تھا؛ لہٰذا حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری بات بتلاؤں؛ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے کوئی رہنمائی ملے، فوراً وہ حضور کو پوچھنے کے لیے روانہ ہوگئیں۔ (روح المعانی ۱۴/ ۱۹۸)

کیسے پاکیزہ جذبے والی وہ عورت تھی کہ حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر اپنا معاملہ پیش کرکے شریعت کا حکم معلوم کرتی ہے!!!

شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو

اِس سے یہ بات سیکھنے کو ملی کہ اگر ازدواجی زندگی (FAMILY LIFE) میں

ایسا کوئی مسئلہ(PROBLEM)ہو جائے تو مسئلے مسائل کے جاننے والوں سے شریعت کا قانون پوچھنا چاہیے۔

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ ہمارا پرائیویٹ معاملہ ہے،اس میں کسی ’’مولوی، مفتی‘‘ سے کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ ایسے پاگل پنے سے ہماری حفاظت فرماوے، آمین۔

آج ایسا غلط طریقہ چل پڑا ہے کہ شوہر طلاق دے دیتا ہے، پھر بھی میاں بیوی ساتھ میں رہتے ہیں، بیس بیس، پچیس پچیس برس ساتھ میں رہتے ہیں، کتنا بڑا غلط کام ہے! کیا دل میں اللہ کا ڈر نہیں ہے؟ شریعت کے قانون کا ڈر نہیں ہے؟ طلاق دینے والے بعض بے وقوف مرد کہتے ہیں کہ: طلاق دی، اس کو کسی نے نہیں سنا، کوئی اس وقت موجود نہیں تھا۔ کسی نے نہیں سنا تو اللہ تعالیٰ نے تو سنا ہے، اِس بات کا ڈر نہیں ہے؟

شوہر نے کوئی غلط بات بول دی تو یقیناً وہ ظالم ہے؛ لیکن شریعت کا مسئلہ مسئلہ ہے، کوئی غلطی سے گولی مار دے تو سامنے والا مر جاتا ہے، وہ گولی یہ نہیں دیکھتی کہ غلطی سے ماری ہے، اسی طرح طلاق دے دی تو وہ پڑ گئی، چاہے بھول سے دی ہو، چاہے غلطی سے دی ہو، چاہے غصے میں دی ہو۔

لہٰذا شریعت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرو کہ اللہ اور رسول کا حکم ہر حال میں پورا کرنا ہے، دنیا کی زندگی بہت معمولی اور چھوٹی سی ہے، اصل آخرت کے جواب کی فکر رکھو۔

اِس لائن کے چند ضروری مسائل

آگے کا واقعہ سننے سے پہلے چند ضروری دینی باتیں بتلانا مناسب سمجھتا ہوں، اِس

لائن کے مسئلے مسائل بہت کھل کر پہلے مسجد میں مردوں کے سامنے بیان کر چکا ہوں؛ لیکن شریعت کی کچھ ضروری باتیں جو آپ کے متعلق ہیں وہ بہت احتیاط کے ساتھ آپ کو بھی سنا دیتا ہوں۔

اللہ کی ناراضگی اور پوری رات فرشتوں کی لعنت

بخاری شریف اور مسلم شریف میں ایک حدیث ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُوْ اِمْرَأَتَهُ إِلٰى فِرَاشِهَا فَتَأْبٰى عَلَيْهِ إِلّا كَانَ الَّذِيْ فِيْ السَّمَاءِ سَاخِطًا عَلَيْهَا حَتّٰى يَرْضٰى عَنْهَاوَفِي رِوَايَةٍ: بَاتَ غَضْبَانَ عَلَيْهَا لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ. (باب اذا بانت المرأة مهاجرة فواش زوجها، ح: ۳۲۳۷۔ مسلم، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، حدیث: ۱۴۳۶)

جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو بستر پر اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے بلاوے اور بیوی انکار کر دے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض رہتے ہیں؛ یہاں تک کہ وہ شوہر اس عورت سے راضی ہو جائے۔

ایک حدیث میں یہ آیا ہے کہ: فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ عورت انکار کرنا چھوڑ دیوے اور شوہر کی بات مان لیوے۔ (فتح الباری ۹/ ۳۶۷)

حدیث میں ''رات'' کا لفظ ہے؛ اس لیے کہ عام طور پر میاں بیوی اپنی ذاتی جسمانی ضروریات رات کو پوری کرتے ہیں۔

لیکن حدیث کے شارحین لکھتے ہیں کہ: مطلب ہے انکار کرنا، چاہے دن میں منع

کرے یا رات میں منع کرے، کسی بھی وقت انکار کیا تو اللہ کے فرشتے اس عورت پر لعنت یعنی بد دعا کرتے ہیں؛ اس لیے شوہر کا دل چاہے اور وہ صحبت کے لیے بلاوے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔ (فتح الباری ۹/ ۳۶۷)

بیوی کے انکار کے سخت نقصانات

① اگر بیوی انکار کرتی ہے تو شوہر دوسرا راستہ سوچنے لگتا ہے؛ یعنی گناہ کا راستہ سوچتا ہے۔

② یہ چیز شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے۔

③ بعض مرتبہ طلاق تک بات چلی جاتی ہے۔

میرے پاس ایک میاں بیوی کا معاملہ حل (SOLUTION) کے لیے آیا، میں اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے بیٹھا، شوہر اپنی بیوی کی شکایتیں کرنے لگا، جتنی بھی شکایتیں تھیں، میں نے اس کو سمجھایا کہ اتنی صحیح ہیں اور اتنی غلط ہیں۔

اخیر میں اس نے مجھے کہا کہ: میری بیوی مجھے اپنی ضرورت بھی پوری نہیں کرنے دیتی۔ میں نے کہا کہ: اس شکایت پر میں کوئی تبصرہ (COMMENTS) نہیں کرتا؛ اور یہ تو شریعت کی بات ہے کہ بیوی شوہر کو اس کی ضرورت پوری کرنے کا موقع دے، لہٰذا اگر کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو تو ان کی ضرورت پوری کرنی چاہیے؛ چوں کہ یہ چیز ایسی ہے جو شوہر کے دل میں نفرت پیدا کرسکتی ہے، بعض مرتبہ یہ چیز طلاق تک لے جانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہنستے ہنستے ایک اَور بات بھی کہہ دوں کہ: بیوی کے بار بار انکار کرنے کی وجہ سے شوہر دوسرے نکاح کی بات بھی سوچنے لگتا ہے۔

صرف روٹی ہی جلے گی، ہماری زندگی نہیں جلے گی

روایتوں میں تو یہاں تک آیا ہے:

عن طلق بن علی رضی اللہ عنہ أن رسولَ اللہ ﷺ قال: إِذَا دَعَا الرَّجُلَ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنُّوْرِ. (ترمذی، ابواب الرضاع، باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأۃ، ح:۱۱۶۰)

یعنی اگر عورت چولہے پر روٹی بنا رہی ہے اور شوہر کی طرف سے اس کو بلایا گیا تو اس کو چاہیے کہ شوہر کی بات پوری کرے۔

اِس میں یہ ہوسکتا ہے کہ روٹی جل جاوے، کھانا بگڑ جاوے؛ لیکن وہ شوہر کی ضرورت پوری کرے، روٹی ہی تو بگڑے گی، جل جاوے گی، کالی ہو جاوے گی؛ لیکن ہماری زندگی نہ بگڑے، شوہر طلاق تک نہ چلا جاوے، پوری زندگی خطرے میں نہ پڑ جاوے، اس کا خاص لحاظ رکھنا چاہیے۔

وہ اعذار جن کی وجہ سے عورت انکار کرسکتی ہے

① ہاں! اگر کوئی شرعی رکاوٹ ہے، مثلاً عورت حیض (m.c) یا نفاس (l.c) کے دنوں میں ہے اور منع کردیوے تو یہ شریعت کی طرف سے حق ہے۔

② اسی طرح اتنی بیمار ہے کہ اس کی طبیعت تیار نہیں ہے تو منع کرسکتی ہے۔

③ دن میں بے موقع بلایا جب خلوت اور جماع بہ ظاہر مشکل ہو، تب بھی انکار کی گنجائش ہے۔

④ رمضان کا مہینہ ہے اور فرض روزہ رکھا ہے اور انکار کر دیوے تو کوئی گناہ نہیں ہے، شریعت نے یہ اجازت دی ہے۔

سفر سے واپسی پر پہلے سے گھر والوں کو اطلاع کی حکمت

ہماری شریعت تو ایسی پاکیزہ ہے کہ اگر کوئی شوہر گھر سے کہیں سفر پر گیا ہو اور گھر واپس آرہا ہو تو حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ: اچانک گھر مت پہنچو؛ بلکہ پہلے سے اطلاع دے دو؛ تاکہ بیوی کچھ ٹھیک ٹھاک ہو جاوے، صاف ستھری ہو جاوے۔

عن جابر بن عبدِ الله رضی الله عنهما قال: كُنَّا مَعَ رسولِ الله ﷺ في غَزَاةٍ فَلَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ ذَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ رسولُ الله ﷺ: أَمْهِلُوْا حتّٰى نَدْخُلَ لَيْلًا أَيْ عِشَاءً كَيْ تَمْتَشِطَ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدَّ الْمُغِيْبَةُ. (بخاری، کتاب النکاح، باب طلب الولد، ح:۵۲۴۵۔ مسلم، کتاب الرضاع، باب استحباب نکاح البکر، ح:۷۱۵)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جہاد میں تھے، جب ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تو ہم نے اپنے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ! تم رات کو یعنی شام کے وقت داخل ہونا؛ تاکہ پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی کر لے اور جس کا شوہر گھر سے غائب تھا وہ ناف کے نیچے سے بالوں کو صاف کر لے۔

پرانے زمانے میں آج کی طرح یہ موبائل، ٹیلی فون سب انتظامات نہیں تھے کہ آنے کی اطلاع دے دی جائے، شوہر سفر سے واپس آرہا ہے تو اچانک گھر پہنچنے سے منع فرمایا، اِس کا ایک نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ شوہر کے گھر میں نہ ہونے کی وجہ سے بیوی میلی

کچیلی ہو، زیب و زینت نہ کی ہو اور شوہر اچانک گھر آ گیا اور میلے کپڑوں میں بیوی کو دیکھا تو ہو سکتا ہے کہ شوہر کے دل میں بیوی کے لیے نفرت پیدا ہو جاوے اور یہ چیز ان کے لیے- نَعُوْذُ بِاللہ- طلاق کا ذریعہ بن جاوے۔

اندازہ لگاؤ! حضرت نبیِ کریم ﷺ نے کتنی احتیاط کی بات فرمائی!!!

شوہر کے دل میں بیوی کے بارے میں نفرت پیدا نہ ہو اس کے لیے شریعت کتنا اہتمام کرتی ہے!!!

''ظہار'' کی وجہ سے عورت ہمیشہ کے لیے حرام سمجھی جاتی تھی

بہر حال! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نماز پڑھ رہی تھیں، ان کی کسی ادا پر شوہر کے دل میں جماع کا ارادہ پیدا ہوا، اپنی بیوی کو بلایا، انھوں نے انکار کر دیا تو اس پر حضرت اوس رضی اللہ عنہ نے ظہار کے الفاظ بول دیے اور جاہلیت کے زمانے میں اس طرح کے الفاظ بولنے کی وجہ سے بیوی کو ہمیشہ کے لیے حرام سمجھا جاتا تھا، اب یہ بیوی حضرت نبیِ کریم ﷺ کے پاس پہنچتی ہے۔

شوہر کا سر دھونا خدمت بھی اور محبت بھی

حضرت نبیِ کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سر مبارک کا ایک حصہ دھو رہی تھی۔ (طبری ۱۲/ ۳)

دیکھو! یہ کوئی مسئلہ نہیں؛ لیکن یہ خدمت بھی ہے، محبت بھی ہے کہ بیوی اپنے شوہر کا سر دھو دیوے، خدمت کی خدمت بھی ہے، محبت کی محبت بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا دُکھڑا

خود ماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو رہی تھی، اتنے میں خولہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہنے لگیں کہ: اے اللہ کے رسول! میں اپنے شوہر اوس رضی اللہ عنہ کے لیے آئی ہوں، انھوں نے میرے ساتھ نکاح کیا جب میں نوجوان تھی، مال دار تھی، خاندان والی تھی، شادی کے بعد انھوں نے میرا مال کھایا- بیوی مال دار ہو تو شوہر کو کھلاتی ہے- میری جوانی ختم کردی، میرا خاندان چھوٹ گیا۔ (روح المعانی ۱۴/ ۱۹۸)

شادی کے بعد اپنے خاندان والوں سے تعلّق باقی رکھنا چاہیے

بعض مرتبہ سسرال جانے کے بعد لڑکی سسرال کی ایسی ہو جاتی ہے کہ اپنے خاندان کو بھی بالکل چھوڑ دیتی ہے، یہ بھی غلط عادت ہے، خاندان والوں کے ساتھ، ماں باپ کے ساتھ، بھائی بہن کے ساتھ، چچا، نانا، ماموں کے ساتھ تعلق رکھنا چاہیے، ہاں! اپنے سسرال کی وجہ سے ان تعلّقات میں کچھ کمی آجاوے تو انشاء اللہ! کوئی نقصان نہیں ہوگا؛ لیکن بالکل ختم نہ ہو۔

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: حضور! میں جوان سے بوڑھی ہوگئی، اب میرے شوہر نے میرے ساتھ ظِہار کیا اور ظِہار کرنے بعد وہ پچھتا رہے ہیں، بتلائیے! کیا میں اور میرا شوہر پھر سے جمع ہو سکتے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی حالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظِہار والے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہیں اتارا ہے

اور میرا خیال یہ ہے کہ تو اپنے شوہر کے لیے حرام ہوگئی، اب تم دونوں نہیں مل سکتے۔

جب حضرت نبیِ کریم ﷺ کی مبارک زبان سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے یہ جواب سنا تو سنتے ہی وہ رونے لگی، شکوہ شکایت کرنے لگی، کبھی حضرت نبیِ کریم ﷺ سے کوئی بات کہتی اور یوں کہتی: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر نے مجھے طلاق نہیں دی ہے؛ بلکہ صرف ظہار کیا ہے، پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا اور کہنے لگیں: اے میرے اللہ! اب میں کیا کروں؟ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، اگر باپ کو دے دوں تو برباد ہوجائیں گے اور باپ کو نہ دوں تو میں عورت ذات کہاں سے بچوں کو کھلاؤں گی؟ روتی رہی، سر پر ہاتھ مارتی رہی۔ (روح المعانی ۱۴/ ۱۹۸)

ایک عجیب حکمت کی بات

حضور ﷺ اس عورت کی بات اطمینان سے سنتے رہے اور یہ بھی فلسفہ ہے، حکمت ہے کہ کوئی اپنی فریاد سناوے، دکھڑے سناوے، غم کی بات سناوے تو سن لینا چاہیے، اِس سے سامنے والے کا دکھ اور غم ہلکا ہوجاتا ہے۔

بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ آسمان کی طرف رخ کر کے کہنے لگی: اَللّٰهُمَّ أَشْكُو بَثِّي إِلَيْكَ. (روح المعانی ۱۴/ ۱۹۸)

اے اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتی ہوں اور یوں کہا: اے اللہ! اپنے نبی کی مبارک زبان سے میری پریشانی کو آسان کردیجیے۔

بعض روایتوں میں ایک عجیب بات بھی آئی ہے کہ: جب حضرت نبیِ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یوں فرمایا کہ: اللہ نے تیرے بارے میں کوئی چیز نہیں اتاری

ہے تو اس عورت نے غم میں جواب دیا کہ: حضور! آپ پر ہر چیز کا حکم اترتا ہے، میرے بارے میں کیا ہوا کہ کوئی وحی آپ پر نہیں آئی؟۔ (قرطبی ۱۷/ ۱۷۶)

اِس طرح کی باتیں عورتیں غصے میں بے قابو ہو کر بولتی ہیں، پھر بھی حضرت نبیِ کریم ﷺ نے اطمینان کے ساتھ ان کی بات سن لی، اللہ اکبر!

شوہر کی شکایت؛ لیکن آہستہ آواز سے

دینی بہنو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں حضور ﷺ کے بالکل قریب تھی؛ لیکن میں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی پوری بات نہیں سنی، تھوڑی سنی اور تھوڑی نہ سن سکی۔ (طبری ۱۲/ ۷)

اِس سے اندازہ لگاؤ کہ! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے شوہر کی شکایت کرنے گئی ہے؛ لیکن اتنا آہستہ آہستہ بول رہی ہے کہ ماں عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی قریب تھی کہ حضور ﷺ کا سر مبارک دھو رہی ہیں، پھر بھی ماں عائشہ رضی اللہ عنہا کو آواز سنائی نہیں دی؛ حالاں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی عورت تھی، وہاں آواز میں پردے کی کوئی بات نہیں تھی۔

عورتوں کے لیے اہم سبق اور نصیحت

اِس میں عورتوں کے لیے ایک بہت بڑی نصیحت ہے کہ فریاد اور شکایت کرتے وقت آواز بہت اونچی نہیں ہونی چاہیے، ہر حال میں آواز دھیمی رکھنی چاہیے، شریعت نے عورت کی آواز میں بھی پردہ رکھا ہے۔

آج تو ہماری بہنیں بچوں کو ڈانٹتی ہیں تو وہ بھی محلے میں سنائی دیتا ہے، شوہر بیوی

میں ”تو تو، میں میں“ ہوتی ہے تو اڑوس پڑوس اور محلے میں آواز سنائی دیتی ہے، یہ بہت غلط طریقہ ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یہ ادب سیکھو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت

آگے اللہ کی قدرت سنو! اللہ تعالیٰ کیسی زبردست قدرت اور طاقت والے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اتنی قریب ہیں؛ مگر ان کو آواز سنائی نہیں دی؛ لیکن میرے اللہ نے ان کی بات سن لی، اللہ تعالیٰ نے ان کی فریاد سن لی اور فوراً حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن کی آیت لے کر بھیجا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ①

ترجمہ: (اے نبی!) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال وجواب (یعنی بات چیت) کو سن رہے تھے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے، ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں۔ (تیسیر القرآن ۲/ ۵۲۵)

دعا کی قبولیت اور قیامت تک کے لیے آسانی

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی اور قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی ہو گئی۔

میری دینی بہنو! اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی شکر ادا کرو وہ کم ہے، ایک شوہر بیوی کا

معاملہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قیامت تک آنے والی عورتوں کے لیے آسانی فرمادی اور ایک دم آسان قانون قرآن میں نازل فرمادیا۔

نزولِ وحی اور اس کی کیفیت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جب میں حضور ﷺ کے سر مبارک کا دوسرا حصہ دھونے لگی تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بولی کہ: اے اللہ کے رسول! میں آپ پر قربان جاؤں، میرے معاملے میں غور کیجیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: اب میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے سامنے بولی کہ: اے خولہ! اپنی بات بند کر، بحث کرنا بند کر، کیا تو نبیِ کریم ﷺ کے مبارک چہرے کو دیکھتی نہیں ہے؟ حضور ﷺ کے مبارک چہرے پر تجھے وحی اور قرآن اترنے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں!۔ (طبری ۱۲/ ۶)

اس لیے کہ جب قرآن اترتا تھا تو حضرت نبیِ کریم ﷺ کا پورا چہرۂ مبارک بدل جاتا تھا، کبھی کبھی تو ایسی حالت ہوجاتی تھی جیسے کہ نیند جیسی حالت ہو، کبھی ایسی حالت ہوتی تھی کہ سخت ٹھنڈی میں پورے چہرے پر پسینہ آجاتا تھا۔

صرف منہ سے بولنے کی وجہ سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی

جب وحی پوری اتر چکی تو حضرت نبیِ کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: جاؤ! شوہر کو کہو کہ: اللہ تعالیٰ نے آسانی کردی کہ ظہار کرنے کی وجہ سے بیوی ہمیشہ حرام نہیں ہوگی، طلاق بھی نہیں ہوگی اور شوہر نے جو غلط بات بولی کہ اپنی بیوی کو اپنی ماں

جیسا کہہ دیا، صرف منہ سے بولنے کی وجہ سے کوئی ماں نہیں بن جایا کرتی۔ (مظہری ۹/ ۱۹۲) اس لیے کہ ماں وہ ہوتی ہے جس کے پیٹ سے وہ خود پیدا ہوا:

اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ

ترجمہ: ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا۔

آج دنیا میں بہت سارے لوگ دوسری عورتوں کو بھی ''ماں، ماں'' کہتے رہتے ہیں، اس سے کوئی حقیقت میں ماں نہیں بن جایا کرتی، یہ شریعت کا قانون ہے۔

بیوی جو سگی ماں نہیں ہے اس کو ماں بولنا ایک مُنکَر اور نا مناسب بات ہے؛ لٰہذا انھوں نے جو غلط بات بولی تھی اس کی سزا یہ ہے کہ کفارہ دینا پڑے گا اور کفارے کے چند مرحلے ہیں: پہلا یہ کہ: ایک غلام کو آزاد کر دیوے۔

ظہار کے مختلف کفارے

غلام کو آزاد کرنا کوئی آسان نہیں تھا، پیسوں کے ذریعے ایک انسان کو خریدنا اور اس کو آزاد کرنا یہ بڑا کام تھا؛ اس لیے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے، اس میں غلام آزاد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

اندازہ لگاؤ کہ! ایک عورت کے دل میں شوہر کی کتنی محبت ہوتی ہے کہ شوہر نے غلط بات بول دی تو بھی وہ اپنے شوہر کی سفارش کرتی ہے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کے معاملے میں کیسا محبت کا جذبہ ہے!!!

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے شوہر سے کہو: دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔ سزا تو بھگتنی پڑے گی، بیوی کو غلط بات کہی ہے، ایسے ویسے تو معاف نہیں ہوگا۔

اللہ اکبر! حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے دل میں اپنے شوہر کی بھلائی کا کیسا جذبہ ہے! اگر ہر بیوی کے دل میں اپنے شوہر کے لیے ایسا جذبہ آجاوے تو کبھی ازدواجی زندگی میں لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

کہتی ہیں کہ: اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! میرے شوہر تو بہت بوڑھے ہیں، روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے، کہاں وہ دو مہینے لگاتار روزے رکھ سکیں گے؟۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

نظم

(مکہ کی حاضری)

من جانب: مرتب (مفتی) محمود بارڈولی

بلدِ امین دکھایا	۱	کعبہ کا طواف کرایا
شکر ہے اللہ کا	۲	شکر ہے اللہ کا
پانی زم زم کا پلایا	۳	صفا مروہ پہ چلایا
شکر ہے اللہ کا	۴	شکر ہے اللہ کا
کہاں یہ گنہگار قدم	۵	کہاں یہ شعائر اللہ
یہ میدان عرفات کا	۶	یہ جبل رحمت کا
یہ ہے وادیٔ منیٰ	۷	یہ ہے مشعرِ حرام
یہ سب کچھ دکھایا	۸	یہ سب کچھ دکھایا
شکر ہے اللہ کا	۹	شکر ہے اللہ کا

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے ظِہار کا واقعہ

(حصہ: ۲)

اقتباس

میاں بیوی کی اِزدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہو جاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے: ① بیوی کو نصیحت کرنا۔ ② بستر الگ کرنا۔ ③ بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو آگے فرمایا:

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ﴿۳۵﴾

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی: [۱] میاں بیوی کی طرف سے ایسے سمجھدار دو آدمی جمع ہوں جن میں جھگڑوں کے وقت فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ [۲] علم ہو۔ [۳] دیانت دار ہو۔ [۴] سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔ آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے حکم بنا کر بلایا جاتا ہے پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو طلاق دلوا کر گھر لا کر رکھیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد فرمائیں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروا دیں گے اور دونوں کے خاندان میں -إِنْ شاءَاللہ- جوڑ ہو جائے گا۔

ازدواجی زندگی میں رطب ویابس چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئیں؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہو جائے گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِھِمْ مَّا ھُنَّ اُمَّھٰتِھِمْ ؕ اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓیِٴْ وَلَدْنَھُمْ ؕ وَاِنَّھُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَھْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ؕ ذٰلِکَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ؕ وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝۴ (المجادلۃ)

ترجمہ: جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً بیوی کو کہے: تو میرے لیے ماں کی طرح ہے) تو (اس کہنے سے) وہ بیویاں (حقیقت میں) ان کی مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی (حقیقی) مائیں وہی عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا اور یقیناً وہ (ظہار کرنے والے) بہت بُری اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تو بہت ہی معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں ﴿۲﴾ اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر وہ اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہتے ہوں تو ان کے ذمے ایک غلام کو آزاد کرنا (ضروری) ہے اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگا دیں، اس (کفارے کے حکم) سے تم کو نصیحت کی جا رہی

ہے اور جو کام بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی پوری خبر رکھتے ہیں ﴿۳﴾

پھر جس کو (غلام یا باندی) نہ ملے تو اس کے ذمے دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں اس سے پہلے کہ وہ دونوں (میاں بیوی) آپس میں ایک دوسرے کو ہاتھ لگاویں، پھر جس شخص کو روزے کی بھی طاقت نہ ہو تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، یہ (حکم) اس لیے (دیا جارہا) ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ (احکام) اللہ تعالیٰ کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (تیسیر القرآن ۲/۵۲۶)

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ چل رہا تھا، بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے آیتِ کریمہ نازل ہوئی اور حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کو شریعت کا مسئلہ بتلایا اور پوری بات ان کو سمجھائی، اس میں ایک بات کفارے کے طور پر یہ کہی کہ: اپنے شوہر سے کہو: ایک غلام آزاد کرے، حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میرے شوہر تو غریب آدمی ہے۔

حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ان سے کہو کہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! وہ تو بہت بوڑھے ہیں، روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

پھر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: تم اپنے شوہر سے کہو کہ: ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیوے، تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہنے لگی کہ: میرے شوہر غریب ہے، ان کے

لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک وسق کھجور ساٹھ مسکینوں کو کھلا وے۔

(طبری ۵ / ۱۲، قرطبی ۱۷۶ / ۱۷، در منثور ۶ / ۲۶۳)

نوٹ: ایک وسق کا حجازی صاع کے حساب سے نیا وزن ۱۲۵ رکلو، ۱۷۱ ر گرام، ۲۰۰ رملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۱۸۸ رکلو، ۹۵۶ ر گرام، ۸۰۰ رملی گرام ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کی عجیب رحمت

حضرت نبیِ کریم ﷺ کتنے مہربان تھے، اللہ کے یہاں سے جو قانون آیا، جو کفارے کا حکم آیا اس کو بھی بتلا رہے ہیں اور اس کفارے کو ادا کرنے کے لیے مدد بھی فرما رہے ہیں، کتنی بڑی مہربانی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کی زبان سے ایک بات غلط نکل گئی تھی، اس غلط بات کی جو سزا بھگتنی طے پائی تو اس پر بھی خود حضرت نبیِ کریم ﷺ مدد فرما رہے ہیں، جب ان کی بیوی نے کہا: حضور! میرے شوہر میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجور دیوے تو حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں، ایک ''عرق'' کے برابر کھجور میں ان کو دوں گا؛ لیکن جو کفارہ ہے وہ تو دینا ہی پڑے گا۔

نوٹ: ایک عرق کا حجازی صاع کے حساب سے جدید وزن ۶۲ رکلو، ۹۴۳ ر گرام، ۶۰۹ رملی گرام ہوتا ہے اور عراقی صاع کے حساب سے ۹۴ رکلو، ۸۷ ۴ ر گرام، ۴۰۰ رملی گرام ہوتا ہے۔ (از: اوزان و مساحت مولانا اسماعیل صاحب کاپودروی)

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا جذبہ پھر جوش میں آیا اور کہنے لگی کہ: ایک عرق کھجور آپ دیں گے اور ایک عرق کھجور میں خود دوں گی اور میرے شوہر کو کفارہ ادا کرنے میں

مدد کروں گی۔ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا۔

(طبری ۴ / ۱۲، قرطبی ۱۷ / ۱۷۶، درمنثور ۶ / ۲۶۳)

پریشان حال شوہر پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے

دیکھو! کتنی پیاری بات فرمائی کہ شوہر بے چارہ کمزور ہے، کفارہ ادا نہیں کر سکتا تو خود بیوی ان کی مدد کر رہی ہے، حضرت نبیِ کریم ﷺ ان کی مدد کر رہے ہیں، اِس واقعے میں حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جب شکایت کی تھی تو وہ الفاظ آپ نے سنے! اس میں ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ: انھوں نے میرا مال کھایا۔ اندازہ یہ ہو رہا ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ مالی اعتبار سے کمزور تھے تو بیوی اپنی طرف سے شوہر پر بھی خرچ کرتی تھی۔

میری دینی بہنو! کبھی ایسا موقع ہو کہ شوہر پریشانی میں ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت والا بنایا ہے تو آپ بھی شوہر کی ضرورت پورا کرنے میں مدد کرو، اللہ تعالیٰ اس پر آپ کو صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے، یہ بھی صدقے کی ایک قسم ہے۔ ہماری شریعت تو اتنی اچھی ہے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو ضروری خرچہ دیتا ہے اس میں بھی اچھی نیت کرے گا تو اللہ تعالیٰ شوہر کو بھی صدقہ کرنے کا ثواب عطا کریں گے۔ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا: جاؤ! اتنی کھجوریں ان کی طرف سے صدقہ کر دو۔ اِس سے وکالت کا مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے، اس طرح کسی کو وکیل اور نائب بنانا جائز ہے۔

شوہر کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ: اپنے چچا کے لڑکے یعنی اپنے شوہر سے اچھا برتاؤ

کرتے رہنا۔ (درمنثور ۶/ ۲۶۳)

اندازہ یہ ہے کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رشتے داری بھی ہوگی، جیسا کہ ہمارے یہاں ہوتا ہے کہ چچا کے لڑکے کے ساتھ شادی ہوگئی تو وہ شوہر بھی ہے اور چچازاد بھائی بھی ہے، ماموں کے لڑکے سے شادی ہوگئی تو وہ ماموں زاد بھائی بھی ہے، ساتھ میں شوہر بھی ہے۔

خود حضرت نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تاکید فرمائی اور اس طرح دونوں کی زندگی پھر سے خوش وخرم اور مزے کے ساتھ گزرنے لگی۔

جب نااتفاقی ہوجائے تو ایک دوسرے سے معافی مانگ لیوے

دینی بہنو! اِس آیتِ کریمہ میں ایک جملہ ہے ﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے، بڑے بخشنے والے ہیں، اِس سے پہلے مضمون ہے ﴿وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا﴾ یعنی جو لوگ اپنی زبان سے بری بات بول دیوے، جھوٹی بات کہہ دیوے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں، اسی طرح میاں بیوی کے درمیان گرما گرمی، بول چال ہوتی رہتی ہے، شوہر بیوی سے معافی مانگ لیوے اور بیوی شوہر سے معافی مانگ لیوے، تو اللہ تعالیٰ ان کو زندگی میں بڑی خوشیوں سے مالا مال فرمائیں گے۔

ندامت اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے

پھر آیت میں ایک لفظ ہے ﴿ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا﴾ اِس ''يَعُوْدُوْنَ'' کا

مشہور ترجمہ تو سب کو معلوم ہے؛ لیکن ایک ترجمہ ہے "یندمون" یعنی اپنی بولی ہوئی بات پر ان کو ندامت ہوئی، شرمندگی ہوئی، یہ چیز اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں؛ اس لیے میری دینی بہنو! کبھی کوئی غلط بات زبان سے نکل جائے تو سچے دل سے ندامت کے ساتھ شوہر سے معافی مانگ لو، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو اللہ سبحانہ و تعالیٰ معاف فرما دیں گے، شوہر کی طرف سے بھی معافی ہوجائے گی اور آپ کی زندگی بڑی خوشی خوشی والی ہوجائے گی۔

ایک علمی نکتہ

آیت میں ایک اور لفظ ہے ﴿مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا﴾ یعنی دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو ہاتھ لگاوے؛ یعنی پھر سے میاں بیوی والا تعلق شروع کرے اس سے پہلے ان کو کفارہ ادا کرنا ہے۔

اِس آیت میں "یَتَمَآسَّا" کا لفظ استعمال ہوا، قرآن میں دوسری جگہ پر بھی اس طرح کی تعبیر آئی ہے، "مَسّ" جس کو ہماری زبان میں چھونا (ہاتھ لگانا) کہتے ہیں، اِس لفظ سے ایک علمی نکتہ نکلتا ہے کہ شریعت اس معاملے میں ہمیں یہ تاکید کرتی ہے کہ کوئی پرایا مرد کسی عورت کو، کوئی عورت کسی پرائے مرد کو شہوت کے ساتھ ہاتھ نہ لگائے، یہی چیز گناہ کا ذریعہ بن سکتی ہے، اسی طرح گناہ شروع ہوتے ہیں، اِس سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی بہت سخت ضرورت ہے، شریعت ہم کو دور دور سے بھی گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرتی ہے۔

اِس واقعے سے اور بھی بہت ساری نصیحتیں ہم کو حاصل ہوتی ہیں:

اپنے حق کے لیے بحث و مباحثہ کرنا جائز ہے

ایک بات یہ سیکھنے کو ملی کہ حق اور سچائی کو ظاہر کرنے کے لیے حق کے ارادے سے پورے اخلاص کے ساتھ بحث و مباحثہ کرنا جائز ہے، دیکھو! حضرت خولہؓ خود اپنا مسئلہ لے کر حضرت نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لیے شریعت کی حد میں رہ کر بحث و مباحثہ کرنا جائز ہے۔

میاں بیوی کے درمیان نا اتفاقی کا قرآنی حل

دوسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اگر شوہر کے ساتھ کچھ نا اتفاقی ہو جائے تو اس کو پہلے آپس میں حل کرنا چاہیے اور اگر گھر میں حل نہیں ہوسکتا تو ذمے داروں کے پاس اور خاندان کے بڑے لوگوں کے پاس اور جو لوگ اس معاملے کو حل کر سکتے ہیں ان کے پاس جا کر اپنے جھگڑوں کو حل کروانا چاہیے، خود قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی:

وَالّٰتِیۡ تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ فَعِظُوۡهُنَّ وَاهۡجُرُوۡهُنَّ فِی الۡمَضَاجِعِ وَاضۡرِبُوۡهُنَّ ۚ فَاِنۡ اَطَعۡنَكُمۡ فَلَا تَبۡغُوۡا عَلَيۡهِنَّ سَبِيۡلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيۡرًا ۝۳۴ (النساء)

ترجمہ: اور جن عورتوں کی شرارت کا تم کو ڈر ہو تو تم ان (عورتوں) کو (پہلے) نصیحت کرو اور (اس سے کام نہ چلے تو) تم ان کو بستروں میں تنہا چھوڑ دو (یعنی مکان

چھوڑ کر نہ چلے جاؤ؛ بلکہ بستر الگ کردو) اور (اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) تم ان کو مارو، پھر اگر وہ تمھاری بات ماننے لگیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو، یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے اوپر، سب سے بڑے ہیں۔ (از تیسیر القرآن)

نوٹ: مارنے میں ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے: ① بدن پر نشان نہ پڑے۔ ② ہڈی نہ ٹوٹے۔ ③ زخم نہ ہو۔ ④ چہرے پر نہ مارے۔

مزید تفصیلات کے لیے بندے کے ''پرسنل لاء'' والے خطبات ضرور دیکھیں۔

میاں بیوی کی ازدواجی زندگی میں مسائل کھڑے ہو جاویں تو اس آیت میں پہلے اس کے تین علاج بتائے گئے:

① نصیحت کرنا۔ ② بستر الگ کرنا۔

③ بہت نرمی کے ساتھ، تنبیہ کے انداز میں معمولی ہاتھ چلانا۔

میاں بیوی کے درمیان حَکَم مقرر کرو

اس کے بعد بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو آگے فرمایا:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمہ: اور اگر تم کو ان دونوں (یعنی میاں بیوی) کے درمیان آپس میں کش مکش بڑھ جانے کا ڈر ہے تو ایک انصاف کرنے والا، مرد کے گھر والوں میں سے اور ایک انصاف کرنے والا عورت کے گھر والوں میں سے (منتخب کر کے) بھیجو، اگر وہ دونوں (سچے دل سے) اصلاح کا ارادہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں (میاں بیوی)

کے درمیان موافقت (یعنی جوڑ) کردیں گے (اچھی نیت پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ جوڑ ہو جاوے گا) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے جاننے والے، بڑے خبر رکھنے والے ہیں۔

حَکَم کے اوصاف

قرآن میں ''حَکَم'' کا لفظ ہے، یعنی: جو لوگ صلح کروانے کے لیے جمع ہوں۔

① جھگڑوں میں فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہو۔ ② علم ہو۔ ③ دیانت دار ہو۔

④ سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے کہ حَکَم کی نیت اور جذبات اچھے ہوں۔

قرآن میں یہ حَکَم کے لیے فرمایا گیا یعنی شوہر کے خاندان میں سے ایک ذمے دار آدمی آجاوے اور بیوی کے خاندان سے ایک ذمے دار سمجھ دار آدمی آجاوے، وہ دونوں بیٹھ کر میاں بیوی کی بات سن کر اس کا حل نکالنے کی کوشش کرے، ان دونوں ذمے داروں کی نیت اصلاح کی ہونی چاہیے، دونوں کے درمیان جوڑ کرانے کی نیت ہونی چاہیے تو اللہ تعالیٰ جوڑ کا کوئی راستہ بنا دیں گے۔

آج تکلیف یہ ہے کہ جن لوگوں کو خاندان میں سے بلایا جاتا ہے وہ پہلے سے ہی ضد والی نیت لے کر آتے ہیں کہ شوہر بیوی کو الگ کر کے رہیں گے اور ہماری بیٹی کو یا بہن کو گھر لا کر رہیں گے، ایسی غلط نیت لے کر آتے ہیں تو برکت نہیں ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اصلاح اور جوڑ کی نیت سے آوے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی مدد کریں گے، میاں بیوی کے جھگڑوں کو ختم کروا دیں گے اور دونوں خاندانوں میں -إِنْ شاءَ اللہ- جوڑ ہو جائے گا۔

ازدواجی زندگی میں اونچ نیچ چلتا رہتا ہے، اس کی اصلاح کی یہ چار تدبیریں بتائی گئیں؛ البتہ کوئی شخص ان چاروں باتوں پر عمل نہ کرے اور سیدھا طلاق ہی دے ڈالے تو واقع ہوجائے گی۔ (تیسیر القران ۱۹۰/۱)

ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے

تیسری ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ ضرورت کے موقع پر عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے، جیسا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی، لہذا اگر کوئی دینی ضرورت ہے، تعلیم میں جانا ہے، جماعت میں جانا ہے، مدرسے میں جانا ہے، مسئلہ پوچھنے کے لیے جانا ہے یا یہ کہ کوئی دنیوی ضرورت ہے، مثلاً بیمار ہے یا اپنے ماں باپ سے ملنے جانا ہے تو ایسے موقع پر عورت گھر سے نکل سکتی ہے؛ لیکن مکمل پردے کے اہتمام کے ساتھ نکلے، شرعی مسائل کی رعایت کے ساتھ جائے۔

مجبوری کی وجہ سے غیر محرم سے ضروری بات کرسکتی ہے

اس سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ شرعی یا طبعی ضرورت کے موقع پر کسی غیر محرم سے مجبوری کے درجے میں شرعی حد میں رہ کر عورت ضروری بات چیت بھی کرسکتی ہے، جیسے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی؛ لیکن اس میں شریعت کے قانون کا لحاظ رہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ (الأحزاب)

ترجمہ: اے نبی کی عورتو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

اگر تم (اللہ تعالیٰ سے) ڈرتی ہو (امہات المومنین میں تقوے کا ہونا یہ ایک ظاہری بات ہے؛ لیکن یہ یاددہانی کروانا مقصود ہے کہ تمھاری فضیلت کی بنیاد تقویٰ ہے جس کا ہمیشہ لحاظ رہے) تو تم نزاکت (یعنی لچک) کے ساتھ بات نہ کیا کرو، سو (اس کی وجہ سے) جس کے دل میں روگ ہوتا ہے (منافقوں کے دلوں کے اندر ناپاک شہوت ہوتی ہی تھی؛ لیکن اگر کوئی مخلص ایمان والے کا دل حرام شہوت کی طرف مائل ہوا تو وہ بھی نفاق کا ایک شعبہ ہے اور دل کا ایک گناہ ہے) وہ لالچ کرنے لگے گا اور بھلائی والی باتیں تم کہا کرو۔

یعنی ایسی پھیکی بات جس میں نرمی نہ ہو، نزاکت نہ ہو، چوں کہ نزاکت والی بات سے سننے والے کے دل میں غلط شہوت پیدا ہوتی ہے؛ اس لیے عفت اور پاک دامنی کے قانون کے مطابق اُکھڑے ہوئے انداز میں بات کریں؛ تاکہ سامنے والے کے دل میں کوئی گندی لالچ پیدا نہ ہو۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی نزاکت والی نرم بات امہات المومنین کر ہی نہیں سکتی (ان کو سنا کر اُمّت کی عام عورتوں کو خاص تاکید ہے)۔

(نوٹ: آیت میں جو حکم ہے وہ تمام مسلمان عورتوں کے لیے عام ہے لیکن امہات المؤمنین کو اس حکم پر عمل خصوصی اہتمام کے ساتھ کرنا ہے۔)

اس لیے عورت کی آواز میں جو ایک عام فطری، طبعی نرمی اور مٹھاس ہوتی ہے ایسے لہجے سے اجنبی مردوں کے سامنے ہرگز نہ بولیں؛ لیکن اتنا ضرور لحاظ رکھیں کہ سامنے والے کو اذیت اور تکلیف پہنچے اس انداز سے بھی کوئی عورت کسی مرد سے بات نہ

کرے، یہ بداخلاقی ہے)۔ (تیسیر القرآن ۲/۲۷۱)

نیز ضرورت سے زیادہ بات نہ کرے، صرف کام کی مقدار میں بات کرے، جیسے کہ ڈاکٹر کے پاس گئے تو صرف اپنی بیماری کی بات کرے، اس سے زیادہ بات نہ کرے، نرم ونازک لہجے میں بات نہ کرے، ذرا اکھڑے ہوئے لہجے میں بات کرے، اس کا بھی خصوصی لحاظ رہنا چاہیے، بہتر تو یہ ہے کہ ایسے موقع پر بھی محرم مرد کے ساتھ ہی گھر سے باہر جاوے اور اگر شرعی سفر ہو تو مسئلے کے اعتبار سے بھی محرم کا ہونا ضروری ہے۔

مصیبت کے موقع پر اللہ ہی سے فریاد کرنی چاہیے

ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ چاہے کوئی بھی تکلیف پیش آئے دنیا میں کسی اور کو کہنے کے بجائے پہلے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرنی چاہیے، اللہ کے دربار میں شکایت وفریاد پیش کرنی چاہیے، یہاں پر بھی وہ عورت حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور اللہ کی بارگاہ میں فریاد کر رہی ہے "وتشتکی الی اللہ" اللہ کی بارگاہ میں شکایت کر رہی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ قرآن میں موجود ہے:

قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰہِ (یوسف: ۸۶)

ترجمہ: (یعقوب علیہ السلام نے) کہا: میں اپنے رنج وغم کی فریاد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے سامنے کرتا ہوں۔

اس لیے دینی بہنو! زندگی میں کوئی مصیبت کا موقع آئے تو ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی ضرورت کو ضرور پورا فرماتے

ہیں، اوران کی مشکلات کو دور فرماتے ہیں۔

مسئلے کا حل جاننے والوں سے ہی حاصل کرنا چاہیے

اِس واقعے سے ایک بات یہ بھی سیکھنے کو ملی کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا اپنے ماں باپ یا اپنے بھائی یا اپنے کسی رشتے دار کے پاس فریاد کرنے نہیں گئیں؛ بلکہ سیدھی حضرت نبیِ کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں؛لہذا جو علم والے ہوں، اللہ والے ہوں ان کی خدمت میں جا کر اپنے مسائل کا حل حاصل کرنا چاہیے، قرآن میں بھی ہے:

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ (النحل)

ترجمہ: اگر تم کو خبر نہیں ہے تو جو علم والے ہیں ان سے پوچھ لو۔

یعنی تم اگر جانتے نہیں ہو تو جاننے والوں سے پوچھو، جن کے پاس علم ہے، سمجھ کا نور ہے، تقوے کا نور ہے ان کو اپنی مصیبت و تکلیف بتا کر ان سے رہنمائی حاصل کرو، ان سے مشورہ کرو تو- اِنْ شاءَ اللّٰہ- اللہ تعالیٰ تمھارے کام کو آسان فرمادیں گے۔

گناہ یا دنیوی مفاد کے لیے شوہر پر دباؤ ڈالنا مناسب نہیں

اِس سے پہلے جو سورۂ تحریم والا واقعہ گذرا تھا، اس میں حضرت نبیِ کریم ﷺ کا اپنی بعض ازواج کے ساتھ ایک معاملہ ہوا تو اُس واقعے میں ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ کسی طرح بھی اپنے شوہر کے اوپر دباؤ کا ماحول بنانا مناسب نہیں ہے، اگر کوئی دین کی بات ہے، شریعت کی بات ہے، اس میں تم اچھے طریقے سے، شریعت کی حد میں رہ کر دباؤ ڈالو تو اچھی بات ہے، جیسے شوہر کو نمازی بنانے کے لیے، شوہر کو ڈاڑھی رکھوانے

کے لیے، اسلامی لباس پہنانے کے لیے اچھے انداز سے دباؤ ڈالو تو یہ کسی درجے میں مناسب بھی ہے؛ لیکن اپنے دنیوی مطالبے پورے کرانے کے لیے اور شوہر کو شریعت کے خلاف کام کروانے کے لیے دباؤ ڈالنا یہ ہرگز ہرگز مناسب نہیں ہے۔

شریعت کی جامعیت؛ سزا میں بھی غریبوں کا فائدہ

اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایسا دین عطا فرمایا کہ اس میں جو کفارہ اور سزائیں رکھی گئیں اُن میں بھی غریبوں کا فائدہ ہے، جیسے اِس قصے میں آپ نے سن لیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے ایک ایک عرق کھجور سے مدد کی اور غریبوں کو تقسیم کرنے کے لیے فرما دیا، اتنا پیارا ہمارا مذہب ہے اور اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ اس میں سزاؤں میں بھی غریب کا فائدہ سامنے رکھا گیا:

روزے کا کفارہ ہے تو غریب کو کھلاؤ، غریب کو کپڑے پہناؤ۔

ظہار کا کفارہ ہے تو غریبوں کو کھجور تقسیم کرو، اناج تقسیم کرو، کھانا کھلاؤ۔ کتنا پیارا مذہب ہے کہ سزا کی سزا ہے، ساتھ ساتھ میں غریبوں اور مسکینوں کا فائدہ ہے۔

روزے والے کفارے میں نفس کی اصلاح

جہاں روزے آتے ہیں، جیسے قسم میں روزے کا بھی حکم ہے، ظہار میں بھی پہلے روزے رکھنے کا حکم ہے تو روزے کے ذریعے اپنے نفس کی اصلاح ہے؛ اس لیے کہ جب آدمی روزے رکھتا ہے تو نفس کمزور ہوتا ہے، نفس کی شہوت ٹوٹتی ہے، اتنا پیارا ہمارا دین ہے کہ سزا اگر روزے کی ہے تو بدن کا فائدہ اور اگر مال والی سزا ہے تو اس میں

غریبوں کا فائدہ۔

غلام اور باندی جس زمانے میں آزاد کیے جاتے تھے- ہوسکتا ہے قیامت سے پہلے ایسا زمانہ پھر سے آجائے-تو اس کفارے میں دیکھو! غلام باندی آزاد ہورہے ہیں، انسان آزاد ہورہے ہیں، انسانوں پر رحم ہورہا ہے، کتنا پیارا ہمارا مذہب ہے!!!

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہبِ اسلام پر یقین عطا فرمائے اور زندگی کی آخری گھڑی تک ایمان، اسلام، دین پر قائم فرمائے اور دنیا وآخرت میں ایمان والوں میں، اسلام والوں میں ہمارا شمار فرمائے، کامل ایمان، کامل اسلام والوں میں قیامت کے دن ہمارا حشر ونشر فرمائے، اپنے فضل سے ہم سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

شہرِ طیبہ (از مرتب)

کہاں شہرِ طیبہ	۱	کہاں یہ گنبدِ خضریٰ
کہاں یہ گنبدِ خضریٰ	۲	کہاں ظلوم جہول
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں روضۂ اقدس	۴	کہاں عاصیٔ و خاطی
کہاں ریاض الجنۃ	۵	کہاں حقیر وضعیف بندہ
کہاں محراب و منبر	۶	کہاں ندامت کے آنسو
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۷	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں مقامِ اصحاب	۸	کہاں دلِ بے قرار
کہاں بابِ جبرئیل	۹	کہاں مقر الذنوب والخطایا
کہاں یہ گنہگار آنکھیں	۱۰	کہاں دیدارِ طیبہ
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۱	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جالی مبارک	۱۲	کہاں مواجہۂ منور
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۳	صلی اللہ علی سیدنا محمد
کہاں جبلِ احد	۱۴	کہاں جنت البقیع
صلی اللہ علی سیدنا محمد	۱۵	صلی اللہ علی سیدنا محمد
یا رب صل وسلم دائما ابدا	۱۶	علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عورتوں کے
بناؤ سنگار کے مسائل

اس بیان کی کچھ خاص باتیں

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

① زمین میں دھنسا دیا جانا۔

② شکل وصورت کا بدل جانا۔

③ پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اُس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

(ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الخسف، حدیث:۲۱۸۵)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب بھی کسی قوم میں بے حیائی (بدکاری وغیرہ) علانیہ ہونے لگتی ہے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ہوتی تھیں''۔

(ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث:۴۰۱۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَھُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ. (الزخرف:۱۸)

ترجمہ: اور کیا وہ (لڑکی) جو زیوروں میں پرورش پاتی ہے اور جو بحث ومباحثہ میں (عادتاً) اپنی بات صاف طور پر بتا بھی نہیں سکتی ﴿۱۸﴾

آج جمعہ کا دن ہے، پھر بھی یہ مجلس رکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے اس جمع ہونے کو قبول فرمائے، اپنی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ بنائے، کچھ سولات یہاں پہنچے ہیں ان کے جوابات بھی دینے ہیں؛ لیکن اس سے پہلے کچھ ضروری مسائل آپ کے سامنے پیش کردیتا ہوں؛ اس لیے کہ بعض مسائل ایسے ہیں جن کی بار بار ضرورت پیش آتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے دین کے احکام پر ہم سب کو صحیح سمجھ کر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دین کے متعلق ہر مؤمن کی تین ذمے داریاں ہیں:

① صحیح دین سیکھنا۔

② اس پر عمل کرنا۔

③ دوسروں کو پہنچانا۔

زلزلہ آنے کی ایک بڑی وجہ

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب بھی کسی قوم میں کھلے عام بے حیائی (بدکاری وغیرہ) ہونے لگتی ہے تو ان میں

طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزرے ہوئے لوگوں میں نہیں ہوتی تھیں"۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب العقوبات، حدیث: ۴۰۱۹)

آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: امت کے آخری دور میں تین قسم کے خطرناک عذاب آئیں گے:

① زمین میں دھنسا دیا جانا۔

② شکل وصورت کا بدل جانا۔

③ پتھروں کی بارش کا ہونا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ بات سنی تو عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا اُس وقت نیک لوگ دنیا میں نہیں ہوں گے؟ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک لوگ اُس وقت موجود ہوں گے؛ لیکن اللہ کی نافرمانی جب ہونے لگے گی تو اللہ کے نیک بندے موجود ہونے کے باوجود بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔

(ترمذی، ابواب الفتن، باب ماجاء فی الخسف، حدیث: ۲۱۸۵)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت میں پندرہ خصلتیں آجائیں گی تو ان پر مصیبتیں نازل ہوں گی، عرض کیا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب مالِ غنیمت ذاتی دولت بن جائے گا، امانت کو لوگ مالِ غنیمت سمجھنے لگیں گے، زکاۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا، شوہر بیوی کی اطاعت اور ماں کی نافرمانی کرے گا، دوستوں کے ساتھ بھلائی اور باپ کے ساتھ ظلم و زیادتی کرے گا، مسجد میں لوگ زور زور سے باتیں کریں گے، ذلیل قسم کے

لوگ حکومت چلانے والے بن جائیں گے، کسی شخص کی عزت اس کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے کی جائے گی، شراب پی جائے گی، ریشمی کپڑا پہنا جائے گا، گانے بجانے والی لڑکیاں اور گانے کا سامان گھروں میں رکھا جائے گا، اور امت کے پچھلے لوگ اگلوں پر لعن طعن کریں گے، سو اس وقت لوگ (عذاب کے منتظر رہیں) یا تو سرخ آندھی یا خسف (پتھروں کی بارش) یا پھر چہرے مسخ ہو جانے والا عذاب کے"۔

(ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی علامة حلول المسخ والخسف، حدیث: ۲۲۱۰)

جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے

دینی بہنو! اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ جو بدن دیا ہے وہ اللہ کی امانت ہے، ہم اس بدن کو جس طرح چاہیں استعمال نہیں کر سکتے، جس طرح چاہیں اس کی زیب وزینت، اور نمائش نہیں کر سکتے۔

خودکشی حرام ہے

اس لیے جب کوئی مسلمان عورت یا مرد خودکشی کرے تو اللہ کے یہاں ہمیشہ کے لیے اس کی سزا جہنم ہے، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہمارے اس بدن میں ہم جس طرح چاہیں تصرف بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

عورت شریعت کی حد میں رہ کر زینت اختیار کرے

عورت کی ذات میں فطری اور طبعی طور پر زینت کی محبت رکھی ہوئی ہے، ہماری شریعت اتنی پاکیزہ ہے کہ وہ زینت کرنے سے عورتوں کو منع نہیں کرتی؛ لیکن اس کے لیے حد (Border) بتائی ہے۔

حضرت نبیِ کریم ﷺ کی پاک بیوی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو عورت اپنے شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے زینت اختیار کرے اس کی مثال قیامت کے دن ایک اندھیرے کی طرح ہے۔

(ترمذی، ابواب الرضاع، باب کراھیۃ خروج النساء فی الزینۃ، حدیث: ۱۱۶۷)

قیامت کے دن کا جو اندھیرا ہوگا اس میں ذرہ برابر روشنی نہیں ہوگی۔

اِس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بہنوں کے لیے زینت کرنا جائز ہے؛ لیکن شریعت میں اس کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لیے زینت اختیار کرے، ہماری بہنیں شوہر کے سامنے میلی کچیلی رہیں گی، گھر میں خادمہ اور نوکرانی کی طرح رہیں گی، بدن سے لہسن، پیاز، ادرک کی بدبو نکلتی ہوگی اور جب گھر سے باہر جانا ہو تو زیب وزینت، بناؤ سنگھار کے ساتھ جاویں گی، یہ غلط طریقہ ہے، گھر میں شوہر کے سامنے اِس طرح زینت سے رہو کہ جب بھی وہ گھر سے باہر جاوے تو تمھاری یاد اس کو ستاوے اور جلدی وہ لوٹ کر گھر واپس آجاوے، اور تم جب بھی گھر سے باہر نکلو تو ایسی سادگی سے اسلامی پردہ کے ساتھ کہ کوئی تم کو نظر اٹھا کر نہ دیکھے۔

بیوٹی پارلر میں جانے کا حکم

آج کل بیوٹی پارلروں میں جانے کا رواج بڑھ رہا ہے، بیوٹی پارلر میں قسم قسم کے نقصانات ہیں، اس میں جو بیوٹیشین ہوتا ہے اگر وہ مرد ہے تو اس کے پاس جانا اور اس سے زینت کروانا شریعت میں ناجائز اور حرام ہے؛ اس لیے کہ عورت کا پورا بدن ستر؛ یعنی چھپانے کی چیز ہے، عورت کے لیے سر سے پیر تک ہر عضو کو پرائے مرد سے چھپانا ضروری ہے، اور اگر بیوٹیشین عورت ہے، اور وہ مسلمان نہیں ہے تو اس سے بھی زیب و

زینت کروانا مناسب نہیں ہے، اور اگر وہ عورت مسلمان ہے تو جائز طریقے سے شریعت کی حد میں رہ کر زینت کروانے کی اجازت ہے۔

نیز اس میں کام کرنے والی بہت ساری عورتیں آزاد زندگی (Free life) گزارنے والی ہوتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہوتی ہیں، ان کی ذہنیت اور سوچ غیروں کی طرح ہوتی ہے اور جو عورت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرنے والی ہو، اس سے زینت کروانا اور اپنے بدن پر اس کو ہاتھ لگانے کی اجازت دینا یہ ایمانی غیرت کے بالکل خلاف ہے۔

اسی طرح بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا کوئی شوہر نہیں ہوا کرتا اور جو عورت اس طرح کی ہو کہ ایک شوہر کو خوش کر کے ازدواجی حدود میں رہ کر زندگی گزارنے کا اس کا مزاج نہیں ہے، وہ آپ کو کیسے ایسے تیار کر سکتی ہے جس سے آپ کے شوہر کا دل خوش ہو جائے! اس کو تو تجربہ ہی نہیں ہے؛ اس لیے اگر بیوٹی پارلر میں کام کرنے والی عورتیں بھی ہوں تو بھی ان کی آزادانہ بے حیا زندگی کے ہوتے ہوئے ان کے پاس جانا ایمانی غیرت کے خلاف ہے۔

میک اپ میں استعمال ہونے والی چیزوں کے جسمانی نقصانات

میک اپ کرنے اور سجانے کے لیے بہت سارے ایسے پاؤڈر یا کریم یا تیل استعمال کیے جاتے ہیں، جن میں ایسے خطرناک کیمیکل ہوتے ہیں کہ وہ بالوں کو بہت جلد خراب کر دیتے ہیں، اس سے بال دھیرے دھیرے گرنے لگتے ہیں، چمڑی کی اصل خوب صورتی آہستہ آہستہ کمزور ہو جاتی ہے، ایسی خطرناک کیمیکل والی دوائیں اپنی چمڑی اور بالوں پر استعمال کروانا یہ بھی تندرستی کے لحاظ سے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

بیوٹی پارلر میں مالی نقصانات

اس میں جو فیس ادا کرنی ہوتی ہے، اس میں بہت سی مرتبہ فضول خرچی اور اسراف ہوتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اور مال والی نعمت کی ناقدری ہے، اگر اتنے پیسے بچا کر ہم کسی غریب کو دے دیں تو ان شاء اللہ! اس کا بہت بڑا اجر اور ثواب ملے گا۔

زینت میں اسراف کے نقصانات

آج کل ہماری بہت ساری بہنوں کو فیشن والے کپڑے اور موبائل اور میک اپ میں فضول خرچی کی عادت ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے باپ پر پیسوں کے لیے دباؤ ڈالتی ہیں، شادی کے بعد شوہر کے لیے بوجھ بن جاتی ہیں اور اس کی وجہ سے جھگڑے وجود میں آتے ہیں؛ بلکہ بعض مرتبہ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے دوسرے گناہوں کا راستہ اپنانے لگتی ہیں۔ اسی طرح ان چیزوں میں زیادہ مشغولی نماز، تلاوت، ذکر وغیرہ سے محرومی یا کمی کا ذریعہ ہے؛ اس لیے ایسی بری عادت زندگی میں نہ آنے دیویں، شریعت نے آپ کو اجازت دی ہے کہ آپ اپنے آپ کو اچھا رکھو، اچھی طرح اپنے آپ کو سنوارو اور خاص کر اپنے شوہر کا دل خوش کرنے کے لیے اپنے آپ کو اچھا بناؤ؛ مگر اس کے جو حدود اور شرائط ہیں ان کا لحاظ رکھو۔

ایک مسئلہ

بہشتی زیور میں ''حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ'' نے مسئلہ لکھا ہے کہ: اگر کوئی عورت میلی کچیلی رہتی ہے اور شوہر کو نفرت ہوتی ہے، پھر شوہر اس کو حکم کرے کہ بن ٹھن کر رہو، بناؤ سنگھار سے رہو، تو اس وقت شوہر کی بات ماننا عورت

کے لیے ضروری ہے، اگر اس وقت عورت شوہر کی بات نہ مانے تو ایسی صورت میں شوہر کو مارنے کی بھی اجازت ہے۔ (بہشتی زیور، حصہ:۵، ص:۲۳۴)

اِس مسئلے سے آپ اندازہ لگائیں کہ شوہر کے سامنے تمھارا اچھا رہنا کتنی اچھی اور پسندیدہ بات ہے؛ لیکن بہت زیادہ اپنے آپ کو ٹپ ٹاپ اور میک اپ میں رکھنا اور ہر وقت اسی میں دھیان رہنا اور اسی میں خیال میں مگن رہنا یہ بھی اچھی بات نہیں ہے؛ اس لیے کہ ایک ایمان والی عورت کی زندگی بہت قیمتی ہے کہ وہ اپنے اوقات میں نماز، ذکر، اور قرآن کی تلاوت کرے، اللہ کی عبادت کرے؛ یعنی نیک کاموں میں اپنے اوقات زیادہ لگائے، حاصل یہ ہے کہ ہر وقت زینت ہی کے پیچھے اپنے آپ کو لگائے رکھنا بھی شریعت کی نظر میں پسند نہیں۔

بال کٹوانا شریعت کی رو سے جائز نہیں

بہنو! ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ بہت ساری عورتیں اپنے سر کے بال کٹواتی ہیں، چاہے بال زیادہ کٹائیں چاہے سیٹنگ کے لیے تھوڑے کٹائیں، چاہے سامنے سے کٹوائیں یا آس پاس سے، یا پیچھے سے، کسی طرح شریعت میں صحیح نہیں ہے، اگر شوہر بال کٹوانے کا حکم کرے تب بھی شوہر کی بات ماننا جائز نہیں ہے، شریعت میں قانون ہے: لَاطَاعَةَ لمخلوقٍ في معصية الخالق. یعنی جس کام میں اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو ایسی بات میں کسی مخلوق کی بات ہرگز نہ مانی جائے، چاہے شوہر ہو چاہے باپ ہو، شریعت کے قانون کے خلاف ان کی بات کو مت مانو؛ اس لیے کہ اللہ تعالی کا حکم پہلے اور شوہر کا حکم بعد میں ہے۔

بے بی کٹ بال فیشن آگ کا انگارہ ہے

اسی طرح یہ مسئلہ بھی سمجھ لو! ہماری بہت ساری بہنیں خود کے اور اپنی لڑکیوں کے بال بے بی کٹ رکھتی ہیں، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

ایک خاص نصیحت

اچھی طرح سمجھ لو! آپ بچپن سے چھوٹی چھوٹی اولاد کو دین کا عادی بناؤ، بچپن سے ان کو فیشن والی زندگی کی عادت ڈالنا آگے چل کر بڑا خطرناک ہوگا، دیکھو! آگ کا انگارہ اگر کوئی بڑا آدمی پکڑے گا تو بھی اس کا ہاتھ جلے گا اور چھوٹا بچہ پکڑے گا تو اس کا ہاتھ بھی جلے گا، یہ فیشن اور مغربی تہذیب والی زندگی آگ کا انگارہ ہے، اگر چھوٹی بچیاں اس کو ہاتھ میں لیں گی تو وہ ان کی حیا اور شرم کو جلا کر خاک بنا دے گا۔

اپنی چھوٹی بچیوں کے بال، کپڑے فیشن والے ہرگز ٹھیک نہیں ہیں؛ اس لیے ''بچہ بچہ'' کہہ کر بات کو بھول مت جاؤ، غلط چیز چلنے مت دو، بچوں کو بھی بچپن ہی سے شریعت کے احکام پر عمل کا عادی بناؤ۔

قدرتی بال کو سنوارنا جائز ہے

ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ نے آپ کو جو قدرتی بال دیے ہیں، آپ ان بالوں کو شوہر کو خوش کرنے کے لیے اچھے انداز میں ٹھیک ٹھاک رکھو، اس میں تیل ڈالو، سر کے بال میں تیل ڈالنا نبیِ کریم ﷺ کی سنت ہے اور تیل لگانا بال اور دماغ کے لیے فائدہ مند بھی ہے۔

بس! اتنی بات ملحوظ رہے کہ فاسقہ عورتوں کے ساتھ مشابہت نہ ہونے پائے، فلمی عورتیں اور مغربی عورتوں کی نقل نہ اتاری جائے، ضروری دینی کام میں خلل نہ آئے، اور نیت شوہر کا دل خوش کرنا ہو، ان باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

مصنوعی بالوں کو اصل بالوں کے ساتھ ملانا جائز نہیں

ایک اور اہم مسئلہ جان لو! عورت کے بدن کے قدرتی بالوں کے ساتھ دوسرے (مصنوعی یا کسی جاندار) کے بالوں کو ملانا شریعت میں بالکل جائز نہیں ہے، چاہے وہ بناوٹی بال مرد کے ہوں یا عورت کے ہوں، یہ ایک قسم کا دھوکہ ہے کہ بناوٹی بال اصل بال کے ساتھ ملا کر دھوکے میں ڈالنا چاہتی ہے، عام طور پر اس طرح بال جوڑنے میں نیت یہ ہوتی ہے کہ بال لمبے نظر آئیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے کہ حضرت نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس عورت پر جو اپنے بالوں کے ساتھ کسی دوسرے کے بال ملا دے۔ (بخاری شریف، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، حدیث نمبر: ۵۹۳۶۔ مسلم شریف، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم الواصلۃ و المستوصلۃ، حدیث نمبر: ۵۵۶۵)

اسی طرح جو عورت کسی دوسری عورت سے کہے: تو میرے بال کے ساتھ دوسرے بال ملا دے تو اس ملانے والی عورت پر بھی اللہ کی لعنت ہے؛ لہٰذا اس طرح بالوں کو جڑوانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے جو بال آپ کو دے رکھے ہیں اسی کو حفاظت سے رکھیے۔

حسن کے لیے دانتوں کے درمیان جگہ کروانا اور وِگ (Wig) پہننا

① بعض عورتیں وِگ پہنتی ہیں، یہ اگر انسانوں کے بالوں کی وِگ ہے تو ہرگز جائز نہیں ہے، حرام ہے، ایسی وِگ اپنے سر پر لگانے سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

② بعض بہنیں اپنے دانتوں کو خاص طور پر گھسوا کر سجاتی ہیں، یعنی دو دانتوں کے بیچ میں گھسوا کر درمیان میں جگہ کھلواتی ہیں؛ تاکہ دو دانت کے درمیان جگہ کھلے اور دو دانتوں کے بیچ میں کشادگی نظر آوے جس سے حسن میں بڑھوتری نظر آوے، سن لو! جو عورت اس طرح دانتوں کے بیچ میں جگہ کھلواتی ہے ایسی عورت پر اللہ کی لعنت ہے، بخاری شریف میں حدیث ہے کہ:

لعنت ہے اس عورت پر جو اس طرح حُسن اور خوب صورتی کے لیے دانتوں کے درمیان میں کشادگی کروائے۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن، عن عبداللہ بن مسعودؓ، ح:۵۹۳۱)

یہ اللہ کی خلقت بدلنے والی عورت ہے؛ اس لیے اس طرح دانتوں کے درمیان میں گھسوا کر جگہ کروانا جائز نہیں ہے۔

آئی برو (eyebro) کروانا جائز نہیں ہے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو آئی برو کروانے کا شوق ہوتا ہے، آئی برو میں یہ ہوتا ہے کہ آنکھوں کے اوپر جو بھنویں ہیں اس کے بال اکھاڑے جاتے ہیں، کاٹے

جاتے ہیں اور پھر بالوں کی لکیر بنائی جاتی ہے، اس کو پتلا کیا جاتا ہے، دھار دار بنادیا جاتا ہے، اور اس پر قسم قسم کے رنگ لگائے جاتے ہیں، اس طرح آئی بروکروانا ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں ہے، اس قسم کی عورتوں پر بخاری شریف کی ایک حدیث میں لعنت آئی ہے، چاہے شوہر کو خوش کرنا ہو، چاہے دلہن کو سنوارنا ہو۔

عورت داڑھی کے بال نکال سکتی ہے

دوسری بات یہ بھی سمجھ لو کہ بعض مرتبہ بہت سی عورتوں کو داڑھی کے بال نکل آتے ہیں تو اس کو کسی پاؤڈر یا Cream سے صاف کردینا چاہیے، اسی طرح ہونٹوں پر اگر بال نکل آئیں تو اس کو بھی صاف کردینا بہتر ہے۔

بے پردہ باہر نکلنا

اگر شوہر تم کو حکم کرے کہ تم بغیر پردے کے باہر جاؤ تب بھی اس کی بات مت مانو، آج کل بہت ساری عورتیں اپنے شوہر کے ساتھ تفریح کے لیے یا کسی ضرورت سے باہر نکلتی ہیں تو وہ بن ٹھن کر بے پردہ نکلتی ہیں، یہ غلط بات ہے، خاص کر دو پہیے والی گاڑی، بائک پر شوہر کے ساتھ بیٹھ کر جاوے، اس میں پیچھے وہ عورت ہو، بال ہوا میں اڑ رہے ہوں اور بیٹھنے کا انداز بھی بے حیائی والا ہو، یہ سب غلط کام ہیں، شریعت میں ایسے کاموں کو پسند نہیں کیا گیا ہے، ہمارے محترم یوسف بھائی گودھراوالے ثم بارڈولی والے (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ قمر الزماں الہ آبادی دامت برکاتہم) فرماتے ہیں کہ: یہ عورت بندری کی طرح دو پہیّے والی گاڑی پر چمٹ کر جاتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ مرد گاڑی پر قابو کیسے رکھ پاتے ہیں۔

یہ بیٹھنے کا انداز بھی نہایت بے حیائی والا ہے، ایسی حرکت گناہ کا کام ہے، اس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

مردوں جیسے کپڑے

اسی طرح ہماری بہت ساری بہنوں کو مردوں جیسے کپڑے پہننے کا شوق ہوتا ہے، اس کے متعلق بخاری شریف میں حدیث ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اُن مردوں پر جو عورتوں جیسی مشابہت اختیار کریں اور لعنت ہے اُن عورتوں پر جو مردوں جیسی مشابہت اختیار کریں۔ (بخاری، کتاب اللباس، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال، عن عبداللہ بن عباسؓ۔۔۔ح:۵۸۸۵)

اس لیے دینی بہنو! مردوں جیسا لباس، مردوں جیسی اسٹائل اختیار مت کرو، حدیث شریف میں اس پر لعنت آئی ہے۔

ایک واقعہ

آج تو عورتوں کے کپڑے ہی ایسے ہو گئے ہیں کہ مرد اور عورت میں فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے، ہمارے جامعہ ڈابھیل کے ایک مخلص بھولے بھالے اللہ والے مدرس کا واقعہ ہے، وہ مرولی ریلوے اسٹیشن پر میرے ساتھ تھے، ٹرین آنے میں تاخیر ہو رہی تھی، وہ سمجھے کہ پتہ نہیں میں جلدی آ گیا یا ٹرین زیادہ تاخیر سے آ رہی ہے، وہاں ایک نوجوان جیسا نظر آیا، مولانا مدظلہ نے اس کے قریب جا کر بھولے پن سے سادگی میں سوال کیا: بھائی! گھڑی میں کتنا وقت ہوا؟ تو اس نوجوان جیسی شکل والی نے ناراضگی کے لہجے میں کہا کہ: نظر نہیں آتا کہ میں لڑکی ہوں؟

عورتوں نے آج یہ جو جینس، ٹی شرٹ وغیرہ لباس اپنائے ہیں وہ کیسے ہیں کہ پتا ہی نہیں چلتا کہ مرد ہے یا عورت؟ فرق کرنا دشوار ہو گیا ہے۔

ایک نصیحت بھرا لطیفہ

اردو میں ایک محاورہ ہے ''دامن داغدار ہونا''، کسی کی عزت اور پاک دامنی پر آنچ آوے تو کہتے ہیں ''دامن پر دھبہ لگ گیا، دامن داغدار ہو گیا اور نصیحت کے طور پر کہتے ہیں: اپنے دامن کو داغدار مت بناؤ، دامن پر دھبہ مت لگنے دو۔

میرے استاذِ محترم شیخ الحدیث حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ فرماتے تھے: آج تو دامن ہی نہیں رہا کہ دامن داغدار ہو۔

اس لیے کہ آج کل عورتوں میں ٹی شرٹ اور اونچی کرتی میں دامن ہوتا ہی نہیں، یا بہت معمولی سا ہوتا ہے، خاص کر جوان بہنوں میں، اس طرح بے حیائی والے لباس سے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔

میک اپ (Make up) کی جائز مقدار

ہاں! چہرے پر میک اپ کرنا جائز ہے؛ لیکن اس میں ایک بات کا خیال رہے کہ جو کریم لگائی جائے اس میں خنزیر یا مردہ جانور کی چربی نہ ہو، حرام چربی ملا ہوا حرام مادّہ ہرگز استعمال نہ کریں، اگر کوئی حرام چیز ملی ہوئی نہ ہو تو ایسا پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا جائز ہے، اور اگر اس میں حرام چیز ملائی تو گئی؛ لیکن اس کو کیمیکل وغیرہ سے بدل دیا گیا ہو جس کو حقیقت یا ماہیئت بدلنا کہتے ہیں، تو پھر ایسی کریم کا استعمال کرنا بھی جائز ہے۔

لپسٹک (Lipstick) لگانا کیسا ہے؟

ہماری بہت ساری بہنیں لپسٹک (لالی) استعمال کرنے کی شوقین ہیں، اس میں بھی مسئلہ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حرام چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایسی لالی مت لگاؤ، اور اگر حلال چیز کی ہے تو اس میں یہ مسئلہ دھیان میں رکھیں کہ لپسٹک (لالی) اتنی زیادہ لگا دے یا وہ ایسی ہو کہ وضو اور غسل کا پانی ہونٹ کی چمڑی کو نہ لگے تو ایسی لپسٹک استعمال نہ کریں، اس سے وضو اور غسل نہ ہوگا، ہاں! اگر پانی پہنچ جاتا ہو، تہ نہ جمتی ہو تو لگا سکتے ہیں، یا پہلے وضو اور غسل کر لے اس کے بعد تھوڑی ہلکی ہلکی لپسٹک شوہر کے لیے استعمال کرے تو یہ جائز ہے۔

ناخن پر لال رنگ (Nail polish)

اسی طرح بہت ساری بہنوں کو نیل پالش کا شوق ہے کہ وہ اپنے ناخن کو رنگ والا بناتی ہیں، اور قسم قسم کے کلر سے ناخن کو رنگا جاتا ہے، تو اس میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ جو نیل پالش مارکیٹ میں ملتی ہے، وہ اگر Oil Colour والا ہو، جس کی وجہ سے ناخن پر کلر کی تہ جم جاوے، جس کی وجہ سے وضو اور غسل کا پانی ناخن تک نہ پہنچتا ہو، تو ایسی نیل پالش کو استعمال نہ کریں، اس کی وجہ سے وضو اور غسل نہیں ہوتا اور عورت ناپاک ہی رہتی ہے اور نماز صحیح نہیں ہوتی۔ مہندی سے اپنے ناخن کو لال رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

چالیس دن سے زیادہ ناخن رکھنے کی اجازت نہیں

یہ بھی عجیب فیشن ہے کہ بعض بہنیں اپنی انگلیوں کے ناخن لمبے رکھتی ہیں، خاص کر

پہلی اور آخری انگلی کے، ہر ہفتے میں ایک مرتبہ ناخن کاٹ لینے چاہییں اور زیادہ سے زیادہ چالیس ۴۰ دن رکھنے کی اجازت ہے، اس کے اوپر اکتالیسواں دن نہیں ہونا چاہیے اور اگر ناخن لمبے رکھے ہوئے ہیں تو اس میں خاص خیال رکھو کہ اس کے نیچے پانی پہنچ جانا چاہیے؛ تاکہ وضو اور غسل مکمل ہو جائے۔

مہندی استعمال کرنا جائز ہے

مہندی لگانے کی اجازت ہے؛ بلکہ عورتوں کو مہندی لگانی چاہیے اور یہی مہندی اگر کسی کے بال سفید ہو گئے ہوں تو سر پر لگانا بھی جائز ہے اور اس میں کوئی جائز چیز ملا دی جائے جس سے رنگ گہرا (Dark) ہو جاوے، تو وہ بھی جائز ہے؛ البتہ کالا نہ ہو جاوے اس کا خیال رہے۔

زیورات کس حد تک جائز ہیں؟

اس کے بعد زیورات کا مسئلہ بھی سمجھ لو! عورت کے لیے سونے اور چاندی کے زیورات پہننا جائز ہے؛ لیکن یہ یاد رہے کہ زیور پہن کر تکبر اور گھمنڈ نہ آئے کہ میں بہت مال دار آدمی کی بیوی ہوں اور بہت مال دار کی بیٹی ہوں، میں نے کتنا اچھا زیور پہن رکھا ہے، زیور پہن کر کسی غریب عورت کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے، حدیث میں ہے: حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرماتے ہیں کہ: جو عورت ظاہر کرنے یعنی دکھلاوے کے لیے زیورات کو پہنتی ہے ایسی عورت کو عذاب دیا جائے گا۔ (ابوداؤد، حدیث: ۴۲۳۷)

ہماری بعض بہنیں دوسروں کو اپنے زیورات دکھانے میں اتنی ماہر ہوتی ہیں کہ اگر لمبی آستین والا کرتہ پہنا ہوا ہو اور اس کے نیچے چوڑیاں پہنی ہوئی ہوں تو اس کو ظاہر

کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ کریں گی ''بہت گرمی لگتی ہے''، اس طرح بول کر اپنی آستین کھولیں گی اور اس طریقے سے اپنے زیور دوسروں کو دکھلائیں گی۔

بعض مرتبہ عورتوں کے مجمع میں بیٹھ کر گرمی کا عذر کر کے کان اور گلا کھول دیں گی اور زبان سے بولے گی: ''بہت گرمی لگ رہی ہے'' اور مقصد زیور دکھانا ہوتا ہے۔

ایک اَور بات آپ کو بتاؤں: دکھاوا اور نمائش کی نیت نہ ہو تو عورتوں کے لیے زیوارت پہننا جائز ہے؛ لیکن نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: اگر تم جنت کا زیور اور جنت کا ریشم پہننا چاہتے ہو تو دنیا میں اس کو مت پہنو۔ (نسائی، کتاب الزینۃ، باب الکراہیۃ للنساء فی اظہار الحلی والذھب، حدیث: ۵۱۳۹)

اگر ہمت ہو تو اس پر بھی عمل کر کے دیکھ لو! یہ بہت بڑی اور اونچی ہمت والی بہنوں کی بات ہے۔

کونسا زیور پہننا جائز ہے؟

زیورات میں ایک خاص یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ جس زیور میں سے آواز نکلتی ہو؛ یعنی جو زیور بجتا ہو ایسا زیور نہیں پہننا چاہیے، جیسا کہ پاؤں میں پازیب پہنی ہو اور اس میں سے آواز نکلتی ہو تو ایسی پازیب پہننا شریعت میں جائز نہیں ہے۔

گھنٹی والے پازیب پہننا منع ہے

حضرت بُنانہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ: میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی کہ ایک عورت اپنی لڑکی کو لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی، وہ لڑکی پاؤں میں چھانجھن پہنے ہوئی تھی اور اس میں سے آواز آرہی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اس لڑکی کے چھانجھن جب تک نہ کاٹے جائیں اس کو میرے پاس آنے مت دینا؛ اس لیے کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

(ابوداؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی الجلاجل، ح:۴۲۳۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جس کے گھر میں گھنٹی ہو وہ شیطان کے باجے ہیں۔

(ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی تعلیق الاجراس، عن ابی هريرة، ح:۲۵۵۶)

ایک حدیث میں ہے کہ ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔

عن عمر سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ان مع كل جرس شيطانا.

(ابوداؤد، کتاب الخاتم، باب ماجاء فی الجلاجل، ح:۴۲۳۰)

اس لیے اس قسم کے آواز والے زیور مت پہنو، اس میں یہ خیال بھی رکھو کہ بعض زیور ایسے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا کر اس میں سے آواز نکلتی ہے، تو اس قسم کے زیور پہننے سے بھی اپنے آپ کو بچانا چاہیے، سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ﴾ کہ اپنے پیر کو زمین پر چلتے وقت اتنے زور سے مت مارو کہ جس سے تمھاری زینت سامنے آجائے۔

بہنو! شیطان بہت خطرناک ہے، جب عورت کے زیور میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ مردوں کے دلوں کو للچاتی ہے اور مردوں کے دلوں میں حرام خواہش پیدا کرتی ہے۔

سونے چاندی کے علاوہ کے زیورات

آج کل مصنوعی چیزوں کا دور ہے، پلاسٹک، ایلومینیم، تانبے، پیتل وغیرہ کے

زیورات آرہے ہیں، اس کے متعلق ضروری ہدایات:

① پلاسٹک اور کانچ اور دیگر دھاتوں کی چوڑیاں پہننا جائز ہے۔

② انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، اس کے سوا کسی بھی دھات کی انگوٹھی جائز نہیں ہے؛ اس لیے اگر ہماری کسی بہن کے پاس سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھات کی انگوٹھی ہو تو اس کو گھر جا کر پھینک دو، آج ہی اس کو گھر سے نکال دو۔

③ انگوٹھی میں پتھر کا نگینہ لگانا جائز ہے؛ لیکن پتھر کے بعض نگینے کے لیے غلط عقیدے بھی چلتے ہیں؛ اس لیے خاص خیال رکھو کہ کسی پتھر کے نگینہ میں ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں ہے، ہاں! اللہ تعالیٰ جب اور جس چیز میں چاہتے ہیں تاثیر پیدا فرما دیتے ہیں اور جب چاہیں تاثیر ختم فرما دیتے ہیں، بعض عامل لوگ اس طرح کی باتیں لوگوں کو کہتے ہیں جس سے لوگوں کے عقیدے بگڑتے ہیں، ان کی طرف دھیان نہ دیں۔

عورتوں کو خریداری کرتے وقت احتیاط کرنی چاہیے

ایک اور خاص بات یاد رکھنا چاہیے کہ جب بازار میں زیور وغیرہ خریدنے کے لیے جائیں تو دکان والے سے ہنس ہنس کر باتیں نہیں کرنی چاہیے اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا کہ وہ اپنے ہاتھ سے آپ کے ہاتھ میں چوڑیاں پہنائے یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے، اس میں دونوں طرف سے حرام اور شہوت بھری لذت اور بلا ضرورت ستر والے اعضا کو کھولنا لازم آتا ہے، جس سے ناجائز تعلقات بھی وجود میں آتے ہیں۔

اسی طرح Matching کے چکر نے تو وقت اور مال دونوں نعمت کو بہت ضائع کر رکھا ہے، ان چیزوں سے بچنے کی سخت ضرورت ہے، محرم مرد کے ساتھ مکمل شرعی پردہ

میں بہ وقتِ ضرورت بہ قدرِ ضرورت بازار جانا چاہیے۔

بہرحال! دوسری دھاتوں کے زیور پہننا جائز ہے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ہماری بہنیں عید کے لیے زیورات کی خریدی میں بازاروں کے چکر لگاتی ہیں، اور دوسرے دنوں میں بھی یہ چکر چلتے رہتے ہیں، اس میں بے پردگی، ضرورت سے زیادہ چکر، اوقات کا بے تحاشا ضائع کرنا؛ یہ سب غلط اور گناہ کے کام ہیں۔

ناک کان میں سوراخ اور گلے میں لاکیٹ پہننا کیسا ہے؟

ناک اور کان میں سوراخ کرواکر زیور پہننا جائز ہے؛ بلکہ ہمارے ایک بزرگ یوں فرماتے تھے کہ: ہماری بہنوں کو زیورات کی محبت ایسی ہے کہ پورے بدن میں سوراخ کروانے پڑیں تو بھی اس کے لیے تیار ہو جاویں گی۔

اسی طرح گلے میں ہار کے ساتھ لاکیٹ پہننا بھی جائز ہے، اس میں خاص خیال رکھو کہ آج کل ہماری بہت ساری بہنیں قرآن کی آیت والا، اللہ کے نام والا لاکیٹ پہنتی ہیں، یہ مناسب نہیں ہے، ایسے لاکیٹ پہن کر بیت الخلا یا غسل خانے میں جانا یہ بہت بڑی بے ادبی کی بات ہے، ایسے لاکیٹ کے ساتھ ستر کھولنا بھی بے ادبی ہے، اس لیے ایسا لاکیٹ نہیں پہننا چاہیے۔

حروفِ مقطعات والی انگوٹھی

ایک انگوٹھی تعویذ والی ہوتی ہے جس میں حروفِ مقطعات لکھے رہتے ہیں اور اس کے بڑے بڑے فائدے بھی بیان کیے جاتے ہیں، تو ایسی انگوٹھی ہمارے ہاتھ میں

ہوتی ہے تب بھی ہم کو یاد نہیں رہتا اور ہم اسی کے ساتھ غسل خانہ، بیت الخلا میں چلے جاتے ہیں؛ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی نہ پہنا جائے۔

عورتوں کو کیسی خوشبو استعمال کرنی چاہیے

خوشبو اور پرفیوم کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کی خوشبو ظاہر ہو؛ یعنی دوسروں کو بھی پہنچ رہی ہو اور اس کا رنگ ظاہر نہ ہو، اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہونی چاہیے کہ جس کی خوشبو کا رنگ نظر آوے؛ لیکن اس کی خوشبو ظاہر نہ ہو۔

(ترمذی، ابواب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی طیب الرجال والنساء، عن ابی ھریرۃ۔ ح ۲۷۹۰)

ابوداؤد شریف اور ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر آنکھ زنا کار ہے؛ یعنی جو آنکھ گندی نظر ڈالتی ہے وہ زنا کار ہے اور آگے حدیث میں ارشاد فرمایا: کوئی عورت ایسی خوشبو لگا کر (جس کی خوشبو پھیلتی ہو اور مردوں کے ناک میں جاتی ہو، اور اسے لگا کر) مردوں کی محفل سے گزرے وہ عورت ایسی ایسی ہے؛ یعنی زنا کار ہے۔ (ترمذی، ابواب الاستئذان والآداب، باب ماجاء فی کراھیۃ خروج المرأۃ المعطرۃ۔ ابوداؤد، کتاب الترجل، باب فی طیب المرأۃ للخروج، ح: ۴۱۷۳)

طبرانی میں ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر جاتی ہے اور مرد اس کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسی عورت سے مسلسل ناراض رہتے ہیں جب تک کہ وہ عورت واپس گھر میں نہ آجائے۔ (طبرانی حدیث: ۵۹۵۱)

کونسا پرفیوم استعمال کر سکتے ہیں؟

اس لیے بہنو! بہت لائٹ خوشبو جو صرف آپ کا شوہر سونگھ سکے، ایسی خوشبو کے علاوہ دوسرا کوئی پرفیوم استعمال نہ کریں اور پرفیوم میں بھی یہ خیال رکھو کہ اس میں حرام چیز نہ ہو۔

بالوں کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا جائز نہیں ہے

ناف کے نیچے کے بال ہر ہفتہ صاف کرلینا چاہیے، زیادہ سے زیادہ چالیس دن تک اس کی گنجائش ہے، اس کے بعد جائز نہیں ہے، گناہ ہے؛ اس لیے ان بالوں کو اور بغل کے بالوں کو ایک ہفتے میں صاف کرلینا چاہیے، عورتوں کے لیے ان بالوں کو صاف کرنے میں پاؤڈر یا کریم استعمال کرنا زیادہ اچھا ہے، اگرچہ بلیڈ استعمال کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن افضل نہیں ہے۔

عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں

ہماری بہت ساری بہنوں کو ہِل والے جوتے پہننے کا شوق ہوتا ہے کہ اونچی ہِل والے جوتے پہنتی ہیں تو ایسا جوتا پہننا جائز تو ہے؛ لیکن یاد رکھو کہ ہمارے جوتے ایسے ہوں جو مردوں جیسے نہ ہوں؛ اس لیے جو جوتے خاص عورتوں کے لیے بنے ہوئے ہوتے ہیں ان ہی کو استعمال کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ ایک عورت ایسی ہے جو مردوں جیسے جوتے پہنتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: نبیِ کریم ﷺ نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، ح:۴۰۹۹)

خلاصۂ کلام

دینی بہنو! یہ کچھ موٹے موٹے ضروری مسائل جو آپ کے متعلق تھے عرض کر دیے، ہمیشہ یاد رکھو کہ اللہ نے عورت کو فطری طور پر حُسن دیا ہے اس حسن کی قدر و قیمت سمجھو اور غلط زینت اور غلط راستے پر مت جاؤ، ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں عزت عطا فرمائیں گے، آج جو ماحول بن رہا ہے کہ ہماری بہنیں دوسرے مردوں کو للچانے اور اپنے آپ کو حسینہ دکھانے کے لیے فیشن اور میک اپ کرتی ہیں اور اچھے کپڑے پہنتی ہیں یہ سب خطرناک گناہ اور برائی کے کام ہیں، اس سے اپنے آپ کو بچاؤ اور یہ مسائل جو بتائے ہیں وہ بہت ہی اہم بھی ہیں اور بہت نازک بھی؛ لہذا ان مسائل کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اس پر عمل کرو اور جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لیا کرو، اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

جمعہ کے چند فضائل، جمعہ کے چند اعمال

① حدیث میں آتا ہے جمعہ کا دن بہت فضیلت والا دن ہے؛ اس لیے جمعہ کے دن صلاۃ التسبیح پڑھیں، یہ نماز بہت برکت والی نماز ہے، اور جمعہ کے دن اس کو پڑھنے میں ثواب زیادہ ملتا ہے، اگر اس نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو جاننے والی بہنوں سے اس کا طریقہ سیکھ کر جاؤ۔ (ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیہا، باب فی فضل الجمعۃ، ح: ۱۰۸۴)

سورۂ کہف کی فضیلت

② سورۂ کہف کی تلاوت کا اہتمام کرو، حدیث میں آتا ہے: جو جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے اس کے ایک ہفتہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں؛ یعنی پچھلے جمعہ سے اس

جمعہ تک کے گناہ معاف ہوتے ہیں، اور قدم سے لے کر آسمان کی بلندی تک نور ہوگا اور وہ نور قیامت کے دن اس کو کام آئے گا، اور جمعہ کو سورۂ کہف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی آٹھ روز تک تمام فتنوں سے حفاظت فرمائیں گے، اور اگر دجال نکلا تو اس کے فتنے سے بھی حفاظت ہوگی۔ (مشکوۃ، کتاب فضائل القرآن، ح:۲۱۷۵، ۱/ ۳۳۰)

سورۂ کہف کی اور ایک بڑی فضیلت یہ ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں اور ایک حدیث میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے کہ اس کو زبانی یاد کرلو تو اس کا فائدہ اتنا بڑا ہے کہ دجال کے فتنے سے اللہ تعالیٰ حفاظت فرماویں گے۔ ان بیس آیتوں کا یاد کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے (یعنی پہلی اور آخری دس دس آیتوں کو یاد کرلو)۔ (مسند احمد، ح: ۲۷۵۱۶۔ مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب فضل سورۃ الکہف وآیۃ الکرسی، ح:۸۰۹)

درود شریف کی فضیلت

③ جمعہ کے دن زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کرو، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ: جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی (۸۰) مرتبہ اس درود شریف کو پڑھے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْما. (القول البديع ص: ۳۹۹)

اللہ تعالیٰ اس کے ۸۰؍ سال کے گناہوں کو معاف کریں گے اور ۸۰؍ کی سال عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

جمعہ کی ایک مقبول گھڑی

④ جمعہ کے ایک دن ایک گھڑی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول فرماتے

ہیں۔ (ترمذی، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ، ح:۴۹۰)

تجربہ کار اہلِ دل علما فرماتے ہیں کہ: اس گھڑی کے جمعہ کی اذان کے بعد، اسی طرح خطبہ سے پہلے اور عصر اور مغرب کے درمیان ہونے کی بڑی امید ہے؛ اس لیے ان اوقات میں دعا میں مشغول رہو اور اس کا اہتمام ہر جمعہ کو ہونا چاہیے، چاہے رمضان ہو چاہے نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور جمعہ کا دن وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

جمعہ کی سنتیں

جامعہ ڈابھیل اور دارالعلوم دیوبند سے تحصیلِ علم کے بعد ۱۹۹۳ء میں جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تدریس کا سلسلہ شروع ہوا، دارالعلوم ہدایت الاسلام عالی پور میں پہلے سال طحاوی شریف کے درس کا موقع ملا، حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی مرتب کی ہوئی شرح ''امانی الاحبار'' سے استفادہ کا موقع ملا، حضرت نے جمعہ کا باب جہاں شروع ہوتا ہے وہاں جمعہ کی سنتیں تفصیل سے بتلائی ہیں وہ جمعہ کی سنّتیں صرف آپ کو گنوا دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ عمل آسان فرمائیں۔

① جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل اور سورۂ دھر پڑھنا۔

② غسل کرنا۔ ③ خوشبو لگانا۔ ④ مسواک کرنا۔

⑤ اچھے کپڑے پہننا۔ ⑥ مسجد میں جلدی جانا۔

⑦ امام کے نکلنے اور خطبہ دینے کے وقت تک ذکر و عبادت میں مشغول رہنا۔

⑧ سورۂ کہف پڑھنا۔ (امانی الاحبار: ۲/۱۳۸)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

قرآنی خواتین ایک نظر میں

۱	دنیا کی سب سے پہلی خاتون ماں حوّا رضی اللہ عنہا
۲	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی
۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پہلی زوجۂ محترمہ: حضرت سارہ رضی اللہ عنہا
۴	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بیوی حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا
۵	حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی
۶	حضرت یوسف علیہ السلام کی والدۂ محترمہ
۷	عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا
۸	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ
۹	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن
۱۰	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفورا رضی اللہ عنہا
۱۱	فرعون کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا
۱۲	بنی اسرائیل کی مظلوم عورتیں
۱۳	سورۂ کہف میں آیا ہوا ایک لڑکے کی ماں کا قصہ
۱۴	سبا کی رانی: بلقیس
۱۵	حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی حضرت لیا رضی اللہ عنہا

۱۶	حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی
۱۷	حضرت عمران کی بیوی حضرت حنہ رضی اللہ عنہا
۱۸	حضرت مریم رضی اللہ عنہا
۱۹	اصحابِ اخدود کی ایک عورت
۲۰	ابولہب کی بیوی ام جمیل
۲۱	مکہ مکرمہ کی ایک سوت کاتنے والی بے وقوف عورت
۲۲	مکہ کی کمزور مومن عورتیں
۲۳	ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا
۲۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
۲۵	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا پاکیزہ واقعہ
۲۶	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
۲۷	حضرت خولہ رضی اللہ عنہا

نوٹ: قرآنِ مجید میں مومنہ غیر مومنہ جتنی عورتوں کے واقعات ہمیں مل سکے، وہ جمع کر کے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کر دیے گئے، کوئی واقعہ باقی رہ گیا ہو تو براہِ کرم اطلاع فرما دے۔ آپ بھی ان شاءاللہ! ثواب میں شامل ہوں گے۔

تمت